سلسلۂ مطبوعات انجمن ترقی اردو (ہند) نمبر ۲۰

طربیۂ خداوندی

DIVINA COMMEDIA

از

دانتے

پہلا حصہ

جہنم

اطالوی سے اردو میں ترجمہ

از

عزیز احمد بی۔ اے۔ آنرز (لندن)

شائع کردہ

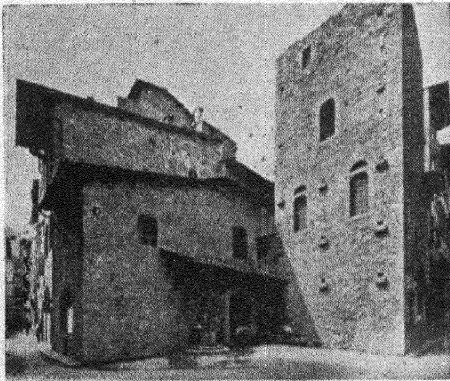
انجمن ترقی اردو (ہند) دہلی

پہلا ایڈیشن سنہ ۱۹۴۳ء قیمت مجلد عہ غیر مجلد ے



دانتے کی تصویر

اثر :- جوتو - تقریباً سنہ ۱۳۰۰ء



دانتے کا مکان اور بُرج - اس مکان میں سنہ ۱۲۶۵ء میں

یہ شاعرِ اعظم پیدا ہوا - پاس ہی ایک گلی میں بیاتریچے رہتی تھی -

فہرست مضامین

فہرست قطعات

"جہنم"



دانتے اور "طربیۂ خداوندی" کا تصور

از دو مے نی کو ڈی می کے لی نو

سنہ ۱۴۶۵ء

مقدمہ

(۱)

پھولوں والا شہر

فلارنس کے اسٹیشن سے نکلتے ہی سیّاح کو یہ محسوس ہوتا ہو کہ وہ ایک ایسے شہر میں آیا ہو جو تمام شہروں سے مختلف ہو۔ مکانوں اور پتھروں کی بوسیدگی سے قرونِ وسطیٰ کی ہر ہر قدم پر یاد آتی ہو۔ اِس شہر کی عمارتیں قرونِ وسطیٰ اور نشاۃ ثانیہ کے تمدّن کا اعلیٰ ترین نمونہ ہیں۔ اِس کے تصویر خانے رومۃ الکبریٰ کے سوا کہیں اپنا جواب نہیں رکھتے۔ دریائے آرنو کا گدلا پانی اب بھی اسی طرح بہتا ہو اور پُرانے پُل Ponte Vecchio پر اب بھی وہی دو رُویہ کوٹھریاں بنی ہوئی ہیں جو اب سے کئی سو سال پہلے بھی تھیں۔ مُسافر ریلوے اسٹیشن سے باہر نکلا تو سامنے ایک چوڑا سا چورا ہا ہو جس کو اسٹیشن کا چورا ہا کہتے ہیں۔ فرض کیجیے اس نے یہیں کسی ہوٹل میں رات بسر کی اور صُبح کو شہر کی سیر کو نکلا۔ ذرا آگے بڑھا تو ایک اور چورا ہا ملا جو پیاتسا مادونا (حضرت مریم) کہلاتا ہو۔ یہاں سان لارن تسو کا کلیسا ہو اور میدی چی خاندان کا مقبرہ ہو جس میں میکائیل آنجلو کے بنائے ہوئے دن اور رات اور صُبح اور شام کے مجسمے ہیں اور آگے بڑھ کے وہ پیاتسا دومو پہنچتا ہو، یہاں فلارنس کا کلیسائے اعظم ہو جو سانتا ماریا دِل فیورے کہلاتا ہو۔ اِس کلیسا

میں مُسافر میکائیل آنجلو اور لوشیا دیلا روبیا کی بنائی ہوئی تصویریں دیکھتا ہے۔ ایک تصویر دومے نی کو دی می کے لی نو Domenico Di Michelino کی بنائی ہوئی ہے جس کا نام ہے "طربیۂ خدا وندی"۔ سامنے دانتے کتاب کھولے کھڑا ہے، اوپر فردوس کے تارے چمک رہے ہیں، پیچھے اعراف کا پہاڑ ہے اور دانتے کے سیدھے ہاتھ پر جہنّم کے عذابوں کا نقشہ ہے۔ مُسافر کے دل میں یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ یوں تو فلارنس کی خاک سے ہزارہا باکمال پیدا ہوئے لیکن شاید ہی کوئی دانتے کے رُتبے تک پہنچ سکا۔ باتس تیرو کے برنجی دروازے پر گی برتی کی ستائیس سال کی محنت کی داد دیتا، ہمارا مُسافر یوفتِ سی گیلری کی طرف روانہ ہوتا ہے۔ دیا کالتسا ایولی میں ایک گلی کے نکڑ پر وہ ٹھٹک جاتا ہے کیوں کہ گلی کا نام دیا دانتے ہے۔ وہ تھوڑی دیر کے لیے اس گلی پر ہولیتا ہے اور ایک چھوٹے سے پرانے مکان کے سامنے رُک جاتا ہے۔ یہ مکان کاسا دانتے کہلاتا ہے۔ یہیں ۱۲۶۵ء میں دانتے الی گیری پیدا ہوا تھا، جس کی روشنی سے پیترارکا اور چاسر سے لے کر اقبال اور رومیں رولاں تک سب مستفید ہوئے۔

اس کے بعد ہم کو اس مُسافر کی سیر سے کوئی دل چسپی نہیں۔ دانتے کا یہ گھر جو کم و بیش آٹھ سو سال سے اسی جگہ کھڑا ہوا ہے۔ اُس کے اطراف ایسے ایسے انقلابات ظہور میں آئے کہ رومۃ الکبریٰ، اثینیہ اور دہلی کے سوا شاید ہی دُنیا کے اور کسی شہر نے دیکھے ہوں۔ دانتے اس شہر کا سب سے بڑا شاعر تھا۔ یہاں وہ پیدا ہوا، یہاں اُمن دیکھا اور یہاں لڑائی دیکھی۔ یہاں محبّت اور وفاداری سیکھی، یہاں بے وفائی اور غداری دیکھی، یہاں سے نکالا گیا اور سالہا سال جلاوطنی میں اس شہر کے خواب دیکھتا رہا۔ یہی شہر اس کی تمام امیدوں کا مرکز تھا۔ جب طربیۂ خداوندی میں اس شہر کا ذکر آجاتا ہے تو وہ اپنا سلسلۂ بیان چھوڑ کے

بھٹک جاتا ہے - جہنم ہو یا اعراف یا فردوس: جب اس شہر کی کوئی روح ملتی ہے تو اس کے ذکر سے وہ بھی اسی قدر بے تاب ہو جاتی ہے۔ اس کتاب میں جس کا ترجمہ ہم پیش کر رہے ہیں بار بار اس شہر کا ذکر آتا ہے اور ناظر محسوس کرے گا کہ جنت ہو یا جہنم، شاعر کی آنکھوں سے فلارنس اوجھل نہیں ہوتا۔

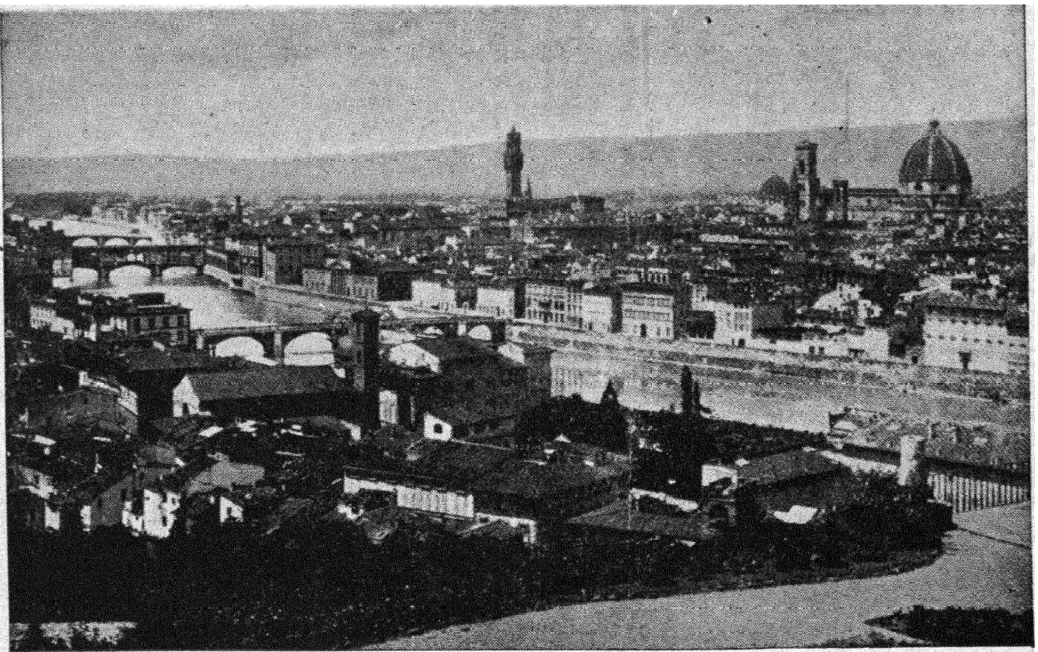
فلارنس یا فرانسیسی تلفظ میں فلورانس جیساکہ نام سے ظاہر ہے، پھولوں والے شہر کے معنی رکھتا ہے۔ تیرھویں صدی میں یہ شہر فیورن تسا کہلاتا تھا۔ جدید اطالوی میں یہ نام مخفف ہو کے فیرن تسے رہ گیا ہے۔ یہ شہر اطالیہ کی قدیم ترین بستیوں میں ہے۔ شہر کے قریب ایک بلندی ہے جو فی زولے Fiesole کہلاتی ہے۔ اٹروسکی دور یعنی تقریباً دو سو سال قبل مسیح میں جب فلارنس کا وجود نہ تھا یہاں آبادی تھی، جیسے حیدر آباد کے آباد ہونے سے پہلے گولکنڈہ ۸۲ء میں سیلا نے اس کو تاخت و تاراج کیا مگر اس کے بعد رومۃ الکبریٰ کے سایے میں جدید فلارنس نے جنم لیا۔ اہلِ روما نے اس نئی آبادی کا نام فلورنشیا Florentia رکھا۔ اس شہر کو بڑا عروج ہوا لیکن جب رومۃ الکبریٰ ہی کا تختہ وحشی جرمانی قبائل نے الٹنا شروع کیا تو فلارنس بھی بار بار تاخت و تاراج ہوتا رہا۔ یہی حالت تقریباً بارھویں صدی کی ابتدا تک رہی، لیکن جب ۱۱۱۵ء میں توسکا (ٹسکنی) کی ملکہ ماتِل دے Matilde کا انتقال ہوا تو فلارنس بڑی ترقی کر چکا تھا۔ تیرھویں صدی میں جب دانتے پیدا ہوا تو فلارنس کی یہ حالت تھی کہ وہ علم و حکمت، فنونِ لطیفہ اور شاعری، دولت اور حشمت میں اطالیہ کے تمام شہروں کا سرتاج تھا۔ اس صدی میں اہلِ فلارنس کی قابلیت اور ذہانت کا یہ عالم تھا کہ پاپائے روم بونی فاتسیو ہشتم نے سنہ ۱۳۰۰ء کے دربار میں یہ دیکھ کر کہ یورپ کی تقریباً تمام عیسائی ریاستوں نے فلارنس ہی کے باشندوں میں سے کسی نہ کسی کو

اپنا سفیر بنا کے بھیجا ہے یہ کہا :

'I Fiorentini Essere Il Quinto Elemento.'

یعنی اہلِ فلارنس عنصرِ خامس ہیں ۔ تیرھویں صدی میں فلارنس ہر طرح پرے کلیز کے عہد کے ایتھنز سے ٹکر کھاتا تھا ۔ وہاں کے باشندوں کی ذکاوت ، امن کا ذوق ، ان کی ذہانت مشہور تھی ۔ ساتھ ہی ساتھ شہر کی دولت بھی بڑھتی جا رہی تھی ۔ شہر میں چوں کہ خوش حالی عام تھی اس لیے معاشی طبقوں کا امتیاز نمایاں نہ معلوم ہوتا تھا ۔ نو دولت شہری Popolani Grassi نوابوں کے عادات اور ان کا تمدن سیکھ رہے تھے ۔ دربار اور درباداری کا چراغ گُل ہو چکا تھا ۔ لیکن درباری آئین کی بہت سی نشانیاں باقی تھیں جن سے روزمرہ کی زندگی میں لطف سا پیدا ہوتا ۔ گویلف دورِ حکومت میں امن اور مساوات کی وجہ سے شہر کی زندگی قابلِ رشک تھی ، بری اور بحری تجارت فروغ پر تھی ۔ تمام شہریوں کے لیے ایک ہی قانون تھا ۔ کوئی شخص بے کار نہ تھا ۔ کوئی شہر فوجی طاقت میں اس کے برابر نہ تھا ۔ یہ دانتے کے بچپن کا زمانہ تھا اور اس کی بہترین تصویر دانتے کے ہم عصر مورخ ولانی Villani نے کھینچی ہے ۔

لیکن یہ نقشہ بگڑنے ہی والا تھا ۔ بہت جلد پستوئیا کے قصبے سے جنگ کا بادل اٹھا جو ابتدا میں کفِ دست سے زیادہ بڑا نہ تھا ۔ لیکن اس بادل سے خون کی وہ بارش ہونے والی تھی جس نے دانتے کی زندگی تلخ کر دی ۔ گویلف جماعت میں پھوٹ پڑی ۔ سیاہ گویلف اور سفید گویلف ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اور فلارنس پر وہ ادبار چھایا جس کا رونا دانتے نے بار بار رویا ہے ۔ اس ہنگامے میں دانتے کو فلارنس سے جلاوطن کیا گیا ۔ اس جلاوطنی میں اس نے طربیۂ خداوندی لکھی ۔ اس کے جسم و جان دونوں فلارنس کے لیے تڑپ رہے تھے ۔



شہرِ فلارنس اور دریائے آرنو

تیرھویں صدی کی ابتدا سے لے کر دانتے کی وفات تک فلارنس کی تاریخ کے اہم واقعات یہ ہیں :-

سنہ ۱۲۰۷ء فلارنس میں پہلے ناظم اعلیٰ Podesta کا تقرر۔

سنہ ۱۲۱۶ء گویلف Guelf اور گی بے لین Ghibellin جماعتیں قائم ہوئیں۔ فلارنس کی دو دشمن جماعتوں میں تقسیم۔

سنہ ۱۲۵۰ء گویلف جماعت کا اقتدار۔ شہریوں کی حکومت قائم ہوئی۔ پستو یا اور قریبی شہروں پر فلارنس کی حکومت۔

سنہ ۱۲۵۰ء کی شہریوں کے سردار کی خدمت قائم کی گئی جس کے چھتیس[۳۶] مددگار تھے۔ ساتھ ہی بارہ بزرگانِ شہر کی ایک مجلس مشاورت قائم کی گئی۔

سنہ ۱۲۵۲ء پہلی بار سونے کے فِلارن Florin (لفظ 'فلارن' 'فلارنس' سے مشتق ہے) رائج ہوئے۔

سنہ ۱۲۶۰ء مونتا پرتی کی لڑائی میں گی بے لین جماعت کی فتح۔

سنہ ۱۲۶۵ء دانتے پیدا ہوا۔

سنہ ۱۲۶۶ء گویلف جماعت پھر غالب آگئی۔ نئی حکومت کا قیام۔

سنہ ۱۲۶۷ء جو گی بے لین شہر میں باقی رہ گئے تھے۔ ان کی جایدادیں ضبط کر لی گئیں۔

سنہ ۱۲۸۹ء کامپال دی نو کی لڑائی جس میں دانتے نے حصّہ لیا۔

سنہ ۱۳۰۰ء سیاہ اور سفید گویلفوں میں پھوٹ۔ سیاہ گویلفوں کی فتح دانتے کے لیے سزائے موت کا حکم ہوا۔ لیکن اس کی تعمیل نہ ہو سکی [دانتے نے 'طربیۂ خداوندی' کے سفر فردوس و جہنم کی تاریخ اسی سال کو قرار دی، حالاں کہ کتاب کئی سال بعد لکھی گئی۔ اس

سال کے بعد سے کتاب کی تحریر کے زمانے تک جو واقعات
پیش آئے انھیں دانتے نے پیشین گوئیوں کے طور پر بیان
کیا ہے۔]

۱۳۰۲ء ۔ دانتے کو فلارنس سے جلاوطن کیا گیا اور اس کی جائداد ضبط
کرلی گئی ۔

۱۳۲۱ء ۔ دانتے کی وفات ۔

۱۳۲۸ء ۔ فلارنس کے عروج و تمدّن کا نیا دور شروع ہوا ۔

یوں تو ہر مصنّف اور شاعر کی زندگی پر اس کے ماحول کے معاشی، سماجی،
اور سیاسی حالات کا اثر پڑتا ہے لیکن فلارنس تو دانتے کی زندگی اور اس کی
شخصیت کا جزوِ لاینفک ہے۔ فردوس میں ایک پورا قطعہ فلارنس کی گزشتہ
عظمت کی تعریف میں ہے اور ایک فلارنس کی موجودہ نکبت پر تاسف میں ۔
جلاوطنی کے زمانے میں اِدھر اُدھر بھٹکتا ہوا جب وہ اپنی عظیم الشان تصنیف
میں مصروف تھا۔ 'فلارنس'، 'اس کے لوگ'، اس کی ندی ، 'اس کی گلیاں،
اس کے سکّے'، اور اس کے حاکم'، اس کی نظروں میں بسے ہوئے تھے۔ چوں کہ
وہ شہنشاہیت پسند تھا اطالیہ سے اسے کوئی خاص محبت نہ تھی ۔ لیکن وہ
فلارنس کا عاشق تھا ۔

(۲)

گی بے لین اور گویلف

نفاق بعض ملکوں کی قسمت میں لکھا ہوتا ہے جیسے ہندستان ۔ یورپ
میں یہی حال صدیوں تک اطالیہ کا رہا۔ اس نفاق کی اصلی بنیاد اطالیہ میں

مذہب اور سیاست کی دو عملی تھی۔ رومۃ الکبریٰ چوں کہ سلطنت کا پایۂ تخت تھا اس لیے عیسائیت کا مستقر بھی بنا اور مذہبی لحاظ سے بھی اس کی تعظیم کی جانے لگی۔ رفتہ رفتہ جب روما کی شہنشاہی عظمت ختم ہونے لگی تو صرف مذہبی عظمت باقی رہ گئی۔ آسٹروگاتھ وحشی قبائل کے سردار تھیوڈورک نے شہر روما کو اپنی سلطنت میں شامل نہیں کیا۔ اسی وقت سے اطالیہ کی قوت مذہب اور سیاست میں بٹ گئی۔ دو طاقتیں ساتھ ساتھ مضبوط ہونے لگیں۔ اِن دو طاقتوں کا دست و گریباں ہونا ضروری تھا۔

لومبارڈ فتوحات کے زمانے میں ملک کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے۔ کچھ شہر لومبارڈوں کے زیرِ اثر آگئے تو کچھ آزاد رہے اور جب یہ حکومت کم زور ہوئی تو شمالی اطالیہ کے بہت سے شہروں کی فوجی طاقت زور پکڑنے لگی اور آپس میں خانہ جنگیاں شروع ہوگئیں۔

جو شہر آزاد رہ گئے تھے، وہ مقدس سلطنتِ روما کے قائم ہونے کے بعد اپنی آزادی برقرار رکھنے کے لیے کبھی پاپائے روم کا ساتھ دیتے تو کبھی شہنشاہ کا۔ اُس زمانے میں متحد اطالوی قومیت کا تصور پیدا نہیں ہوا تھا۔ حُبِّ وطن سے اپنے شہر کی محبت مراد لی جاتی تھی۔ کچھ عرصے بعد اس جذبے کی بھی جگہ گویلف اور گی بے لین فرقہ بندی نے لے لی۔

وینس، میلان، جینوآ، بولونیا، فلارنس، پروجیا، امالفی، لوکا اور پی سا میں جمہوری حکومتیں تھیں مگر ہر ایک کا نظام جداگانہ تھا، اور تمدن میں انفرادیت تھی مگر یہ تمام تمدن ایک عام اطالوی تمدن کے جز تھے۔ پھر بھی قرونِ وسطیٰ کی اطالوی سیاست یا ادب یا آرٹ کا مطالعہ ایک قومی ادب یا سیاست یا آرٹ کا مطالعہ نہیں۔ ہر شہر کی انفرادی خصوصیت سیاسی اور اجمالی اظہار میں نمایاں معلوم ہوتی ہے۔ ہر شہر کی

معاشی زندگی بھی مختلف تھی۔ وے نس، جینوآ، امالفی اور پی سا اپنے بحری تجارتی بیڑوں کے زور پر ترقی کر رہے تھے۔ میلان کا ساہوکارہ مشہور تھا بولونیا اور پے دوا اور وی چن تسا میں بڑی بڑی یونیورسٹیاں تھیں جہاں لوگ تحصیلِ علم کے لیے کھنچ کھنچ کے آتے۔ سیاسی اعتبار سے کچھ شہر اپنے روابط مشرقی بازنطینی سلطنت سے بڑھاتے تو کچھ فرانس سے، اور کچھ ہسپانیہ سے۔ شمالی اطالیہ پر جرمنی کا اثر تھا اور جنوب اور وسط کو مسلمانوں کے بحری حملوں کی وجہ سے سکون نہیں تھا۔ ان شہروں میں ایسی دشمنی اور رقابت تھی، جیسے آج کل مختلف ممالک میں ہوتی ہے۔ پی سا نے امالفی کو تباہ کیا، جینوآ نے پی سا کو، اور جینوآ کو وے نس نے، فلارنس نے اس لیے پی سا پر قبضہ کیا کہ اسے سمندر تک راستے کی ضرورت تھی۔ شہروں کی اس کشمکش، اس باہمی نزاع کا سب سے بڑا شاعر دانتے ہے۔ وہ بے تکلف رومانیا اور بولونیا اور پی سا کو گالیاں دیتا ہے اور ان شہروں کی ہجویں لکھتا ہے۔ باوجود اس کے کہ اُسے خود اپنے وطن فلارنس سے بڑی محبت ہے وہ اس کی بھی شکایت اور ہجو سے باز نہیں آتا۔ لیکن ان شہروں کے باہمی حسد، ان کے باشندوں کی تنگ نظری اور عصبیت، ان کی ذہنیتوں کی گندگی کی جتنی اچھی تصویریں دانتے نے کھینچی ہیں، اٹھارویں صدی سے پہلے کسی اور تمدن کی اتنی اچھی ہجو شاید ہی کہیں لکھی گئی ہو۔

قصّہ مختصر، یہ اطالوی شہر پاپائے روم کے مذہبی اقتدار اور مقدّس سلطنتِ روما کے شہنشاہی اقتدار کو اصولوں کی حد تک تسلیم کرتے تھے۔ لیکن اگر کوئی شہنشاہ اپنے امیروں کو ان شہروں کا حاکم مقرر کرتا تو شہر کے باشندے شہری اسقف کے ساتھ مل کے ضرور بغاوت کرتے۔ شاہی حاکم یا امیر کو

شہر کے باہر اپنے قلعے میں پناہ لینی پڑتی۔ اسقف، شہر کے ذی اثر لوگوں کی مدد سے حکومت کرتا۔ سیاست پر عوام Popolo حاوی ہونے لگے۔ Popolo کے لفظی معنی تو عوام کے ہیں، لیکن در اصل ان سے انتہائی ذی وجاہت اور ذی اثر خاندانوں کے ارکان مراد تھے۔ تقریباً انھی معنوں میں آج کل انگلستان کے دارالعوام میں 'عوام' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ رفتہ رفتہ 'عوام' کا مفہوم ان شہروں میں وسیع ہونے لگا، اور نچلے طبقوں کے لوگ بھی ان میں شامل کیے جانے لگے۔ اس پر Popolo کئی قسمیں قرار دی گئیں مثلاً Popolo Grasso اور Primo Popolo وغیرہ۔ جوں جوں عوام الناس حکومت میں حصہ لینے لگے حقیقی جمہوریت قائم ہونے لگی۔ پھر یہ شہری جنھوں نے اسقف کی مدد سے شہنشاہی حکومت سے بغاوت کی تھی، شہنشاہوں سے یہ حق بھی مانگنے لگے کہ وہی اپنے اپنے اسقفوں کو چنیں اور ۱۱۲۲ء کی لڑائی War of Investitures کے بعد یہ حق انھیں مل گیا۔

یہ جنگ گویا مقدس سلطنتِ روما کے جرمن اثر کے مقابل اطالوی شہروں کی جنگ آزادی تھی۔ شہریوں کو پاپائے روم گری گوری ہفتم کی سرپرستی حاصل تھی۔ اس کے بعد جو پھوٹ پڑی وہ ایسی تھی کہ شہروں کی باہمی رقابت اس کے سامنے کوئی چیز نہ تھی۔ یہ نئی پھوٹ گویلف اور گی بے لین جماعتوں کا نزاع تھا۔

مقدس سلطنتِ روما کے شہنشاہی نظام میں ایک ایسی طاقت نمودار ہوئی جس نے اس کی کوشش کی کہ تمام اطالیہ کو متحد کر کے سلطنت کا ایک حصہ بنا یا جائے اور باہمی خانہ جنگی کا انسداد کیا جائے۔ یہ ہوہن اشتا فین

Hohenstaufen خاندان کا اقتدار شہنشاہی تھا۔ ۱۱۵۲ء میں فریڈرک بار باروسا کو شہنشاہ منتخب کیا گیا۔ اس نے لومبارڈی پہنچ کے شمالی اطالیہ کو دو گروہوں میں منقسم کیا۔ لیکن اِن دونوں گروہوں نے پاپا۔ الگزنڈر سوم سے مل کر اُس کے خلاف بغاوت کی۔ ۱۱۸۳ء میں لے نیانو Legnano کی لڑائی میں بار باروسا کو اپنی کمزوری کا علم ہوا۔ شہنشاہ نے اِن کے حقوق خود مختاری کو بڑی حد تک تسلیم کر لیا۔ دوسری طرف ان شہروں کو شہنشاہی اثر کی بے طاقت شان و شوکت بھی ناپسند نہ تھی۔ اب صلح ہونے کے بعد شہنشاہی اُمرا جو بغاوت کے زمانوں میں بھاگ کے اپنے قلعوں میں رہنے لگے تھے، شہروں کو واپس آنے لگے اور شہروں میں مکانات بنوانے لگے۔ بار باروسا نے ان اُمرا اور شہریوں دونوں پر غیر جانب داری سے حکومت کرنے کے لیے غیر ملکی نظما کا تقرر کیا۔ شہر کا یہ ناظم پودستا Podesta کہلاتا تھا۔ رفتہ رفتہ یہ شہر کے ناظم کا عام لقب ہو گیا خواہ اسے شہنشاہ انتخاب کرتا یا شہری خود چُنتے۔

۱۲۱۲ء میں فریڈرک ثانی تخت نشین ہوا۔ اس شہنشاہ کی شخصیت کئی اعتبار سے اکبر اعظم سے ملتی جلتی ہے۔ اس کے دربار کا بھی وہی طنطنہ اور دبدبہ تھا۔ مذہبی اثرات سے وہ بھی اسی قدر آزاد تھا۔ اور ہر مذہب اور ملت کے عُلما اِس کے دربار میں جمع تھے۔ پرووانس اور اطالیہ کے شعرا، یہودی اور عرب علما سب ہی اُس کے دربار کی زینت تھے۔ نیپلز میں اس نے ایک یونیورسٹی قائم کی جہاں علومِ اسلامیہ کی بھی تعلیم دی جاتی تھی اور جس کا اثر یورپ کے فلسفے اور سائنس پر بہت گہرا پڑا۔ سیاسی تدبر میں بھی کئی لحاظ سے یہ شہنشاہ اکبر کا سا تھا۔ جس طرح اکبر ہندستان میں ایک متحد قومیت

کی بنیاد ڈالنا چاہتا تھا۔ اسی طرح فریڈرک کا بھی یہ منشا تھا کہ وہ مقدّس سلطنتِ روما کے نظام کے اندر اطالیہ اور صقلیہ کو متحد کر کے ایک قوم بنائے۔ اسے اکبر سے زیادہ ناکامی ہوئی کیوں کہ یہاں پاپائے روم سے مقابلہ تھا مگر ایسا ہو جاتا تو پاپائے روم کی طاقت ختم ہو جاتی۔ پاپاؤں نے ہوین اشتا ؤفین خاندان کی کمر توڑنے کا مصمم عزم کر لیا۔

چنانچہ پورا اطالیہ اپنی تاریخ کی ہیبت ترین خانہ جنگی میں مبتلا ہو گیا۔ ایک فریق جو شہریوں اور حرّیت پسندوں پر مشتمل تھا۔ گویلف Guelf کہلانے لگا۔ اس جماعت میں تجارت اور صنعت کو ترقی دینے والے لوگ شامل تھے اور اسے پاپائے روم کی سرپرستی حاصل تھی۔

مخالف فریق گی بے لین Ghibelline کہلاتے تھے۔ اس جماعت کے ارکان وہ اُمرا تھے جنھیں حقوقِ شہریت مل گئے تھے۔ اس میں جنگ جُو، شہسوار اور امیر طبقوں کے لوگ شامل تھے۔ یہ جماعت جاگیردارانہ نظام کی حامی تھی اور اسے شہنشاہی سرپرستی حاصل تھی۔

ان دونوں جماعتوں میں سخت خوں ریزیاں ہوتی رہیں۔ جب کسی شہر میں ایک فریق کی فتح ہوتی تو شہر کے نصف کے قریب آبادی کا صفایا کر دیا جاتا جو دوسرے فریق پر مشتمل ہوتی۔ دوسری جماعت کے لوگ پاس کے کسی شہر میں پناہ لیتے اور وہاں اپنی جماعت کے لوگوں سے مل کر پھر اپنے شہر پر حملہ کرتے اور فریقِ مخالف کی آبادی کا قتلِ عام کرتے یا اُن کی جایدادیں ضبط کرتے اسی طرح شہروں کی رقابت کی اہمیت ثانوی ہو گئی اور گویلف اور گی بے لین فرقوں میں سارا اطالیہ آدھا آدھا بٹ گیا۔

یہ دونوں فرقے دراصل شہنشاہیت اور پاپائیت کی پرانی لڑائی کی نئی

اور مہیب تر شکل تھے۔ لیکن یہ نفاق ایسی زہرناک صورت اختیار کر گیا کہ صدیوں تک اطالیہ اس کے انجام سے پنپ نہ سکا۔ باہمی منافرت کا یہ عالم تھا کہ گویلف اپنی ٹوپیوں میں ایک طرف پَر لگاتے تو گی بے لین دوسری طرف۔ گویلف میز پر ایک طرح پھل کاٹتے تو گی بے لین دوسری طرح۔ گی بے لین اپنے کوٹ پر سفید گلاب لگاتے تو گویلف سرخ گلاب۔ انگڑائی لینے، راستہ چلنے، بات کرنے اور قسمیں کھانے میں گویلف اور گی بے لین پہچانے جا سکتے تھے۔ ایک خاندان دوسرے خاندان کا دشمن تھا۔ رومیو اور جولیٹ کا قصہ اسی نزاع کی یادگار ہے۔

۱۲۶۶ء میں فریڈرک ثانی کے بیٹے مان فریدو (مین فریڈ) نے دوبار پاپائی فوجوں کو شکست فاش دی تو پاپا اربان چہارم نے جو فرانسیسی نژاد تھا، فرانس کے بادشاہ لوئی نہم کے بھائی شارل دآنژو Charles D'Anjou کو سسلی کے تخت کی دعوت دی۔ کچھ عرصے بعد ایک اور فرانسیسی نژاد پاپا کلیمان چہارم نے پھر اسی قسم کی دعوت دی۔ اور فرانسیسی فوج نے پہلے مین فریڈ اور پھر فریڈرک کے پوتے کون راڈِن Konradin کی فوجوں کو شکست دے کے متحد اطالیہ اور شہنشاہیت کے اقتدارِ اعلیٰ کا صدیوں کے لیے خاتمہ کر دیا۔ پاپائی اقتدار اور گویلف جماعت کو کامل فتح حاصل ہوئی۔ مگر پاپائیت فرانسیسی اقتدار کی محکوم ہونے لگی اور خانہ جنگیاں کم نہ ہوئیں۔ دانتے نے جلا وطنی کے عالم میں اپنی پہاڑی پناہ گاہ سے دعائیں کیں کہ مقدس سلطنتِ روما کا اقتدار پھر سے قائم ہو، ملک متحد ہو جائے اور پھر سے امن چین ملے۔ مقدس سلطنتِ روما کا نیا شہنشاہ لکسم برگ کے شاہی خاندان کا ہنری ہفتم اطالیہ آیا مگر کچھ نہ کر سکا۔ پاپائیت کو بالآخر فرانسیسی مدد کی پوری قیمت ادا کرنی پڑی یعنی فرانس کی غلامی کرنی پڑی۔ پاپاؤں نے روم کا مستقر بجائے روما کے جنوبی فرانس میں شہر اوی نیاں Avignon

قرار پایا۔ شہنشاہ ہنری ہفتم کی وفات اور ۱۳۱۳ء میں پاپائے روم کے اوی نیاں ہجرت کرنے کے بعد شہروں میں سے اکثر پر گویلف جماعت ہی کا راج رہا۔ فلارنس اِس جماعت کا مرکز تھا۔ دانتے جلا وطن تھا۔

اس پُرآشوب زمانے میں دانتے کی زندگی کا بڑا حصّہ گزرا تھا۔ ’طربیۂ خداوندی‘ کے فن اور نفسِ مضمون پر اس خانہ جنگی کا جو اثر ہوا وہ معمولی نہ تھا۔ اگر اس شاہ کار کو ایک بہت بڑے ڈرامے سے تشبیہ دی جائے تو اس کے کردار یہی شورش پسند گویلف اور گی بے لین ہیں۔ یہی دانتے کی ساری دماغی کوفت کا باعث ہیں۔ انھی کی وجہ سے ”جہنّم“ میں کہیں کہیں گوئٹے کی Walpurgis Nacht کی سی کیفیت جا بجا پیدا ہو جاتی ہے۔

دانتے کے خاندان کا گویلف جماعت سے تعلق تھا لیکن اُسے خود گی بے لین جماعت سے ہمدردی تھی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ اس کے خیال میں شہنشاہیت کا زوردار پنجہ ہی امن قائم رکھ سکتا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ شہنشاہیت کے ساتھ بیرونی غیر ملکی سیاسی اقتدار کا عائد ہونا بھی ضروری تھا لیکن اس وقت تک قومیّت اور وطن پرستی کے تخیّل نے زیادہ ترقی نہیں کی تھی۔ آزادی سے زیادہ دانتے کے خیال میں امن و انتظام کی ضرورت تھی۔ اس کی طبیعت امیرانہ تھی، نشاۃِ ثانیہ کی جمہوریت پسندانہ تحریکوں کی صُبح کاذب سے اُسے ہمدردی تھی تو صرف انصاف کی حد تک۔ ورنہ اس کا اپنا نقطۂ نظر قرونِ وسطیٰ کا تھا۔

قرونِ وسطیٰ میں عام طور پر یہ خیال جڑ پکڑ چکا تھا کہ خدائے تعالےٰ نے امن کے ساتھ حکومت کرنے کی خدمت سلطنتِ روما کے سپرد کی تھی۔ یہ خیال پہلے آروسیس Orosius نے ظاہر کیا تھا جو فنِ تاریخ میں دانتے کا معنوی

اُستوار ہی۔ اس کی حجت یہ تھی کہ رومی شہنشاہ آگسٹس ہی کے دورِ حکومت میں دنیا نے پہلی بار امن وسکون پایا۔ اور اسی دورِ حکومت میں حضرت عیسیٰ پیدا ہوے۔

دانتے نے اپنے سیاسی خیالات اپنے لاطینی رسالے میں ظاہر کیے جس کا نام اس نے De Monarchia رکھا۔ اس کتاب میں بحث کے بعد دانتے نے تین نتیجے پیش کیے ہیں: ایک تو یہ کہ خدا کی مشیت یہ ہی کہ انسان کو ایک عالم گیر سلطنت کی ضرورت ہی۔ دوسرے یہ کہ خداے تعالےٰ نے رومتہ الکبریٰ کی سلطنت کو اسی لیے فروغ دیا کہ وہ یہ ضرورت پوری کرے۔ تیسرے یہ کہ رومتہ الکبریٰ کے شہنشاہ کو حقِ شہنشاہی خدا نے عطا کیا ہی نہ کہ پاپاے روم نے۔

اس طرح دانتے اس زمانے میں مقدس سلطنتِ روما کا بڑا اہم حامی تھا۔ یہی خیالات اس نے بار بار "طربیۂ خداوندی" میں ظاہر کیے ہیں۔

De monarchia شہنشاہیت کے متعلق محض دانتے کے خیالات کا مجموعہ نہیں۔ یہ فلسفۂ تاریخِ دستور پر یورپ میں سب سے پہلی کتاب ہی، اور سب کی بنیاد ہی۔ اطالیہ میں شہنشاہیت اور پاپائیت کی دوعملی وجہ سے جو طوفانِ بدتمیزی برپا تھا دانتے نے اس کا مداوا تجویز کیا ہی۔ شہنشاہت، پاپائیت کی غلام نہ ہو مگر اس کی دشمن بھی نہ ہو۔ کیوں کہ اگر لطفِ خداوندی نے انسانی امن وامان کے لیے شہنشاہیت کو مقرر کیا ہی تو کلیسا بھی اسی لطف کا مظہر ہی۔

(۳)

مذہب اور فکر

بہت سے لوگوں کا یہ خیال ہی کہ دانتے کی شہرت اور اس کی قدر کی بڑی وجہ یہ ہی کہ اس کا نفس مضمون مذہبی ہی۔ لیکن ہم دیکھ چکے ہیں کہ سیاسی اعتبار

سے دانتے پاپائیت کے اقتدار کا مخالف تھا۔ وہ کیتھولک تھا مگر بہت سے پاپاؤں کو اُس نے جہنّم میں جگہ دی۔ اس نے "دوزخ" اور "جنت" کا جو نقشہ کھینچا ہے، اس میں شک نہیں کہ اس کی بنیاد مذہب پر ہے، لیکن اس بنیاد پر جو عالی شان عمارت تعمیر ہوئی ہے وہ اُس کی اپنی آزاد فکر اور آزاد ہنر کا نتیجہ ہے۔

ہر شاعر کو اس عہد کے ذہنی ماحول کے پس منظر کے ساتھ جانچنا چاہیے۔ کیتھولک فلسفۂ حیات و آخرت تیرھویں صدی کی ذہنی زندگی پر اسی طرح حاوی تھا جیسے آج کل فرائڈ اور کارل مارکس کے افکار۔ فرق اتنا ہے کہ موجودہ زمانے میں بحث و تردید کی جتنی آزادی ہے جتنے واقعے ہیں اور جیسا زور ہے، وہ اس زمانے میں ممکن نہ تھا۔ دانتے کی ذہنی آزادی کا ہمیں جا بجا پتا چلتا ہے۔ اس نے ابنِ رُشد، ابی سینا، اور صلاح الدین کو جہنّم سے باہر جگہ دی ہے۔ ان کی غلطی محض اتنی ہے کہ انھوں نے عیسائیت کے نور سے استفادہ نہ کیا، اس لیے وہ خدا کے دیدار سے ہمیشہ کے لیے محروم رہیں گے۔ اس سے زیادہ اور کوئی سزا دانتے نے ان کے لیے تجویز نہیں کی۔

تیرھویں صدی میں یورپ کے ذہنی تمدّن کی حد تک وحدت حاصل تھی۔ عیسائی اور رومی، یونانی اور عرب اثرات کا امتزاج ہو چکا تھا۔ کچھ ہی عرصے بعد نشاۃِ ثانیہ کی روشنی نگاہوں کو خیرہ کرنے والی تھی اور یورپی تمدن کی اس وحدت میں انتشار پیدا ہونے والا تھا۔ مگر دانتے کے وقت تک لیونارڈو دا ونچی اور دی کلِفت کے خیالات اور زاویہ ہائے حیات کتمِ عدم میں پوشیدہ تھے۔ کہیں کہیں صبحِ کاذب کی طرح نشاۃِ ثانیہ کی ابتدا کے آثار تھے، مگر یہ نامحسوس سے تھے۔

تیرھویں صدی کے اس مُتّحد اور امتزاج یافتہ تمدّن کی بنیاد کیتھولک

عیسائیت پر تھی۔ سینٹ آگسٹین ایک شمالی افریقی راہب تھا، اس نے جو نظام فلسفہ مذہب متعین کیا، عرصے تک وہی قرونِ وسطیٰ میں ذہنی اور مذہبی زندگی کا معیار رہا۔ انسانوں کے بنائے ہوئے شہروں کے مقابل اُس نے خدا کے شہر کا تصوّر پھیلایا تھا۔ وقت کے تقابل زمانِ جاوداں کا تصوّر اور گناہ کے مقابل کمال کا تصوّر۔ سینٹ آگسٹین نے روحانی اور مادّی زندگی کو تقریباً ایک دوسرے کی ضد قرار دیا تھا لیکن کچھ عرصے بعد خیالات میں تبدیلی ہونے لگی۔

ابنِ رُشد نے ارسطو کے ترجمے پر جو شرح لکھی تھی وہ اور ارسطو کی تصانیف، دونوں اسی زمانے میں یورپ کے اعلیٰ مفکّرین میں مقبول ہونے لگے۔ یہاں تک کہ جامعہ پیرس کو ارسطو کی تعلیم کی وجہ سے تشویش سی ہونے لگی کیوں کہ مذہبی اعتقاد پر بڑا اثر پڑ رہا تھا۔ ارسطو وقت کے جاوداں ہونے اور ذہن کے غیر تخلیق شدہ ہونے کا قائل تھا۔ وہ یہ کہتا تھا کہ دانشِ خداوندی انسان کے اندر کام کرتی ہے

ارسطو اور ابنِ رُشد کے پیرووں میں سب سے زیادہ مشہور سیگر دے براباں Siger De Brabant تھا۔ وہ اور اس کے حامی اس کے قائل تھے کہ اعتقادِ ذاتی غیر محتاج اور بے نیاز ہے۔ دوسرے یہ کہ عقل ذاتی بھی اسی طرح بے نیاز اور غیر محتاج ہے۔

ان خیالات سے پاپائیت کے اثر اور اقتدار پر کاری ضرب لگتی تھی۔ کلیسا کو اس کی فکر تھی کہ یا تو یہ خیالات نیست و نابود کر دیے جائیں، چنانچہ سیگر کو سزا دی گئی، یا یہ کہ ان خیالات کو اس طرح ڈھالا جائے کہ ان میں مذہب سے تضاد باقی نہ رہے۔

ارسطو کو عربی ترجمے ہی میں مگر ابنِ رُشد کی شرح سے الگ کر کے پڑھنے کے بعد سینٹ تاس اکوی ناس Thomas Aquinas نے اُسے

اس طرح بیان کیا کہ وہی فلسفہ جو پہلے کیتھولک عقائد سے متضاد معلوم ہوتا تھا۔ اب کیتھولک مذہب کی تشریح و دلیل کا ذریعہ بننے لگا۔ مسلمان مفکرین بھی اسی طرح کام یابی کے ساتھ یونانی فلسفے اور اسلامی تعلیم میں امتزاج پیدا کر چکے تھے۔ اکوی ناس نے کیتھولک عیسائیت کے لیے وہی کام کیا جو امام غزالیؒ نے اسلام کے لیے کیا تھا۔ اسی زمانے میں ایک جرمن راہب آلبرٹ باشندہ کولون نے بھی ارسطو کے فلسفے کو کیتھولک مذہب کے لیے فلسفۂ دماغ بنایا۔ آلبرٹ بہت بڑا مجتہد تھا۔ تامس اکوی ناس کو منطقی استدلال میں کمال حاصل تھا۔ انھی دونوں کے سر اس کا سہرا ہے کہ انھوں نے پہلی بار یونانی اور عیسائی فلسفے کا امتزاج کر کے یورپ کو ایک واحد ذہنی تمدن عنایت کیا۔ اور نشاۃِ ثانیہ کے عروج تک ان کا راج رہا۔

تامس اکوی ناس کا کہنا یہ تھا کہ اعتقاد اور عقل میں کوئی تضاد نہیں۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ عقل کو اعتقاد کی بلا ثبوت و شہادت پیروی کرنی چاہیے۔ اس کے سارے استدلال کی بنیاد عقلی شہادتوں پر تھی۔ استدلال سے اُس نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ صحائفِ آسمانی میں جو کچھ تحریر ہے اسے عقل تسلیم کرتی ہے۔ کیتھولک عقیدے میں عکسوں کی پرستش کو بھی اس نے اس سلسلۂ بحث میں جائز قرار دیا۔ اس نے اس امر کو بہت اہمیت دی کہ صحیح اعتقاد مذہبی کے بغیر نجات ممکن نہیں۔ دانتے نے اس کی پیروی کی ہے۔ جن لوگوں کو بپتسمہ نہیں ملا انھیں نجات نہیں مل سکتی۔ اس لیے دانتے نے ایسے لوگوں کو اعراف یا لِمبو میں رکھا ہے۔

تامس اکوی ناس نے ایک جگہ یہ بھی بیان کیا ہے کہ بزرگانِ دین گناہ گاروں کو عذاب میں مبتلا دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ بہت سے لوگ تامس پر اس وجہ سے

اعتراض بھی کرتے ہیں۔ لیکن تامس محض یہ کہنا چاہتا تھا کہ انصافِ خداوندی رحم پر مقدم ہے۔ اگر خدا کسی کو سزا دینا ہی انصاف سمجھتا ہے تو پھر رحم کا کیا موقع ہے۔ بزرگانِ دین کو جو خوشی حاصل ہوتی ہوگی وہ ایسی ہی ہوگی جیسے ہم کو کسی حزنیہ ڈرامے کے ختم پر بدمعاشوں اور قاتلوں کو سزا پاتے دیکھ کر ہوتی ہے۔ دانتے نے اس مسئلے میں تامس اکوی ناس کے خیالات کی ایک حد تک پیروی کی ہے۔ بہت سے گناہ گاروں کو سزا بھگتتے دیکھ کر وہ خوش ہوتا ہے۔ ایک موقع پر تو وہ ایک گناہ گار کی اذیت کم کرنے کا وعدہ کرتا ہے مگر یہ وعدہ پورا نہیں کرتا کیوں کہ یہ انصافِ خداوندی میں دخل اندازی کے مترادف ہے۔ دانتے کو اکثر گناہ گاروں کی اذیت دیکھ کر تکلیف اور دہشت ہوتی ہے مگر یہ تقاضائے بشریت ہے۔ ایک حد تک اس کا تعلق "طرزِ بیان" سے بھی ہے اور اس کا مقصد اثر آفرینی اور دہشت انگیزی ہے۔

یہ تو چند اہم اور نمایاں تتبعات کا ذکر تھا۔ لیکن مجموعی طور پر بھی دانتے فلسفۂ مذہب میں تامس اکوی ناس کا پیرو تھا۔ 'فردوس' میں وہ اس سے بہت کچھ سنتا اور سیکھتا ہے لیکن یہاں ان تمام تفصیلات فلسفۂ مذہب کا ذکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ دانتے کی "طربیۂ خداوندی" میں جو فلسفیانہ ٹکڑے آگئے ہیں ان کا منطقی استدلال اس قدر جامع ہے کہ سمجھنے میں کوئی خاص دقت نہیں ہوتی۔

مسٹر ٹی۔ اس۔ ایلیٹ نے جو بیسویں صدی کے کیتھولک شعرا اور انگریزی نقادوں میں اوّلین مرتبہ رکھتے ہیں، دانتے کے متعلق لکھتے ہیں: "یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ طربیۂ خداوندی کے بعض حصے ایسے ہیں جن سے صرف کیتھولک یا ماہرینِ علومِ قرونِ وسطیٰ لطف اٹھا سکتے ہیں۔ اس موقع پر میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کر سکتا کہ وثوق کے ساتھ یہ کہوں کہ فلسفیانہ 'یقین' اور شاعرانہ 'قبولیت'

میں بڑا فرق ہے۔" آگے چل کر مسٹر ایلیٹ نے اس اجمال کی یہ تفصیل کی ہے کہ دانتے من حیث الانسان اور دانتے من حیث الشاعر میں بڑا فرق ہے۔ بہ حیثیت انسان کے اُسے تامس کے کیتھولک فلسفۂ مذہب پر فلسفیانہ یقین تھا۔ لیکن یہی فلسفیانہ یقین شاعری کا قالب اختیار کرکے ایک بالکل دوسری چیز بن جاتا ہے۔ دانتے کی طربیۂ خداوندی پڑھتے وقت اس کے فلسفۂ مذہب پر یقین کی ضرورت نہیں بلکہ "یقین کے تعطل" کی ضرورت ہے۔

یہ بھی نہ بھولنا چاہیے کہ دانتے کیتھولک پاپائیت کے سیاسی اقتدار کے مقابل شہنشاہی اقتدار کا حامی تھا۔

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یونانی اور رومی علم الاصنام کا بھی "طربیۂ خداوندی" کی تعمیر اور ترکیب میں بڑا دخل ہے۔ اِس میں کوئی شک نہیں کہ ملٹن نے بھی تشبیہات اور مثالوں کے لیے یونانی علم الاصنام سے بڑی مدد لی، مگر صرف آرائش کی حد تک۔ اس کے برعکس دانتے کی کتاب میں یونانی دیوتا کرداروں کی حیثیت رکھتے ہیں (ملٹن کے پاس اس کی ایک ہی آدھ مثال موجود ہے) یونانی صنمیات کے قصوں کو دانتے اتنی ہی اہمیت دیتا ہے جتنی توریت اور انجیل میں مندرج قصّوں کو۔ می نوس، پلوٹو، قنطور نویں حلقے کے اطراف دیو اور اسی طرح اور بہت سے کردار "جہنّم" میں مستقل حیثیتیں رکھتے ہیں۔ گناہ گاروں میں بھی بہت سے کردار ایسے ہیں جنھوں نے یونانی صنمیات ہی میں جنم لیا تھا۔ خدائے عیسائیت اور یونانی زیس Zeus کو بار بار ایک ہی سمجھا گیا ہے۔ بہ ظاہر یہ عجیب معلوم ہوتا ہے لیکن درحقیقت عجیب نہیں، کیوں کہ رومی مذہب نے عیسائیت پر بہت سے اثرات چھوڑے تھے۔ مسیح و مریم کے مجسموں اور تصویروں کی پرستش اسی اثر کے باعث کیتھولک عیسائیت میں جائز سمجھی جاتی تھی، دانتے کی تشبیہات

اس کے لفظی مرقعوں، اس کے فنِ تعمیر میں بھی کیتھولک مذہب کی عکس پرستی جھلکتی ہے۔ دانتے ہو یا میکائیل آنجلو یا لوشیا دے لا روبیا سب کا ماخذ ایک ہی ہے۔

(۴)

'طرزِ لطیف و نو'

تیرھویں صدی کی فلارن تی نی اطالوی زبان اور اپنے طرز کا نام خود اسی نے 'طرزِ لطیف و نو' Dolce Stil Nuovo رکھا۔ دانتے سے اطالوی کے عنفوانِ شباب کا زمانہ شروع ہوتا ہے اور اس زبان کا بچپن ختم ہوتا ہے۔

جب رومۃ الکبریٰ کی سلطنت کی طرح لاطینی زبان کی حکومت کا زور بھی کم ہُوا تو لاطینی ہی سے بہت سی شاخیں پھوٹ نکلیں۔ دوسری شاخوں کے مقابل اطالوی کا نشوونما ذرا دیر میں ہوا۔ اس کی بڑی وجہ یہ تھی کہ قدرتی طور پر لاطینی زبان کا اثر اپنے اصلی وطن اطالیہ میں زیادہ گہرا اور زیادہ دیرپا تھا۔ فرانس میں نظام جاگیرداری اور پروونس میں شہسواری اور اُس کے متوازن عاشقانہ تخیلات اِن دو خطّوں کی زبانوں کو پروان چڑھاتے رہے۔ مگر شروع شروع میں اطالیہ میں اس قسم کے حالات کا گہرا اثر نہ تھا۔ دربار ہی میں عاشقانہ شاعری فروغ پاتی ہے۔ بارھویں صدی کے نصف کے آخر تک، جب تک صقلیہ میں ہوہن اشتاوفین Hohenstaufen خاندان کا راج نہ ہوا، اطالیہ میں کوئی دربار ایسا نہ تھا جو شعر و سخن کی سرپرستی کرتا۔

جس طرح اطالیہ میں شروع ہی سے ایک واحد قومیت کی تعمیر مشکل ہوتی تھی، اسی طرح شروع شروع میں مختلف اطالوی بولیوں کے ایک زبان بننے میں بھی بہت دقّت ہوئی۔ صوبے صوبے کی بولی ایک دوسرے سے ملتی جُلتی

ضرور تھی مگر ایس میں اتنا فرق تھا جیسا دورِ وسطیٰ کی شمالی، متوسط، اور جنوبی انگریزی بولیوں میں۔

چوں کہ پورے اطالیہ کی کوئی عام معیاری زبان نہ تھی، اس لیے اس زمانے میں جب پروانسال اور فرانسیسی زبانوں میں اعلیٰ شاعری کا عروج شروع ہو چکا تھا، اطالوی مصنفین تحریر کے لیے لاطینی ہی کو استعمال کرتے تھے لیکن پروانس اور فرانس میں شاعری کی جو آگ گیارھویں اور بارھویں صدیوں میں بھڑکی اس کا یورپ بھر میں پھیلنا ضروری تھا۔ اطالیہ کے جدید ادب کے پہلے دور کو اگر لاطینی دور کہا جائے تو دوسرے دور کو فرانکو اطالوی دور کہنا چاہیے۔ اس کو لومبارد دور بھی کہتے ہیں، اس لیے کہ فرانسیسی اور پروانسال اثرات سب سے زیادہ صوبہ لومباردی میں پروان چڑھے۔ ان شاعروں نے نہ صرف فرانسیسی طرز اختیار کیا بلکہ فرانسیسی اور پروانسال زبانوں ہی میں شاعری کی۔ جس زمانے میں ان دو غیر ملکی زبانوں کا شمالی اطالیہ میں انتہائی عروج تھا، امرا گھروں میں یہی زبانیں بولتے تھے۔ لیکن عوام الناس کی زبان لومباردی اطالوی بولی تھی، فرانسیسی قصے مثلاً رولاں وغیرہ کی کہانیاں اتنی مقبول تھیں کہ انھیں ایک دوغلی زبان میں لکھا جانے لگا جو "فرانکو اتالیا" کہلاتی تھی اور ترے وی سو کے قرب وجوار میں بہت مقبول تھی یہ دور بارھویں صدی کے آخر سے تیرھویں صدی کے نصف اوّل تک رہا۔ دانتے نے ان حالات کا ایک جگہ ذکر کیا ہے:

In Sul Paese Ch' Adige e Po Riga,

Solea Valore e Cortesia Trovarsi

Prima che Fedrigo Avesse Briga.

(اس سرزمین میں جس کو دریائے ادی گے اور پو سیراب

کرتے ہیں، اس زمانے میں اعزاز و آداب کا رواج تھا جب تک
فریڈرک کی مخالفت نہیں کی گئی تھی۔]

فرانسیسی کا اثر اتنا حاوی تھا کہ دانتے کے استاد برونتو لاتی نی نے اپنی کتاب ذخیرہ (Tesore) فرانسیسی ہی میں لکھی۔ اس کے باوجود کہ دانتے اور اس کے دوست گویدو کاول کانتی نے "طرزِ لطیف ونو" سے فرانسیسی اثر کو شکستِ فاش دی۔ چودھویں صدی تک اطالیہ میں لوگ فرانسیسی میں تصنیف و تالیف کرتے رہے۔ اور دانتے نے اپنی کتاب Convito میں اُن اُلٹے دماغ کے لوگوں کی شکایت کی ہے جو اپنی زبان کو حقیقت سمجھ کے دوسروں کی عامیانہ زبان میں کتابیں لکھتے ہیں۔

لیکن یہ فرانسیسی اثر کا ہی نتیجہ تھا کہ تمام اطالوی بولیوں میں ادبی شان پیدا ہونے لگی۔ ان سب بولیوں میں فرانسیسی سے شہسواری کے قصے ترجمے ہونے لگے۔ اور رولاں کی داستان بہت مقبول ہونے لگی یہ تبدیلی حیرت انگیز تھی اور دانتے نے اپنی کتاب De Vulgari Eloquio میں اس کا ذکر کیا ہے۔

جب شمالی اطالیہ میں فرانسیسی اور پرووانسال اثرات کا زور تھا، یہی زور ان کا جنوبی اطالیہ اور صقلیہ میں ہوہن اشتاؤفین خاندان کے بادشاہوں کے دربار میں بھی تھا۔ فریڈرک اعظم کے دربار میں بہت سے پرووانسال مطرب Troubadours. جمع ہو گئے تھے۔ شمال اور جنوب میں فرق یہ تھا کہ کہ جنوب میں بہت جلد دیسی بولی میں شاعری شروع ہو گئی اور اس کا معیار آناً فاناً بلند ہونے لگا۔ یہ دور اطالوی زبان اور ادب کا "صقلوی دور" کہلاتا ہے اور اس کا زمانہ وہی ہے جو شمال کے "فرانکو اطالوی" دور کا۔ سنہ ۱۲۱۰ء سے سنہ ۱۲۵۰ء تک شہنشاہ فریڈرک کے عروج کے زمانے میں یہ دور انتہائی کمال پر تھا۔ پرووانسال اور

فرانسیسی شاعرانہ مضامین اور تخیلات کو سسلی کی زبان میں ادا کیا جانے لگا۔ شاعری کی زبان اور الفاظ متعین کیے گئے۔ (اور اس کا دانتے کے نظریۂ شاعری پر بڑا اثر ہوا) اس میں شک نہیں کہ سسلی کی یہ بولی شمالی اطالوی بولیوں سے مختلف تھی، لیکن ایسا شروع شروع میں ہر زبان میں ہوتا ہے۔ دکن اور گجرات کی اُردو سے دہلی کی اُردوئے معلیٰ کو مدد ہی ملی۔

سسلی ہی میں نظموں کی قسمیں، اور شکلیں، اور شاعری کی بحریں مقرر کی گئیں جن میں سے بعض اطالیہ میں اب بھی رائج ہیں۔ ان میں Terza Rima بھی شامل تھی، جس میں ہر بند میں تین مصرعے ہوتے ہیں، پہلا اور تیسرا مصرعہ ہم قافیہ۔ دوسرے مصرعہ کے قافیہ سے اگلے بند کے پہلے اور تیسرے مصرعے ہم قافیہ ہوتے ہیں۔ یہی سلسلہ جاری رہتا ہے۔ دانتے نے اپنی پوری "طربیۂ خداوندی" Terza Rima میں لکھی ہے۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اس تمام عرصے میں کلیسائیت اور شہنشاہیت کا معرکہ زوروں پر تھا۔ شمالی اطالیہ میں شہنشاہ کا اقتدار زیادہ نہ تھا اور عوام کا راج تھا۔ اس لیے جب سسلی میں ہوہن اشتاوفین خاندان کا چراغ جھلملانے لگا تو حکومت کی طرح زبان بھی شمالی اطالیہ کے قبضے میں آ گئی۔ اب معیاری اطالوی زبان کا مرکز بجائے سسلی کے صوبۂ توسکانی ہو گیا اور اس صوبے کا خاص شہر فلارنس تھا۔ فلارنس ہی میں اطالوی زبان کو وہ معیار نصیب ہوا کہ بہت جلد توسکانی بولی اطالیہ کی معیاری ادبی زبان سمجھی جانے لگی۔ اطالیہ کو واحد قومیت سے بہت پہلے واحد زبان مل گئی۔

اب تک یہ ہوتا آیا تھا کہ اطالیہ کا جو حصہ جس ملک سے قریب تھا یا جس ملک کے زیر اثر تھا، اُس ملک کی زبان کا اثر اس حصے کی اطالوی بولی پر نمایاں تھا۔

شمالی مغربی صوبوں میں فرانسیسی محاورے رائج تھے، لومباردی میں فرانسیسی محاوروں کے ساتھ جرمن الفاظ شامل ہو گئے تھے۔ سسلی اور جنوبی اطالیہ کی بولیوں میں ہسپانوی اجزا شریک ہو رہے تھے اور یونانی اور عربی الفاظ کثرت سے آ گئے تھے۔ لیکن وسطِ اطالیہ اور خصوصاً توسکا کی بولی اس طرح کے بیرونی اثرات سے مقابلتاً محفوظ تھی۔ قواعدِ زبان کا بھی توسکا کی بولی میں اور سب بولیوں سے زیادہ التزام تھا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ توسکا کی بولی کی اکثر خصوصیتیں دوسری بولیوں میں بھی تھوڑی بہت موجود تھیں۔ یہ ممکن تھا کہ لومباردی کا رہنے والا سسلی والے کی بات نہ سمجھ سکے، لیکن توسکا کی بولی سب کی سمجھ میں آ سکتی تھی۔ قدرت کی یہی مدد توسکا کی بولی کو معیاری اطالوی بنانے کے لیے کافی تھی۔ مگر اس پر طرّہ یہ ہوا کہ تیرھویں صدی کے نصف آخر میں دو اوّلین ادیب دانتے اور گویدو کاولکانتی یہیں پیدا ہوئے۔ دانتے کی زندگی ہی میں اس کی "طربیۂ خداوندی" کی وجہ سے، نہ صرف توسکا کی زبان معیاری اطالوی بن گئی، بلکہ یہ معیاری اطالوی قوّتِ بیان میں یورپ کی ہر جدید زبان سے آگے بڑھ گئی۔ فرانسیسی تک تقریباً ایک دو صدیوں کے لیے، ماند ہو گئی۔

زبان کے متعلق دانتے نے ایک بڑی اہم تنقیدی کتاب لکھی ہے جس کا نام De Vulgari Eloquio ہے۔ اس میں اطالوی کی تاریخ بیان کرنے کے بعد اس نے 'طرزِ لطیف و نو' کا معیار مقرر کیا ہے۔ دیسی زبان بڑی سے بڑی تصنیف کے لیے موزوں ہے۔ مگر ایسی زبان "تعمیر" کی جانی چاہیے۔ روز مرّہ کی بول چال میں شاعری نہیں کی جا سکتی۔ شاعری کے لیے الفاظ کا انتخاب ہونا چاہیے اور ایسے الفاظ ہی مخصوص طور پر شاعری کے لیے موزوں ہیں۔ 'طرزِ لطیف و نو' سے اس کا مطلب اپنے الفاظ ہیں "ایسی بلند مرتبہ، بنیادی، شائستہ، مجلسی مادری زبان"

کی تعمیر تھا" جو ہر اطالوی ریاست کے لیے موزوں ہو، لیکن کسی خاص ریاست کی زبان نہ ہو، جس میں ہر شہر کے مقامی محاورے تولے جائیں، جانچیں جائیں اور ان کا مقابلہ کیا جائے "۔

لیکن یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ سسلی کی درباری شاعری کے خاتمے پر جادو کا قلم دفعتاً دانتے کے ہاتھ میں آگیا۔ اس عرصے میں بھی جب شمالی اطالیہ پر فرانسیسی اور پروونسال کا راج تھا وہاں کی دیسی بولیوں میں عامیانہ شاعری ہوتی رہی۔ کچھ سیاسی نظمیں بھی لکھی جاتی رہیں جن سے دانتے نے سیاسی ہجو نگاری کا سبق سیکھا اور اس کی کتابوں میں جابجا سیاسی ہجویں موجود ہیں۔ مذہبی بھجن بھی ان زبانوں میں لکھے جاتے رہے۔

اسی زمانے میں ایک تحریک نشو و نما پا رہی تھی اور وہ یہ کہ اور تمام بولیوں کی گیتوں اور نظموں کو ذرا تبدیلی کے ساتھ توسکا کی بولی میں لکھا جانے لگا تھا۔ اس تحریک کو اہل اطالیہ "توسکانے جیارن تو" [illegible] کہتے ہیں۔ اس طرح سسلی کی ساری درباری شاعری ردّ و بدل کر کے توسکا کی بولی میں لکھی گئی اور دانتے کی نظر سے غالباً یہی 'توسکائے ہوئے' مسودے گزرے ہوں گے۔ یہ تحریک توسکا ہی کے صوبے تک محدود نہ تھی، بلدۂ علم و کمال بولونیا کے شعرا اپنے صوبے کی بولی چھوڑ کے اسی توسکائی ہوئی بولی میں تصنیف و تالیف کرنے لگے۔

توسکا کی بولی عوام الناس کی پروان چڑھائی ہوئی تھی۔ سسلی کی زبان کی طرح دربار کی پالی ہوئی نہ تھی، اس لیے اس جدید ترقی یافتہ اطالوی میں تازگی اور جوش تھا۔ وہ پیری اور درماندگی نہ تھی جو پروونسال کے تتبع کی وجہ سے سسلی کی زبان میں پیدا ہو گئی تھی۔ اسی طرح اس نئی زبان کے مضامین بھی

نئے نئے تھے۔ دربار داری کے آئین و آداب کے شگفتہ اثرات باقی رہ گئے اور یہ دانتے کی شاعری میں بھی موجود ہیں۔ لیکن ساتھ ہی ساتھ اس نئی زبان میں وہ جدّت اور نُدرت اور تازگی ہی جو ہر نئی زبان کے ابتدائی دور میں ہوتی ہی۔

جب زبان کا مرکز سسلی سے فلارنس منتقل ہوا تو زبان دو منزلوں سے ہو کر گزری۔ پہلی منزل کا نمایندہ گوئی تونے دارِت سو Guittone D'Arezzo ہی جس نے سسلی ہی کے دربار میں اُن خصوصیات کو رفع کرنا چاہا جو نظامِ جاگیرداری کی آئینہ دار تھیں۔ دوسری منزل بولونیا کے شعرا کی ہی۔ بولونیا اپنی یونیورسٹی کی وجہ سے بہت ممتاز سمجھا جاتا تھا۔ یہاں شاعری میں حکمت کی آمیزش ہوئی، یہاں کے شاعروں کا سرِ خیل گویدو گوین چیلی Guido Guincelli تھا۔ اُسی کی شاعری کے بعد سے اطالوی شاعری میں 'مابعد الطبیعاتی' عنصر جاگزیں ہوتا ہی۔ دانتے پر اس کا بڑا احسان ہی۔ منطق، تمثیل اور عارفانہ خیالات اس کے مضامینِ شاعری تھے۔ دانتے نے اپنی کتاب Convito میں گویدو گوین چلی کے خیالات کو تکمیل کو پہنچایا۔ دانتے کی "حیاتِ نو" اور "فردوس" پر گوین چلی کے طرزِ نگارش اور طریقِ استدلال کا بہت اثر ہی۔ جیسا کہ ہم کہہ آئے ہیں۔ بولونیا کے شاعر توسکائی ہوئی Toscaneggiamento شاعری میں لکھتے تھے۔ یہی زبان گوین چلی کی بھی تھی اور اس سے دانتے کو 'طرزِ لطیف و نو' کی تعمیر میں بڑی مدد ملی۔ دانتے نے اس شاعر کو اپنا 'پدر' کہا ہی اور بڑی تعظیم سے اس کا ذکر کیا ہی:

Quando I' udi' Nomar se Stesso il Pad

بولونیا ہی کے ایک اور شخص نے "نئی زبان" پر ایک مقالہ لکھا جسے اُسے فریڈرک کے بیٹے مان فریدو کے نام منسوب کیا۔ الغرض جس کام کو دانتے نے

تکمیل کو پہنچایا۔ اس کی ابتدا بولونا میں ہوئی۔

(۵)

شاعر اور اُس کی محبوبہ

دانتے ۱۲۶۵ء میں ایک معزز گویلف گھرانے میں پیدا ہوا۔ "جہنم" میں وہ اس دشمنی کا ذکر کرتا ہے جو گی بے لین جماعت کے معزز اور متکبر سردار فاری ناتا کو اس کے اجداد سے تھی۔ خود دانتے کی ہمدردی شہنشاہیت پسند کی بے لین جماعت سے تھی۔

دانتے کا بیان ہے کہ وہ نو سال کا تھا جب اس نے بیاترچے کو پہلی بار دیکھا اور اس کے عشق میں مبتلا ہوا۔ اس کے بعد زندگی بھر اسی عشق نے اُس کی فکر اور اس کے ہُنر کی رہنمائی کی۔ یہی عشق عشقِ حقیقی بن گیا۔ اِسی نے اُسے "طرز لطیف دنو" سکھایا۔ اِسی نے "حیات نو" اور "طربیۂ خداوندی" کی روح پھونکی۔ عشق کا پورا قصہ اس نے اپنی کتاب حیاتِ نو La Vita Nuova میں بیان کیا ہے۔ اس سے بہتر خود نوشتہ داستانِ محبت شاید دنیا بھر میں کوئی اور نہیں۔ نظم اور نثر کا یہ مجموعہ شاعر کی اس عجیب و غریب محبت کا درجہ بہ درجہ اور مرحلہ بہ مرحلہ افسانہ سناتا ہے جس میں دید اور حسرتِ دیدار اور نگاہِ لطف سے بڑھ کے شاعر کی اور کوئی خواہش نہ تھی۔

شاعر نے جب بیاترچے پورتی ناری Beatrice Portinari کو پہلی بار دیکھا تو اس کا نواں سال شروع تھا اور شاعر کا نواں سال ختم پر تھا۔ بچپن میں عشق کے دیوتا کے حکم پر وہ اکثر اس کا دیدار کیا کرتا۔ وہ اتنی خوب صورت تھی کہ بقول ہومر "فانی انسان کی نہیں بلکہ خدا کی دختر معلوم ہوتی تھی"۔

نو سال اور گزر گئے تو ایک مرتبہ شاعر نے اسے پختہ عمر کی دو عورتوں کے درمیان، بالکل سفید کپڑے پہنے دیکھا۔ اس نے بھی اس طرف نظر اٹھائی جہاں شاعر امید و بیم کے عالم میں کھڑا تھا اور انتہائی عفت کے ساتھ شاعر کو اس طرح سلام کیا کہ شاعر نے انتہائی روحانی سرور محسوس کیا۔

اس عرصے میں شاعر اپنی محبوبہ کے متعلق نظمیں لکھنے لگا تھا۔ اور پھولوں والے شہر میں ان نظموں کا چرچا ہونے لگا تھا لیکن رسم عاشقی رازداری کی متقضی ہے اس کے لیے پردہ داری ضروری ہے۔ یہ صرف احتیاط کا تقاضا نہیں۔ مشرق اور پرووانس کی شاعری میں رازداری عشق کا ایک محکم اصول ہے۔ دانتے نے بھی رازِ محبت کو چھپانے کے لیے ایک پردہ ڈالنا چاہا۔ عشق نے اُسے یہ راستہ سُجھایا کہ ایک اور خاتون کو اِس محبت کی "آڑ" بنائے۔ یعنی نظمیں ایک دوخاتون کے نام پر لکھے مگر اُن نظموں کا حقیقی مطلوب بیاترچے ہی ہو۔ لیکن "آڑ" اور پردہ داری کا یہ نکتہ عوام کی سمجھ میں کیسے آتا۔ عوام دانتے کو اُس خاتون کے ساتھ بدنام کرنے لگے جس کو اس نے بیاترچے کی "آڑ" بنایا تھا۔ یہاں تک کہ بیاترچے خود بدگمان ہوگئی کہ دانتے شاید اس دوسری خاتون سے محبت کرتا ہے چناں چہ بیاترچے نے دانتے کو سلام کرنا چھوڑ دیا۔ یہ شاعر کی بہت بڑی بدنصیبی تھی کیوں کہ محبوبہ کا سلام اس کے لیے عجیب کیفیت رکھتا تھا۔ "میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ جب وہ کسی طرف سے نمودار ہوتی تو اس کے معجزے جیسے سلام کی امید ہی سے مجھے کسی سے دشمنی باقی نہ رہتی۔ انسانی محبت کا ایک شعلہ مجھ پر اس طرح حاوی ہوجاتا کہ جس کسی نے بھی میرے ساتھ کوئی بدی کی ہوتی میں اسے معاف کردیتا۔ اور اگر کوئی شخص اس وقت مجھ سے کسی معاملے میں کچھ دریافت کرتا تو میں یہ جواب دیتا:۔

"عشق اور اس کا عجز میں ملبوس چہرہ"

یہ محبت، عیسائیت کی تعلیم محبتِ انسانی اور عفو اور خطا بخشی کی طرف دانتے کی رہنمائی کر رہی تھی۔

بہر حال ایک نظم میں دانتے نے بیاترچے سے عذر خواہی کی اور اسے بتایا کہ وہ دوسری خاتون دراصل اسی کے عشق کا پردہ ہے۔

دانتے ایک شادی کی دعوت میں مدعو تھا اور ایک تصویر کا سہارا لگائے کھڑا تھا کہ اس کے سینے میں بائیں جانب ایک ارتعاش شروع ہوا اور پھر اس کا سارا بدن کانپنے لگا۔ اس نے خواتین کے مجمع میں اِدھر اُدھر دیکھا تو بیاترچے کو موجود پایا۔ دانتے کی حالت ایسی دگرگوں ہوگئی کہ اور سب خواتین اور ان کے ساتھ بیاترچے کو بھی ہنسی آگئی اور وہ اس کا مذاق اڑانے لگیں۔ اس بدشاعر نے پہلی اور آخری مرتبہ اپنی محبوبہ سے شکایت کی۔ یہ نظم عجیب درد و اثر میں ڈوبی ہوئی ہے:

Coll' altro donne mia vista gabbate,

E non pensate, Donna, onde si mova,....

(دوسری خواتین کے ساتھ تم میری حالت کا مذاق اڑاتی ہو، مگر خاتون یہ تم نے نہیں سوچا کہ میری حالت ایسی کیوں ہوگئی .....)

دوسروں کو اِس عشق پر تعجب ہونے لگا۔ دوسری خواتین نے اس سے پوچھا بھی "تو کس لیے اس خاتون سے محبت کرتا ہے جب تو اس کی موجودگی (اور دیدار) کا متحمل ہی نہیں ہو سکتا" اور دانتے نے جواب دیا "خواتین جس خاتون کی طرف آپ اشارہ فرما رہی ہیں ایک زمانے میں اس کا سلام میرے لیے منتہائے عشق تھا۔ اسی میں میرا سرورِ روحانی تھا اور یہی میری خواہشات کی انتہا تھی۔ مگر جب سے اس کی مرضی یہ ہوئی کہ اس نے مجھے اِس (سلام) سے محروم کر دیا، تو میرے آقا، عشق کے دیوتا نے اپنی عنایت سے میرے لیے

سرورِ روحانی کا اس شی میں انتظام کر دیا جس سے مجھے کوئی محروم نہیں کر سکتا

اسی زمانے میں دانتے کے ذہن پر یہ خیال حاوی ہونے لگا کہ اس کی محبوبہ کو بھی ایک دن مرنا ہی۔ آسمان کی رحمتیں اس کی محبوبہ کو اوپر بلانا چاہتی ہیں۔ ساتھ ہی عشق کے تصوّر میں یہ ترقی ہوئی کہ شاعر عشق اور قلبِ سلیم کو ایک ہی چیز سمجھنے لگا۔ کیوں کہ عشق کا مکان قلبِ سلیم ہی۔ ایک کے بغیر دوسرے کا وجود ممکن نہیں۔

جب بیاترچے کے والد کا انتقال ہوا تو بیاترچے کی طرح دانتے کو بھی بڑا صدمہ ہوا۔ بیاترچے کا رنج دیکھ دیکھ کے اُسے اور تکلیف ہوتی تھی۔ اس کے بعد وہ اپنی محبوبہ کے موت کے خواب دیکھا کرتا۔ ایسے ایک خواب کا ذکر اس نے اپنی ایک نظم میں کیا ہی۔

ایک دن اُس نے دیکھا کہ ایک خاتون بیاترچے کے ساتھ ہی وہ اس سے ذرا آگے چل رہی تھی۔ اس خاتون کا نام جیووانا تھا اور لوگ اس کو پریماویرا (بہار) کہا کرتے تھے۔ دانتے نے اس خاتون کو بیاترچے کا وسیلہ اور اس کی نشانی قرار دیا۔ پریماویرا Prima verra کے لفظی معنی اطالوی زبان میں موسمِ بہار کے ہیں اگر اس کو ذرا بدل کر یوں لکھا جائے Primaverra تو اس کے معنی ہو جاتے ہیں "وہ پہلے آئے گی"۔ اس کے علاوہ جیووانا جو اس کا اصلی نام تھا جووَنی (جان یا یوحنا) سے مشتق ہی۔ اور یوحنا بپتسمی کی آمد حضرت عیسیٰ کی آمد کا پیش خیمہ تھی۔ اس طرح جیووانا یا پریماویرا، بیاترچے (لفظی معنی "سرورِ روحانی کی سلطنت") کی نشانی تھی۔

شاعر نے اس کے بعد یہ ذکر کیا ہی کہ جدید اطالوی شاعری کی محرک محبت ہی۔ محبت ہی کے اثر میں محض اس خاطر کہ جن خواتین سے شاعروں کو محبت ہی

وہ ان کا کلام سمجھ سکیں، شعرا نے عام زبان میں شعر کہنا شروع کیا اور اس لیے کہ عوام الناس اس شاعری کے معنی غلط نہ سمجھیں، اس محبّت کی شاعری پر تمثیل Allegory کا پردہ ڈالنا ضروری سمجھا گیا۔ لیکن اگر الفاظ کا اوپری لباس اتار دیا جائے تو اصلی معنی ظاہر ہو جاتے ہیں۔

بالآخر وہ دن آ ہی گیا جس کا دانتے کو اندیشہ تھا۔ بیاترچے کی مُقدّس روح اُس دن عالمِ بالا کو سدھاری جب عربی مہینے کی نویں تاریخ تھی اور شامی حساب سے یہ مہینہ سال کا نواں مہینہ تھا۔ نو۹ کا عدد بیاترچے کی زندگی سے خاص تعلق رکھتا تھا۔ نظامِ بطلیموس کے بموجب جس کو عیسائیت نے صحیح تسلیم کیا ہے آسمان بھی نو ہیں۔ نہیں نو کا عدد بیاترچے کی زندگی ہی تھا، ۹ کی جزر ۳ ہے۔ ۳ کو ۳ سے ضرب دی جائے تو ۹ حاصل ہوتے ہیں۔ اور تین کا عدد عیسائی تثلیث کا مظہر ہے۔ گویا بیاترچے کی زندگی کی جزر عیسائی تثلیث تھی۔

بیاترچے مرگئی لیکن شاعر کے دل میں اس کا عشق بڑھتا ہی گیا: "کیوں کہ اس کا دل کش حُسن ہماری نگاہوں سے چھپ جانے کے بعد ایک اعلیٰ روحانی جمال بن گیا جو آسمان سے انوارِ محبت برساتا ہے۔ جو فرشتوں کو سلام کرتا ہے اور فرشتوں کی اعلیٰ اور غریب فراست اس پر حیرت کرتی ہے۔ وہ اس قدر لطیف ہے۔"

شاعر کو جس محبوبہ سے عشق تھا، چوں کہ مرنے کے بعد وہ عشق فنا نہیں ہو سکتا، اس لیے اس کے دل نے اُسے پھر کسی عورت سے محبت کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ایسا خیال اس کے دل میں آیا بھی مگر اس نے اُسے گناہ سمجھا اور نادم ہوا۔

اور دانتے کی خود نوشتہ داستانِ محبّت "حیاتِ نو" اس خواہش پر ختم ہوتی ہے کہ کاش خدائے تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے اُسے اس کی توفیق

دے کہ وہ دنیا سے پرواز کرکے فردوس میں پھر اپنی محبوبہ کا جلوہ دیکھے۔ یہاں "حیاتِ نو" کی سرحد ختم ہوتی ہے اور "طربیۂ خداوندی" کی سرحد شروع ہوجاتی ہے۔

جدید یورپ میں مرد اور عورت کی محبت کے تصور کے ساتھ بوس وکنار اور جنسی تکمیل کا خیال بھی شامل رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس زمانے کے اکثر مغربی نقاد دانتے کی اس قسم کی محبت پر یقین نہیں کرتے۔ ان کا خیال ہے کہ "حیاتِ نو" میں دانتے نے بیاتریچے سے اپنے عشق کا جو قصہ بیان کیا ہے وہ محض ایک تمثیل Allegory ہے۔ "طربیۂ خداوندی" میں بیاتریچے کا معنوی مفہوم "دانشِ خداوندی" ہے پس کیوں یہ نہ سمجھا جائے کہ "حیاتِ نو" میں بھی بیاتریچے عورت نہیں بلکہ ایک طرح کا رمز Symbol ہے۔ ان نقادوں کا سرگروہ ایک مشہور فرانسیسی تنقید نگار ریمی دے گورماں Remy de Gourmont تھا۔

لیکن محبت کا جو تصور دانتے نے "حیاتِ نو" میں پیش کیا ہے وہ نیا نہیں۔ دانتے سے صدیوں پہلے افلاطون نے "سمپوزیم" میں بھی اس سے ملتا جلتا تصور پیش کیا تھا، جس سے ہمارے صوفیوں نے اپنی شمعیں روشن کیں۔ مشرقی شاعری، خصوصاً فارسی شاعری میں عشقِ مجازی کے عشقِ حقیقی میں بدل جانے کا مضمون بہت عام ہے۔ دانتے کا عشق بھی عشقِ حقیقی میں بدل گیا۔ اس کا ذکر اس نے "فردوس" اور "اعراف" میں کیا ہے، اور ان کتابوں کے ترجمے کے وقت ہم اس پر بحث کریں گے۔ مشرق کی طرح دانتے کی شاعری میں بھی عفت و پاکیزگی اور پردہ داری عاشقی کا مرتبہ بلند کرتی ہے۔ یورپی قرونِ وسطیٰ کے اقدار سے مشرق کے اقدار بہت ملتے جلتے ہیں۔ دور کیوں جائیے، اردو شاعری میں بھی ان خیالات کی کمی نہیں۔ ولی دکنی کے دو مخمسوں کے بند مجھے اس موقع پر بے اختیار

یاد آرہے ہیں :-

عاشق ترے جمال پہ شیدا ہوئے اتال

وہ دل میں تمگنے سوں مُصفا ہوئے اتال

جو رنگ سوں خودی کے تجلی ہوئے اتال

طالب تیرے سو طالب مولا ہوئے اتال

تب عاشقاں کی صف میں تماشا ہوئے اتال

اور :-

عشق کر اے دل صدا تجرید کی عاشقی ہے ابتدا توحید کی

ترک مت کر گفتگو تفرید کی جس کوں لذت ہے سجن کے دید کی

اس کوں خوش وقتی ہے صبح عید کی

ٹی۔ اس۔ ایلیٹ نے دانتے پر جو رسالہ لکھا ہے اس میں اس موضوع پر بڑی دل چسپ اور پُرمغز بحث کی ہے۔ ان کا خیال ہے کہ اس میں تمثیل کا جزو بھی ضرور شامل ہے۔ مگر اس سے بڑھ کر اس میں خود نوشتہ سوانح حیات اور اعتراف کا جز ہے۔ یہ دونوں اجزا اس طرح گھل مل گئے ہیں کہ جدید ذہنیت کو انوکھے معلوم ہوتے ہیں۔ اس کتاب میں دو طرح کے تجربے ہیں: ایک تو واقعی تجربہ، ایسا تجربہ جو 'اعترافات' میں بیان کیا جاتا ہے۔ دوسرا ذہنی اور خیالی تجربہ یعنی خیال و خواب کا تجربہ۔ یہ بھی کوئی انوکھی بات نہیں کہ نو سال کی عمر میں دانتے بیاترچے کی محبت میں اسیر ہوا۔ فرائڈ کے ہم خیال علمائے تحلیل نفسی تو یہ کہیں گے کہ یہ عشق اس سے بہت پہلے شروع ہوگیا ہو گا۔ دانتے نے (۹) کا عدد اس لیے استعمال کیا ہے کہ وہ اس عدد کو بار بار بیاترچے سے منسوب کرتا ہے۔ مسٹر ایلیٹ کہتے ہیں کہ وہ خیال جو "حیات نو" میں پیش کیا گیا ہے، نفسیاتی نقطۂ نظر سے مسئلہ

ارتفاعِ کا ایک نمونہ ہی۔ ساتھ ہی ساتھ حقیقت بھی دانتے کے پیشِ نظر ہی اور حقیقت کا تصوّر رومانیت سے متضاد ہی۔ حقیقت کا جو تصوّر دانتے کے پیشِ نظر ہی اس کا خلاصہ یہ ہی کہ زندگی سے اتنا ہی طلب کرنا چاہیے جتنا وہ دے سکتی ہی۔ بشر جتنا دے سکتا ہی اس سے زیادہ اس سے نہ مانگنا چاہیے اور موت اُس چیز کو دے سکتی ہی جسے زندگی نہیں دے سکتی۔ یہ فلسفہ ایک طرح کی قنوطیت لیے ہوئے ہی۔ مگر کیتھولک مفکّروں کے یہاں یہ ہمیں بار بار ملتا ہی۔

محبّت کا تصوّر یونانی اور لاطینی شاعری میں بہت مصنوعی تھا۔ گیارھویں صدی کے آخر میں پروونس میں دفعتاً عشقیہ شاعری کا شعلہ بھڑک اٹھا۔ اب تک یہ تحقیق سے ثابت نہ ہو سکا کہ چنگاری کہاں سے آئی۔ بعض کا خیال ہی کہ جاگیردارانہ نظام نے اس کی پرورش کی۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ آگ عربوں کی شاعری نے لگائی۔ بہرحال پروانس کی عشقیہ شاعری مشرق کے تصورِ حسن و عشق سے بہت ملتی جلتی ہی۔ وہی وفا اور جفا کا تصوّر، وہی رقیب کی شکایت، وہی شکوۂ بیداد۔ کہیں کہیں امرد پرستی بھی، مگر اسی حد تک کہ معشوق کو صیغہ مذکر میں مخاطب کیا جائے۔ عشق کا وہی سوز اور وہی تپش جس سے ہم مشرقی شاعری میں اچھی طرح آشنا ہیں۔ یہ سب چیزیں معلوم نہیں کہاں سے دفعتاً بارھویں صدی کی پروونسال شاعری میں آگئیں۔ اس شاعری کے گیت گانے والے مطرب Troubadours یورپ کے درباروں میں پھیلنے لگے اور آج بھی مغرب کی عشقیہ شاعری پر اس کا اثر ہی۔ شہسواری یا فروسیّت Chivalry کے تصورات پر ان عشقیہ مضامین کا بڑا اثر پڑا۔ اِس شاعری کے تصورِ عشق نے اس امر کو جائز قرار دیا تھا کہ کسی اور کی بیوی سے عشق کیا جائے۔ زِنا کو معیوب نہ سمجھا جاتا تھا۔ مگر محبوبہ کی عزت کی جاتی تھی۔ محبوبہ "مالکہ" تھی ـــــ عاشق اپنی محبوبہ کا خادم تھا۔

اور عشق کا دیوتا کیوپڈ کی پرستش کو اپنا فرض سمجھتا تھا

القصّہ اسی مکتب سے دانتے نے بھی حسن و عشق کی شاعری کا سبق سیکھا۔ مگر اس میں بڑی تبدیلیاں کیں۔ محبوبہ کو اس نے "مالکہ" سے بہت بڑھ چڑھ کے سمجھا اس کی تقریباً پرستش کی۔ بار بار عشق کے دیوتا سے اپنی عقیدت کا اظہار کیا۔ لیکن عشق کے نفسانی اور شہوانی عناصر کو یک قلم ترک کر دیا۔ مجازی محبت کے اعلیٰ ترین مدارج سے ابتدا کی اور حقیقی عشق کی طرف پرواز کی۔ اس پرواز میں جب دانتے "طربیۂ خداوندی" کی حدود تک پہنچا تو بیاترچے بدل کے "دانشِ خداوندی" ہو چکی تھی اور اس کا عشق خدا کے عشق میں تحلیل ہو چکا تھا۔

پرووانس کی ہم نوا لیکن ساتھ ہی بلند پرواز محبت سے اس عشقِ حقیقی تک دانتے کا سفر پہلا سفر نہ تھا۔ اس سے پہلے برنار دے ونتادور Bernard de Ventadour اور جاکوپو دالن تی نو Jacopo Da Lentino نے خواہش کی تھی کہ وہ ایک بار عرش کے سامنے اپنی محبوبہ کا جلوہ دیکھ لیں تو پھر جنّت کی آرزو نہ کریں گے۔ عورتوں کے عشق کو خدا سے اس قدر قریب کر دینے کا ایک باعث حضرتِ مریم کی پرستش بھی تھی۔ عورتوں کی اس تعظیم کی ایک وجہ تیوتانی شمال کا اثر بھی تھا، جہاں عورتوں کی بڑی عزت کی جاتی تھی۔

بیانِ عشق کو فلسفیانہ رنگ اطالیہ میں سب سے پہلے دانتے کے معنوی پدر، گوید و گوینی چلی نے دیا، جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔ گوید و گوینی چلی نے بھی مولانا رومؒ یا دورِ جدید میں اقبال کی طرح اس راز کو دریافت کر لیا تھا کہ:

عشق را بر تن زنی مارے شود
عشق را بر دل زنی یارے شود

عشق کا سوز و گداز نفسِ انسانی کی اصلاح کر سکتا ہے اور انسانی سیرت

کو بدل سکتا ہی۔ عشق کا خطاب جذبے سے نہیں بلکہ ذہن سے ہوتا ہی۔ دانتے "حیاتِ نو" میں انھی خواتین سے خطاب کرتا ہی جو محبت کو "سمجھ" سکتی ہیں۔

Donne ch' avete intelletto d'amore

"سمجھنا" ہی عشق کا پہلا نام اور کام تھا۔ جب دل میں عشق کا جذبہ پیدا ہوتا ہی تو انسان عام تجربات کی حد سے بلند ہو جاتا ہی۔ اور جب عاشق کا درجہ اس قدر بلند ہو جاتا ہی تو وہ جس سے اسے محبّت ہی اسی تناسب سے بلند تر ہو جاتی ہی۔ وہ (محبوبہ) اس قدر بلند ہو جاتی ہی کہ احساسات کی سرحد اس تک نہیں پہنچ سکتی۔ اس کی روح وہی بن جاتی ہی جو شاعر کا اعلیٰ ترین منتہائے خیال، اعلیٰ ترین مقصد ہی۔ دانتے کے زمانے میں فلارنس میں عشق کا یہ تخیل نامانوس نہیں تھا۔

اطالوی ادب کو دانتے کے زمانے تک کوئی ایسی محبوبہ میسر نہیں آئی تھی جو محبوبۂ کامل کے تصوّر پر پوری اتر سکتی۔ اس لیے محبوبہ کا یہ رمزی تصوّر جو یورپ کے کسی اور ملک میں شاید اتنی آسانی سے قبول نہ کیا جاتا، یہاں بہت مقبول ہوا۔ اور جہاں اطالوی اس رمزیت کے آسمان سے نیچے اترتے ہیں اُنھیں بوکاچیو کی سخت، سچی زمین ملتی ہی جہاں پیدایش اور موت کے درمیان ایک ہی لمحہ ہی اور اس لمحہ کا نام ہم بستری ہی۔

بیاترچے کی محبت دانتے کی حیاتِ تخلیقی کا سرچشمہ تھی لیکن اس نے شاعری اور عشق کے سوا دنیا میں اور بھی بہت سے کام کیے۔ اس عہد کے اوّلین فاضل برونیتو لاتی نی Brunetto Lalini کی شاگردی کی۔ کامپال دی نو Campaldino کی جنگ میں شریک ہوا۔ جیما دوناتی Gema Donati سے شادی کی۔ سنہ ۱۲۹۹ء میں سان جیمی نیالو

San Gemignano میں سفیر بنا کے بھیجا گیا۔ ایک سال کے بعد واپس آکے اپنے شہر میں دو حریف جماعتوں کے درمیان ثالثی کی خدمت انجام دی۔ جلاوطن ہوا۔ جایداد ضبط ہوئی۔ اکیس سال بن باس میں کاٹے۔

(۶)

'طربیۂ خداوندی'

جلاوطنی کے زمانے میں نہ صرف اپنی زندگی اور تجربوں کا نچوڑ بلکہ مشرق اور مغرب کے صدیوں کے تجربے کا نچوڑ دانتے نے اس کتاب میں پیش کیا جسے شروع ہی سے صحائفِ آسمانی کا ہم سر سمجھا جانے لگا۔ جس طرح مولانا رومؔ کو مشرق نے "نیست پیغمبر و لے دارد کتاب" کا اعزاز عطا کیا اسی طرح مغرب میں دانتے کی 'طربیہ' کو Divina 'خداوندی' کہا جانے لگا۔ نہ صرف اس لیے کہ اس کتاب کے حدودِ مضمون اس عالمِ آب و گِل کے قیدِ زمان و مکان سے بلند ہیں بلکہ اس لیے بھی کہ اس کتاب کو الہام سے بہت قریب سمجھا جاتا تھا۔ دُنیا کی اکثر بڑی بڑی کتابیں مصیبت کے زمانے میں لکھی گئی ہیں۔ اور اگر مُصیبت میں فرصت ہو تو انسان جو کچھ بھگتتا ہے، جو کچھ سوچتا ہے، جو خواب دیکھتا ہے انھیں ضبطِ تحریر میں بھی لا سکتا ہے۔ ملٹن نے اسی طرح نابینائی کی طویل فرصت میں "فردوسِ گم گشتہ" لکھی۔

جلاوطنی کی فرصت میں دانتے کے پیشِ نظر دُنیا کا عجیب و غریب ڈراما تھا۔ عقبیٰ اسی ڈرامے کا منطقی نتیجہ تھا۔ ایک کڑی جو حال کو مستقبل سے ملاتی ہے کبھی دانتے کی نظر سے چھپ نہیں سکتی تھی اور یہ اس زمانے کا ذکر ہے جب حال اور مستقبل کا تعلق، حال اور ماضی کے تعلق سے زیادہ اہم سمجھا جاتا تھا۔ قرونِ وسطیٰ

کے انسان یہ سوچتے تھے کہ مرنے کے بعد کیا ہوگا۔ اس وقت تک نہ اُن کو مسئلۂ ارتقا کی فکر تھی اور نہ آثارِ قدیمہ میں وہ اپنے اجداد کی بربریت یا تمدن کے نشان ڈھونڈنے تھے۔ زندگی عقبیٰ کا دیباچہ تھی، زندگی میں جتنا فساد، جتنی شورش، جتنی بہیمیت تھی، اُس کا انجام عقبیٰ میں بھگتنا پڑے گا ——— یہی وہ منطق تھی جس پر تصوّرِ انسانیت، تصوّرِ اخلاق کی بنیاد تھی اور اس نقطۂ نظر کے لحاظ سے دانتے یورپ بھر کا نمایندہ تھا۔ وہ تاریک پردہ جس کے پیچھے نظر کام نہیں کرتی اس نے اسے ہٹا کے، اور سب کو دکھانا چاہا۔ اس نے خود بھی محسوس کیا۔ دوسروں کو بھی محسوس کرایا کہ مستقبل کے اس تاریک پردے کے پیچھے ایک بڑا سا آئینہ ہے۔

اس کتاب کا تصوّر کوئی نئی بات نہیں تھی۔ اور نہ دانتے کے سر جدت کا سہرا ہے۔ ہر مذہب میں جنّت اور دوزخ کا تصوّر موجود رہی ہے۔ جہنّم اور جنّت کے سفر کا خیال بھی نیا نہیں۔ یونانی علم الاصنام میں آرفیس وغیرہ کے سفرِ جہنّم کی کہانیاں موجود ہیں۔ غالباً انہی کہانیوں کا ورجل پر بھی اثر پڑا۔ ورجل قرونِ وسطیٰ کا سب سے مقبول شاعر تھا۔ دانتے نے اس کو اپنا رہنما بنایا۔ عیسائی مذہب میں حدودِ عقبیٰ کے سفر کی بہت سی کہانیاں موجود ہیں۔ جیسے حضرت پطرس کا سفر یا راہب ہرماس Hermas کا سفر۔ قرونِ وسطیٰ میں جہنّم اور جنّت کی رویت کے بہت سے قصے لکھے گئے جن کا موضوع دوزخ یا جنّت کا سفر ہوتا ہے۔ ایسی ایک کتاب Visio Wettini ۸۲۴ء میں لکھی گئی۔ آلبیرک Alberic ساکنِ مونتے کاسی نو کا 'خواب' ۱۱۰۰ء میں قلم بند کیا گیا۔ اس قسم کی اور بہت سی کتابیں ہیں جن سے دانتے نے اپنی کتاب کے نفسِ مضمون کا خیال مستعار لیا ہوگا۔ حال ہی میں چند ہسپانوی مستشرقین نے بڑی قابلیت سے تحقیق کر کے

عربی اثرات کا پتا چلایا ہے۔ اور خصوصیت سے محی الدین ابن عربی کے اثر پر بحث کی ہے۔ اس موضوع پر ہم آیندہ نظر ڈالیں گے۔ یہاں صرف یہ کہہ دینا کافی ہے کہ جدّت دُنیا کے اور بڑے بڑے شاعروں نے کی، دانتے نے بھی۔ نفس مضمون کے انتخاب میں نہیں بلکہ مضمون کے ادا کرنے میں۔ اس کی تعمیر و ترتیب میں دکھائی ہے۔ جدّت پیدا کرنے والے علی العموم ثانوی درجے کے لوگ ہوتے ہیں۔ اس جدّت میں جمال پیدا کرنے والوں کا مرتبہ اوّلین ہے۔

دانتے کی عظمت کا راز نہ اس کی جدّت ہے، اور نہ تفسیرِ مذہب۔ شاعرانہ تخیّل دانتے کی بڑائی کا اصلی مظہر ہے۔ اس نے ایک نوزائیدہ زبان کو چُنا اور آناً فاناً محض اپنے تخیّل کی وسعت سے اسے زمانے میں یورپ بھر کی شائستہ ترین زبان بنا دیا۔ الفاظ کا انتخاب اتنا مکمّل ہے کہ کوئی لفظ اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتا۔ بیان کا سب سے بڑا جوہر اختصار ہے۔ دانتے کے یہاں اگر طوالت کبھی پیدا ہوتی ہے تو مثال کی وجہ سے۔ خالص بیان میں اس نے اختصار کا حق ادا کر دیا ہے۔

بہت سے شاعر ایسے ہیں جن کا پوری طرح سمجھنا مشکل ہے۔ جیسے اقبال۔ جُوں جُوں آپ ان شاعروں کے کلام کا مطالعہ کیجیے، آپ محسوس کریں گے کہ ان کا مطلب اور ان کے پس منظر کو سمجھنے کے لیے مزید مطالعے کی ضرورت ہے لیکن ایسے شاعروں کے کلام کا لطف اٹھانے کے لیے ان کو پوری طرح سمجھنا ضروری نہیں۔ شاعری کا لطف اور چیز ہے، اس کا تجزیہ اور شے ہے۔ دانتے اقبال کی طرح اُن شاعروں میں ہے جن کی گہرائی لامحدود ہے لیکن جن کو پڑھنے سے گہرائی تک پہنچے بغیر بھی لُطف حاصل ہو سکتا ہے۔ یہی حال غالب اور مولانا رومؒ کی شاعری کا ہے لیکن غالب کے برعکس اور اقبال کی طرح دانتے

کی شاعری پہلے مطالعے میں اپنی ہیبت اور شوکت کا لطف ضرور بخشتی ہے۔ دقت یہ ہے کہ اس کے بیان میں اتنے لوگوں کے نام، اتنی تلمیحیں، اتنے اشارے، اتنے رمز جا بجا آتے ہیں کہ سمجھنے کے لیے بار بار حاشیے پر نظر ڈالنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ لیکن یہ دقت خارجی ہے، اندرونی نہیں۔ سہل شاعری دو طرح کی ہوسکتی ہے۔ ایک تو وہ شاعری جو ذہنی حیثیت سے سہل ہو جیسے داغ یا فردوسی یا انیس کی۔ دوسری وہ شاعری جو ذہنی حیثیت سے سہل نہ سہی مگر شاعری کی حیثیت سے سہل ہو جیسے اقبال یا مولانا رومؒ یا دانتے کی شاعری۔ یہ دوسری قسم کی شاعری جس کا ظاہر سہل ہے لیکن جو معانی سے بوجھل ہوتی ہے شاعرانہ وجدان کی دو کیفیتیں رکھتی ہے: ایک تو ظاہری، جس سے وہ عام ناظر کو متاثر کرتی ہے اور دوسری باطنی جو غائر مطالعے کے بعد حاصل ہوسکتی ہے۔ ان ظاہری اور باطنی کیفیتوں کو وہ تصویر، وحدت عطا کرتی ہے جو الفاظ سے پیدا ہوتی ہے۔ اس لیے ان شعرا کے کلام میں رمزیت Symbolism یا تمثیل Allegory کا شائبہ ضرور موجود رہتا ہے۔ جب دو کیفیتوں کا مقصود 'بیان' ہوتا ہے تو تمثیل کی شکل بنتی ہے، جب یہ خیالات کی دو سطحوں کو ایک دوسرے کے ساتھ لازم و ملزوم بنا کر بیان کرتی ہیں تو رمزیت بن جاتی ہیں۔ دانتے کا تخیل ہی تصویر کش تخیل ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں یہی تخیل آسانی سے سمجھ میں آسکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ کیتھولک عیسائیت نے تصویر پرستی کو جائز قرار دیا تھا۔ اور تامس اکوی ناس نے اس کی فلسفیانہ تائید کی تھی۔ اس تصویر کش تخیل میں ظاہری اور باطنی دونوں وجدانی کیفیتیں اپنے اپنے درجوں پر نظر آسکتی ہیں۔ ظاہری کیفیت باطنی کیفیت تک پہنچنے کا زینہ، درجہ بن جاتی ہے لیکن اس خاطر کہ شعر کی تصویریں صاف اتریں الفاظ سہل ہونے چاہئیں۔ دانتے کی زبان

سہل ہے۔ استعارے بھی کم ہیں۔ کیوں کہ استعارہ خود ایک چھوٹی سی تمثیل ہوتا ہے۔ اس کے استعمال سے طویل تمثیل کی وحدت میں خلل پڑتا ہے۔

مصوری کی اس صلاحیت سے قطع نظر دانتے کی اس بیانیہ نظم میں ڈرامائی شان ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ایک عظیم الشان ڈراما ہے جو عرصۂ جاوداں کے اسٹیج پر کھیلا جا رہا ہے، جس میں غیر متوقع طور پر ایسے واقعات پیش آتے ہیں جو ایک دوسرے کا منطقی نتیجہ ہیں۔ جس میں حیرت بھی ہے اور استعجاب بھی، ہمدردی بھی ہے اور دہشت بھی، جن سے سنسنی بھی پیدا ہوتی ہے اور جن سے خالص ترین کیف و وجدان بھی پیدا ہوتا ہے۔ ڈرامائیت ہر طرح کے مضامین و مناظر میں موجود ہے اور اس کے حدود بہت وسیع ہیں:۔ پاؤلو اور فرانچسکا کی داستانِ عشق میں، فاری ناتا کے اندازِ غرور میں، اسٹےٹیس اور ورجل کی ملاقات میں، تیر کی خندق میں مالے برانکے عفریتوں کی آمیزش میں —— ان سب مقامات اور ایسے سیکڑوں مقامات پر یہ معلوم ہوتا ہے کہ شاعر نے چند مصرعوں میں ایک پورے ڈرامے کا خلاصہ لکھ دیا ہے جس میں وہ تمام صفات جمع ہیں جو کلاسیکی حزنیہ یا ساطیری طربیہ میں موجود ہونی چاہئیں۔

حقیقی شاعر کی اصلی پہچان اُس کا تخیّل ہے۔ تخیّل میں دانتے کا مقابلہ شاید ہی کوئی شاعر کر سکے۔ ملٹن نے 'فردوس گم گشتہ' میں جہنم اور جنتِ ارضی کی جو تصویریں کھینچی ہیں وہ دانتے کی مکمل و موزوں تصویروں کے مقابل پھیکی معلوم ہوتی ہیں۔ وسعتِ تخیّل میں اگر شکسپیر دانتے سے بازی لے گیا تو شوکت اور رفعتِ تخیّل میں شکسپیر دانتے سے کم ہے۔ شکسپیر اور دانتے کا بہترین موازنہ مسٹر ٹی۔ ایس۔ ایلیٹ نے کیا ہے جن کی رائے ان دونوں شاعروں کے متعلق بہت وقیع سمجھی جاتی ہے۔ دانتے نے فلسفے کو اس طرح نظم کیا ہے کہ وہ شاعری

بن گیا ہی اور 'فردوس' میں اس نے روحانی مسرت اور وجدان کی وہ کیفیتیں بیان کی ہیں جو اعلیٰ ترین شاعری کا سرمایہ بن سکتی ہیں۔ 'جہنم' میں انسانی زندگی کی سیاہ ترین بدکاریوں کا عکس پیش کیا ہی۔ شکسپیر نے انسانی جذبات کے 'عرض' کو جس طرح طی کیا ہی اور جس طرح بیان کیا ہی کسی نے نہیں کیا۔ لیکن دانتے نے انسانی زندگی کے جذبات کی انتہائی بلندی اور انتہائی پستی دیکھی ہی اس کے معنی یہ ہوئے کہ دانتے اور شکسپیر ایک دوسرے کا تکملہ کرتے ہیں۔ ان دونوں کی شاعری جذبات انسانی کے پورے طول وعرض پر حاوی ہی۔ مسٹر ایلیٹ کا قول فیصل یہ ہی کہ "جدید دنیا کو دانتے اور شکسپیر آپس میں تقسیم کر چکے ہیں۔ ان کے سوا تیسرا کوئی نہیں"۔

اور یہ تخیل ہی کا کمال ہی کہ ہر گناہ گار کی سزا اس کے گناہ جیسی ہی۔ گناہ کے تصور کو کسی نہ کسی مادی عذاب کی شکل دی گئی ہی مگر مشابہت باقی ہی۔ یہ اسی تخیل کا کمال ہی کہ وہ بدترین عذاب کے بیان سے بدن پر رونگٹے کھڑے کر دیتا ہی اور اعلیٰ ترین وجدان کے خیال سے روح میں ہیجان پیدا کر سکتا ہی۔

جب ہم نے دانتے کی اس بیانیہ نظم کی 'ڈرامائی' خصوصیتوں کا ذکر کیا تو پہلا سوال یہی پیدا ہوتا ہی کہ اس ڈرامے کے کرداروں میں کتنی جان ہی۔ ڈراما نگاروں کو اس کا موقع ہوتا ہی کہ وہ ڈرامے کی پوری وسعت میں کردار کو نشو ونما پانے کا موقع دیں اور نازک حالات میں اس کی سیرت کی آزمایش کریں۔ اگر کسی بیانیہ نظم میں ایک ہی قصہ بیان کیا جائے تب بھی اس کا موقع رہتا ہی لیکن دانتے کی نظم میں سیکڑوں اشخاص ہیں ان میں سے تقریباً سب ہی چند سطروں کے بعد غائب ہوجاتے ہیں۔ پھر بھی حیرت معلوم ہوتی ہی کہ ان چند سطروں میں ما اس ایک جھلک میں، ان کی زندگی کا نچوڑ ہمیں نظر آجاتا ہی

ہم ان کی اصلی سیرت سے واقف ہو جاتے ہیں، اور بعض بعض کردار ہمارے ذہن پر یوں حاوی ہو جاتے ہیں جیسے شکسپیر یا ہومر کے کردار۔ انھی میں سے ایک فاریناتا دیلی اوبرتی ہے جس کے غرور خودداری پر آفریں کہنے کو طبیعت چاہتی ہے۔ جہنم میں بھی اس کا دبدبہ کم نہیں ہوتا۔ یولی سیز کا کردار بہت پرانا ہے۔ ہومر اور یونانی ڈرامانگاروں نے اس کے قصے کے مختلف حصوں کو بار بار بیان کیا ہے۔ لیکن یولی سیز کی موت کے قصے کو دانتے نے جس طرح بیان کیا ہے، اس سے اس کے کردار کا جیسا اندازہ ہوتا ہے ویسا اندازہ شاید ہومر کے سوا اور کسی کی تصنیف سے نہیں ہوتا۔ یولی سیز کی وہ تقریر جس میں وہ اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھنے کی ترغیب دیتا ہے، شکسپیر کی بہترین ڈرامائی تقریروں سے ٹکر کھاتی ہے:۔

"بھائیو" ... ، ہم ایک لاکھ خطروں سے بچ کے مغرب پہنچے ہیں۔
اب تمھارے حواسوں میں صرف ذرا سی جھلملاتی روشنی
باقی رہ گئی ہے۔ اس روشنی کو سورج کے پیچھے کی غیر آباد دنیا
کے تجربے سے محروم نہ کرو۔
سوچو کہ تمھاری اصل کیا ہے۔ تم جانوروں کی طرح رہنے کے لیے
نہیں بنائے گئے، بلکہ نیکی اور علم کی جستجو کے لیے۔"

یا کونتے اگولی نو کا قصہ جس میں انسانی بے رحمی اور سفاکی کا وہ رخ ہماری نظروں کے سامنے آتا ہے جو یونانی ڈرامے کا عام مضمون تھا۔

بردنتو لاتی نی، آرناؤ دانیل، اور تامس اکوی ناس جیسے کردار بھی ہیں جن سے شاعر نے اکتساب نور کیا ہے۔ اس کے دوست بھی ہیں اور اس کے دشمن بھی۔ دشمنوں سے اس نے کہیں کہیں ناانصافی کی ہے۔ مگر خلق خدا کا ذہن

ہی تو اصلی جہنم ہے۔ پھر دانتے کو حق تھا کہ وہ اپنے دشمنوں کو اس جہنم میں جگہ دے۔ ہر قسم، ہر قماش، ہر مذاق، ہر طبقے کے لوگ اس تصویر خانے میں ہیں۔ ولی اور شیطان، مُسرف اور بخیل، نیک دل اور بے رحم، دین دار اور بے دین، مغرور اور مُنکسر۔ ان کی سیرتوں کے عام ہیولے میں دانتے اُن کا دل کھینچ کر باہر نکال لاتا ہے۔ ایک ایک بند اور کبھی ایک ایک مصرعے میں کسی کی پوری زندگی کا خلاصہ سنا دیتا ہے۔ جیسے :-

"میں وہ ہوں جس کے پاس فریدری کو کے دل کی دونوں
کنجیاں تھیں۔ جب میں چاہتا آسانی سے گھما کر اُسے کھولتا یا بند کرتا۔"

کرداروں کے اس تصویر خانے میں تاریخی ناموں کے پہلو بہ پہلو انجیلی اور یونانی قصّوں کے اشخاص ہیں، لیکن یہ بھی اس عظیم الشان تصنیف میں تاریخی ہستیوں کی طرح زندہ معلوم ہوتے ہیں؛ کیوں کہ گناہ یا نیکی اور اس کی سزا یا جزا نے اُن کے قالبوں میں جان ڈال دی ہے۔ صرف بے عملی ہی ایک ایسی صورت ہے جس میں جان نہیں پڑ سکتی۔

"جہنم" یا "فردوس" محض 'مقامات' نہیں 'حالتیں' بھی ہیں۔ آدمی کی نجات یا اس کا عذاب انسانوں کے ذہن میں بھی ملتا ہے۔ وہی انسان جن کے ساتھ وہ رہتا ہے اس کے لیے اپنے دماغوں میں جہنم یا جنّت بناتے ہیں۔ اور اگر انسان کو اپنے دماغ میں جہنم اور جنّت پر اعتماد ہو تو وہ جہنم اور جنّت کی رویت اور خدا کے بندوں کے ساتھ انصاف کرنے کا حق رکھتا ہے۔

انسان کا مطالعہ زندگی کے مطالعے کا جزوِ غالب ہے۔ شاعر مختلف افراد کی زندگیوں کا مطالعہ کر کے زندگی کا ایک عام تصوّر تیار کر لیتا ہے۔ یہ دوسرا امر ہے کہ وہ اس میں کیتھولک عیسائیت کے اصول سے بھی مطابقت پیدا

کرلیتا ہی۔ لیکن دانتے نے جو زندگی پیش کی ہی وہ کسی خارجی تصوّر کی محتاج نہیں۔ کیتھولک عیسائیت کا خارجی تصوّر جو اثر ڈالتا ہی، وہ شاعر کے عام تصوّر کا ایک حصّہ ہی ہی۔

طربیۂ خداوندی کے انسانی مرقعے کو جو وحدت حاصل ہی وہ شیکسپیر کو اس لیے نصیب نہ ہوسکی کہ اُس کے پورے ڈراموں کے نظام کو یہ وحدت نصیب نہیں۔ وحدت کا باعث محض یہ نہیں کہ "طربیہ خداوندی" ایک واحد کتاب ہی۔ اس کا باعث دانتے کی شخصیت ہی جو کسی کردار کا جز نہیں ہی بلکہ باہر سے ہر کردار کو جانچتی ہی۔ وہ کبھی ان میں حلول نہیں کرتی۔ یہ شخصیت ان کرداروں کی خالق بھی ہی اور ان کی تماشائی بھی، گواہ بھی ہی اور منصف بھی۔ دانتے کا تجربہ زندگی کے اس نقش کو مکمل کرتا ہی لیکن اس کی اپنی انفرادیت اس میں دخل اندازی نہیں کرتی۔ ہاں وہ تجزیہ ضرور کرتی ہی اور اس تجزیے کی بنا پر ہر کسی کو سزا یا جزا کا مستحق قرار دیتی ہی۔

انسانی زندگی کا پسِ منظر فطرت ہی۔ دانتے نے فطرت کو بڑے غور سے دیکھا ہی خصوصاً اپنی جلاوطنی کے زمانے میں۔ اس نے جنوبی یورپ کے شفاف آسمان پر ستاروں کو چمکتے دیکھا ہی:۔ میرے پیچھے پیچھے آ۔ کیوں کہ آسمان پر برج ماہی کی مچھلیاں حرکت کر رہی ہیں۔ شمال مغرب میں بنات النعش چمک رہی ہیں۔" اس نے کسانوں کو کھیتوں میں کام کرتے اور مینڈکوں کو گندے گڑھوں میں غوطہ لگاتے دیکھا ہی۔ اس کے بیشتر ان چٹانوں کے نشیب و فراز کو اچھی طرح جانتے ہیں جو بلند پہاڑوں سے ٹوٹ کر گری ہیں۔ لیکن سب سے زیادہ اس نے ندیوں اور دریاؤں کی روانی دیکھی ہی جس کا نقشہ کھینچنے میں اسے کمال حاصل ہی۔ تعجب ہی کہ اب تک دانتے کے تنقید نگاروں نے اس طرف زیادہ توجہ نہیں کی کہ اس نے ندیوں او[ر] دریاؤں کا سراپا کس خوبی سے بیان کیا ہی۔ مثلاً جہنم کے بیسویں قطعے میں من چیو

کے بہاؤ کی سرگزشت کہ کس طرح پانی ہزاروں پہاڑی چشموں سے مل کے جھیل بنتا ہے، اور پھر جو پانی جھیل میں نہیں ٹھیر سکتا وہ بہ کر ندی بن جاتا ہے۔ اسی طرح جہاں کہیں ندیوں کا ذکر آتا ہے معلوم ہوتا ہے کہ دانتے کا قلم ان کی روانی پر حاوی ہے۔ جنگلی جانوروں اور حشرات الارض کی کوئی حرکت شاعر کی نظر سے پوشیدہ نہیں۔

"چھپکلی عذاب کے دنوں میں ایک جھاڑی سے دوسری جھاڑی کو جاتی ہوئی بجلی کی طرح کوندتی ہے۔ اسی طرح ایک چھوٹا سا سانپ، غصّے سے تمتاتا ہوا اور فلفل کے دانے کی طرح سیاہ اور نیلگوں ......"

لیکن "طربیۂ خداوندی" میں جو چیز دانتے کی کاری گری کے کمال کو ظاہر کرتی ہے وہ اس کے خاکے کی تعمیر، اس کا توازن اور تناسب ہے۔ یہ توازن اور تناسب صرف ظاہری نظام تک محدود نہیں۔ روحانی اور ظاہری اقتدار میں بھی برابر یہی تناسب موجود ہے۔ اور یہی "طربیہ خداوندی" کی عظمت کا اصلی راز ہے۔ جہنّم میں ہر گناہ گار کی سزا اس کے گناہ کی مادّی شکل ہے۔ جب دانتے گناہ کے نظری اور خیالی تصوّر کو ٹھوس بنا دیتا ہے تو وہی سزا کی شکل اختیار کر لیتی ہے اس طرح جہنّم میں گناہ گاروں کی سزا ان کی جسمانی زندگی کے گناہ کا سخت تر تسلسل ہے جس سے ابد تک نجات ممکن نہیں۔

کتاب کے ظاہری خاکے میں یہ تناسب زیادہ صاف اور واضح معلوم ہوتا ہے۔ یہاں ہم دوسرے حصّوں کے خاکے پر اس لیے بحث نہ کریں گے کہ وہ اس جلد میں شامل نہیں۔ اور جب وقت آئے گا ان کا ذکر کیا جائے گا۔ لیکن "جہنّم" کے طبقوں کے خاکے صفحہ ۴۸-۴۹ پر نقشے میں ملاحظہ فرمایئے۔

"طربیۂ خداوندی" ایک تمثیل ہے جس کے ظاہری معنی بھی ہیں اور باطنی مطلب بھی۔ اس ظاہر و باطن میں توازن قائم رکھنا بڑے ہنر کی بات ہے۔ اس خصوص

میں دانتے کا سب سے بڑا ہنر یہ ہے کہ باطن کبھی نظر سے پوشیدہ نہیں ہونے پاتا۔
(ورجل) دانتے کا محبوب شاعر بھی ہے اور عقل و فہم انسانی کا مظہر بھی۔ بیاترچے
شاعر کی محبوبہ بھی ہے اور دانشِ خداوندی بھی۔ تمثیلی ضروریات کے لیے دانتے نے
بلا تکلف یونانی علم الاصنام کی شکلوں کو مستعار لیا ہے۔ یونانیوں کا پورا مذہب ہی
تمثیلی ہے۔ جہاں خیالات اس قدر نظری ہوتے ہیں کہ آسانی سے سمجھ میں نہیں آتے
وہاں اُن پر ایک طرح کا ٹھوس گوشت و پوست پہنا دیا جاتا ہے، اور اظہارِ بیان
تمثیلی ہوجاتا ہے۔ قرونِ وسطیٰ میں جب انسان کا ذہن محض نظری تخیل کا زیادہ عادی
نہ تھا، تشریح کے لیے تمثیل کا مادّی لبادہ بہت کارآمد ثابت ہوتا تھا۔ اس سے
حقیقت کئی درجوں پر، کئی سطحوں پر نمودار ہوتی ہے۔ مولانا رومؒ کی شاعری پرتو بہ پرتو
حقیقت کے اظہار کے لیے تمثیل ہی کو استعمال کرتی ہے۔ دانتے کے نزدیک شاعری
کی تعریف یہ تھی کہ وہ حقیقت کے پردے میں چھپا کے ظاہر کرے۔ کیوں کہ تمثیل
میں حقیقت کے ظاہر ہونے کے لیے اس کا چھپانا ضروری ہے۔ ظاہری لبادہ اس
لیے پہنایا جاتا ہے کہ جسم کے خطوط زیادہ واضح ہوں۔ مثال کی طرح تمثیل اس
حقیقت کو واضح کرتی جاتی ہے جس کے چھپانے کے لیے مثال دی گئی ہے۔

(۷)

دانتے اور اسلام

ایک ایسے مسئلے کا ذکر بھی ضروری معلوم ہوتا ہے جس سے مستشرقین حال
حال میں بڑی دل چسپی کا اظہار کر رہے ہیں۔ پچھلے پچیس تیس سال سے چند
مستشرقین نے اس زمانے کے یورپی ادب پر عموماً اور دانتے پر خصوصاً عربی
اور اسلامی اثرات کا اندازہ لگانے کی کوشش کی ہے۔ اس سلسلے کی سب سے

نقشہ ۱

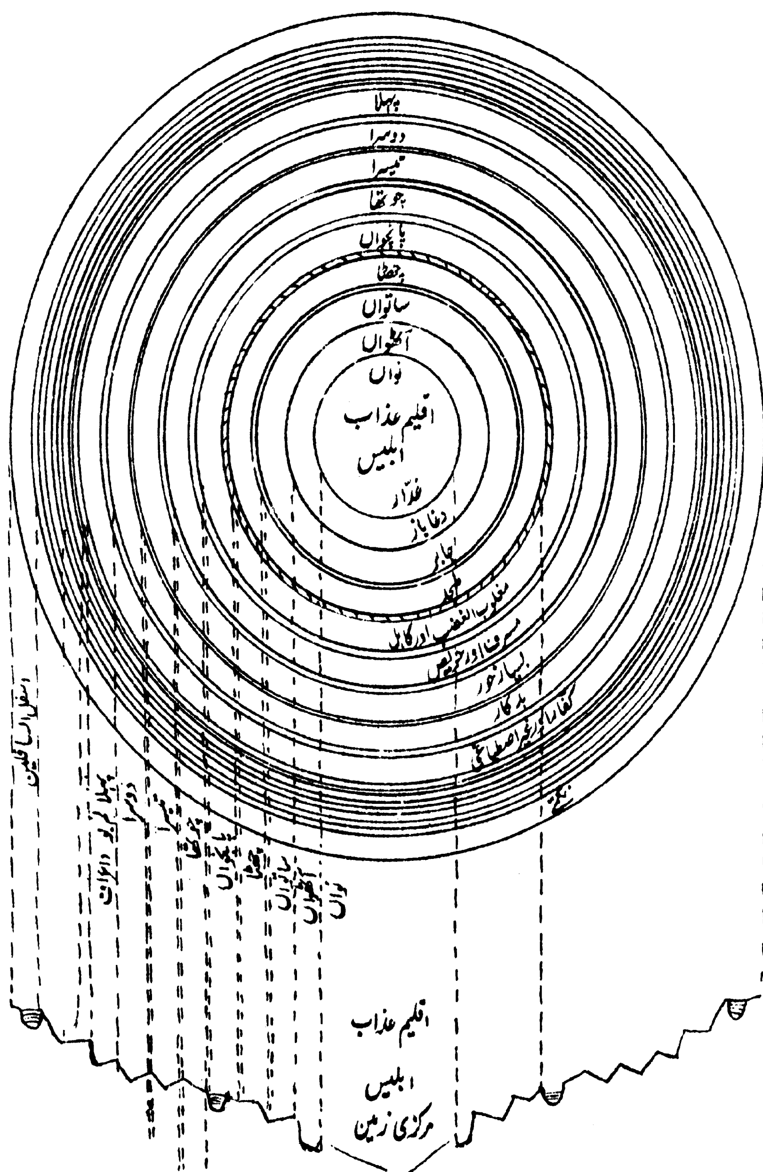
جہنّم کی تقسیم

جہنّم کا طبقہ	۱۔گناہ	۲۔گناہ کی مزید تقسیم
	بےمقصد زندگی	———
	غیر عیسائی	———
اوپری جہنّم	۱۔نفس پرستی	۱۔شہوت ۲۔بسیار خوری ۳۔اسراف اور بخالت ۴۔مغضوب الغضب ہونا
	بدعتی	
[illegible]	۲۔تشدد۔ ۵۔تشدد	۱۔اپنے ہم سائے پر تشدد ۲۔اپنے آپ پر تشدد ۳۔خدا کے خلاف تشدد
	۳۔فریب اور بغض: ۶۔معمولی	۱۔دھوکہ دے کے عصمت ریزی کرنے والے اور بھڑوے ۲۔خوشامدی ۳۔مذہبی خدمتیں بیچنے والے ۴۔نجومی اور جادوگر ۵۔جھگڑالو اور رشوت خوار ۶۔ریاکار ۷۔چور ۸۔غلط مشورہ دینے والے ۹۔فرقہ بندیاں کرنے والے ۱۰۔فریبی
	۳۔فریب اور بغض: ۷۔دغا کے ساتھ	۱۔عزیزوں سے دغا کرنے والے ۲۔ملک سے غدّاری کرنے والے ۳۔مہمانوں سے دغا کرنے والے ۴۔آقاؤں اور محسنوں سے غدّاری کرنے والے۔

جہنم کا حلقہ	حلقے کا حصہ	سزا
—	—	ان کی کہیں جگہ نہیں
پہلا (لمبو)		دیدارِ خداوندی سے محرومی
دوسرا		سخت طوفان انھیں اڑاتا پھرتا ہے
تیسرا		بارش میں زمین پر بے حس وحرکت پڑے ہیں
چوتھا		بڑے بڑے بوجھ ایک دوسرے کی طرف ڈھکیل رہے ہیں۔
پانچواں		دلدل میں کیچڑ میں ننگے لت پت پڑے ہیں۔
چھٹا (شیطانی شہر)		قبروں میں دہکتے ہوئے شعلے۔
	پہلا حصہ	قاتل ابلتی ہوئی خون کی ندی میں کھڑے ہیں۔
ساتواں	دوسرا حصہ	خودکشی کرنے والوں کی روحیں درخت بن گئی ہیں
	تیسرا حصہ	تپتی ہوئی ریت اور برستے ہوئے شعلوں کا عذاب
	پہلی خندق	شیاطین تازیانے مارتے ہیں۔
	دوسری خندق	فُضلے میں غرق
	تیسری خندق	سوراخوں میں اوندھے دھنسے ہوئے ہیں اور تلووں پر آگ جل رہی ہے
	چوتھی خندق	چہرہ موڑ کے پشت کی طرف کر دیا گیا
آٹھواں	پانچویں خندق	قیر کی خندق میں غرق۔ ہیبت ناک عفریتوں کے شکار
	چھٹی خندق	سیسے کے بوجھل لبادوں سے ڈھکے ہوئے گردش کر رہے ہیں۔
	ساتویں خندق	سانپوں کے غار میں سانپ سے آدمی اور آدمی سے سانپ بن رہے ہیں
	آٹھویں خندق	شعلوں میں لپٹے ہوئے ہیں
	نویں خندق	جسم کے اعضا کٹے ہوئے ہیں
	دسویں خندق	سخت ترین بیماریوں میں مبتلا ہیں
	پہلا دائرہ۔ دارالقابیل	برف سے گلے ہوئے۔
نواں	دوسرا دائرہ۔ انتے نورا	برف سے گلے ہوئے جسم اور دوسری سزائیں
(کوچی تس)	تیسرا دائرہ۔ تولومیا	برف کی وجہ سے آنکھیں اتنی بوجھل کہ آنسو نکل نہیں سکتے۔
	چوتھا دائرہ۔ جودے کا	شیطان بندھا پڑا ہے اور اس کے منہ میں دنیا کے تین سب سے بڑے غدار ہیں

نقشہ نمبر (۲)

جہنم کا خاکہ



جامع کتاب پروفیسر میگویل آسین Migvel Asin نے لکھی ہے جس کا ترجمہ انگریزی میں Islam and the divine Comedy کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ پروفیسر آسین کا کہنا یہ ہے کہ دانتے نے اپنا نفسِ مضمون اور اس کی بہت سی تفصیلات اسریٰ اور معراج کی روایتوں سے مستعار لی ہیں۔ دانتے کے "جہنم" اور "اعراف" کی اکثر تفصیلیں اسریٰ کی روایتوں میں ملتی ہیں۔ جہنم کا جو نقشہ دانتے نے کھینچا ہے وہ ابنِ عربی کے نقشے سے بہت ملتا جلتا ہے۔ دانتے کے شیطانی شہر کی طرح اسلامی روایات میں بھی ایک شہرِ آتشیں کا ذکر موجود ہے۔ دانتے چوروں کو یہ سزا دیتا ہے کہ انھیں سانپ کاٹتے ہیں۔ یہی سزا اسلامی روایات میں امانت میں خیانت کرنے والوں اور سودخواروں کے لیے مقرر کی گئی ہے۔ معراج کے وقت جبریل حضرت رسول اللہ صلعم کے ساتھ تھے، اسی مناسبت سے دانتے نے جنت میں بیاترچے کو اپنا رہبر بنایا۔ دانتے کے یہاں بھی ایک مقام ایسا آتا ہے جس کے آگے بیاترچے کی پہنچ نہیں۔

معراج کی بنا پر صوفیا نے سلسلۂ تصوف میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں۔ جن کا موضوع روح کا معراج ہے۔ ان کتابوں میں محی الدین ابن عربی کی دو تصانیف خصوصیت سے قابلِ ذکر ہیں پہلی۔ کتاب الاسرار الی مقام الاسریٰ اور دوسری الفتوحات المکیۃ۔ ابن عربی ہسپانیہ کے رہنے والے تھے اور ان کے اور دانتے کی تصانیف میں تقریباً اسّی سال کا فرق ہے۔ ابن عربی اور دانتے دونوں جہنم اور فردوس کے سفر کو اس دنیا میں روح کے سفر کی تمثیل سمجھتے ہیں۔ اِس دُنیا میں خالق نے روح کو اِس لیے بھیجا ہے کہ وہ اس مقصدِ اعلیٰ و آخری کی تیاری کرے کہ اسے دیدار خداوندی کی مسرتِ کامل حاصل ہو۔ ابنِ عربی اور دانتے دونوں اس کے قائل ہیں کہ تائیدِ غیبی اور شریعت کی

مدد کے بغیر یہ ممکن نہیں ۔ عقلِ انسانی (دانتے کے یہاں ورجل) اس سفر کی ابتدائی حدود تک تو ضرور رہبری کر سکتی ہے لیکن تائید و لطفِ خداوندی کے بغیر فردوس تک پہنچنا ممکن نہیں ۔ اسلوبِ بیان اور ظاہری تفصیلات میں بھی ابنِ عربی کی الفتوحات المکیہ اور دانتے کی " فردوس " میں بہت سی باتیں مشترک ہیں ۔ دونوں کتابوں کا لہجہ کبھی کبھی اتنا پُراسرار ہو جاتا ہے کہ گویا وہ وحیِ ربانی بیان کر رہی ہیں ۔ اسلامی تصوّف کی اُن سب کتابوں میں جو معراج کی روایات سے متاثر ہیں ، سب سے زیادہ ابنِ عربی کی الفتوحات المکیّہ ہی دانتے کی " فردوس " سے قریب تر ہے ۔ اسی طرح ابنِ عربی کی ترجمان الاشواق کا اثر دانتے کی Convito پر نمایاں ہے ۔ ترجمان الاشواق کا ڈاکٹر نکلسن نے انگریزی میں ترجمہ کیا ہے ۔

ایک اور کتاب جس کا اثر دانتے پر ممکن ہے ۔ ابو العلا المعری کی رسالۃ الغفران ہے ۔ اس سلسلے میں اس کتاب پر پروفیسر آر ۔ اے ۔ نکل R. A. Nykl نے ایک بہت دل چسپ مضمون لکھا ہے ۔ دانتے کے کلاسیکی اور یونانی شعرا کی طرح ابو العلا المعری نے بھی جاہلیت کے عرب شعرا کو فردوس میں جگہ نہیں دی ہے اور اس پر افسوس کیا ہے ۔ دانتے نے رواداری کا سبق ، ممکن ہے کہ معرّی ہی سے سیکھا ہو کیونکہ اس نے سیگیر دے براباں اور تامس اکوی ناس کو ایک ہی جگہ رکھا ہے ۔ سیگیر ابنِ رشد کا شاگردِ معنوی تھا ۔

تفصیلاتِ بیان ، عذابوں اور سزاؤں کے ذکر اور جغرافیائی تفصیلات وغیرہ میں بھی اسلامی روایات اور دانتے کی تصنیف میں بہت سی باتیں مشترک ہیں ۔ دانتے کے Limbo کا تصوّر اسلامی اعراف کے تصوّر سے اس حد تک ملتا جلتا ہے کہ اس میں رہنے والوں کی سزا بس یہی ہے کہ وہ فردوس

میں داخل ہونے کی خواہش کریں گے اور یہ خواہش کبھی پوری نہ ہونے پائے گی۔ اسلامی روایات میں بھی دانتے کے بیان کی طرح جہنم زمین کے نیچے ہے اور اس کا باب بیت المقدس کے قریب۔ اسلامی روایات میں جہنم کے سات طبقے ہیں، مگر دانتے کے یہاں نو۔ یہ واضح رہے کہ سات کا عدد اسلام میں بہت استعمال ہوا ہے اور اسی کا اثر قرونِ وسطیٰ کی عیسائیت پر پڑا۔ لیکن دانتے کو ـــــ جیسا کہ ہم دیکھ چکے ہیں ـــــ نو کا عدد بہت مرغوب تھا۔ ہسپانوی متصوفین کے نقشے سے ملتا جلتا ہی جہنم کا وہ نقشہ ہے جو دانتے نے بنایا۔ یعنی ایک ایسا غار جو کئی حلقوں والے پیالے کا ہو۔ اور جس میں ایک حلقے کے نیچے دوسرا حلقہ ہو۔ اس طرح جہنم کی صورت یہ ہے کہ وہ دائرہ در دائرہ گہرا ہوتا جاتا ہے۔ ابنِ عربی نے شیطان کی سزا یہ بتائی ہے کہ وہ برف میں گل رہا ہے یہی سزا دانتے نے اُس کے لیے تجویز کی ہے ابوالحسن الاشعری نے اس سزا کی یہ توجیہہ کی تھی کہ مردود فرشتے آگ کے بنے ہوئے ہیں پس سردی اور برف سے انھیں جو تکلیف پہنچ سکتی ہے وہ اور کسی طرح نہیں پہنچ سکتی۔

اعراف (Purgatory) کا تصور، عیسائیت کے لیے نیا تھا۔ اور دانتے کی کتاب کی تحریر کے تقریباً سو سال بعد سرکاری طور پر کیتھولک عیسائیت نے اعراف کے وجود کو تسلیم کیا۔ اسلام میں (Purgatory) کے تصور سے ملتا ہوا جو مقام ہے اسے صراط کہتے ہیں۔ ابن عربی نے صراط کی جو تعریف کی ہے وہ دانتے کی Purgatory سے زیادہ مختلف نہیں لیکن چوں کہ ہندستان میں وہ روایات زیادہ مقبول ہیں جن میں صراط کو ایک پُل بتایا گیا جو تلوار کی دھار سا تیز ہے، اس لیے ہم نے Purgatory کے ترجمے کے لیے لفظ صراط استعمال نہیں کیا ہے۔ لفظ 'اعراف' Limb· کے معنی ایک

حد تک ادا کرتا ہے۔ لیکن آج کل بالعموم اعراف اور مقامِ کفارہ کے معنی اردو میں ایک ہوتے جا رہے ہیں اور ہم نے زبان کے اس رجحان پر تکیہ کرکے یہ آزادی برتی ہے کہ اس ترجمے کے سلسلے میں Purgatory کے لیے اعراف کا لفظ استعمال کیا ہے۔

ابنِ عربی اور دانتے میں اتنی باتیں مشترک ہیں کہ ان کو کسی طرح محض اتفاق پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔ دانتے کی "طربیہ خداوندی" فتوحات مکّیہ کے اسّی سال بعد لکھی گئی۔ محض توارد سے اتنی مشابہت نہیں پیدا ہو سکتی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اثرات دانتے تک پہنچے کیسے؟ نہ خود تو عربی نہیں جانتا تھا مگر فلارنس بہت بڑا تجارت گاہ تھا۔ اور اس زمانے میں زیادہ تر تجارت مشرقِ اقصیٰ سے ہوتی تھی۔ عرب بارہا اطالیہ پہنچ چکے تھے اور سسلی اور ہسپانیہ پر صدیوں تک حکومت کرتے رہے تھے۔ ہسپانیہ میں باقی تھے۔ سسلی میں ان کے جانے کے بعد فریڈرک ثانی کا دربار انھی کے تمدّن کا نمونہ رہا۔ فریڈرک نے نیپلز میں ایک یونیورسٹی قائم کی تھی جہاں عربی مسودات کا بڑا نادر ذخیرہ تھا۔ یہاں اور طلیطلہ میں شاہ الفانسو کے دربار میں عربی کتابوں کا ترجمہ ہو رہا تھا۔ فارابی، کندی، ابی سینا، غزالی اور خصوصاً ابن رشد کی اتنی ہی تعظیم کی جاتی تھی جتنی یونانی فلسفیوں کی۔ اسی وجہ سے دانتے کے زمانے تک دُنیا بھر کے تمدّن کو وحدت سی حاصل تھی۔ ایشیا کا خرقۂ دیرینہ چاک نہیں ہونے پایا تھا اور یورپ کے بلند ترین دماغ باوجود مذہبی تعصب کے ذہنی تعصب سے گریز کرتے تھے۔

معراج کی روایات اس زمانے میں اسپین کے عیسائیوں اور مستعربوں میں پھیل چکی تھیں۔ دانتے کا اُستاد برونتو لاتی نی ۱۲۶۰ء میں فلارنس کا سفیر

ہو کے الفانسو شاہِ طلیطلہ کے دربار میں گیا۔ الفانسو کا دربار عربی کتابوں کے مترجموں کا مرکز تھا۔ کچھ عجب نہیں جو ابن عربی کے خیالات لاتی نی کے ذریعے دانتے تک پہنچے ہوں۔ برونتو لاتی نی کی کتاب ذخیرہ پر بھی عرب کے حکما کا بڑا اثر ہے۔

لیکن اگر دانتے نے ابن عربی سے اتنا سب کچھ مستعار لیا تو اس سے اس کی اپنی جدّت طرازی اور اپج پر حرف نہیں آتا۔ شکسپیر نے بھی قریب قریب اپنے تمام ڈراموں کے پلاٹ کہیں نہ کہیں سے لیے۔ کچّا مال جب کسی شاعر کے ہاتھ لگتا ہے تو دنیا کی اعلیٰ ترین شاعری ظہور میں آتی ہے۔

مشرق میں کسی اور نے نہیں تو کم سے کم ہماری صدی کے سب سے بڑے مشرقی شاعر اقبال نے، دانتے سے اکتساب نور کیا ہے اور ابن عربی سے لیا ہوا قرضہ اس طرح ادا ہو گیا۔ اقبال کے جاوید نامہ کی نبیاد دانتے کی فردوس پر ہے۔ اقبال نے دانتے کے جغرافیائی خاکے کی بھی بڑی حد تک پیروی کی ہے۔ ہاں دونوں کتابوں میں وہ فرق ضرور ہے جو تیرھویں صدی کے فلارنس اور بیسویں صدی کے ہندستان (یا پاکستان؟) میں ہونا ضروری تھا۔ اور اسی لیے فلک قمر میں طاسین گوتم اور طاسین محمد میں وہ لوگ ملتے ہیں جن کا دانتے کی فردوس میں گھسنا ناممکن تھا۔ اگر اقبال نے جاوید نامہ سے پہلے جہنّم کے متوازی کوئی اور کتاب لکھی ہوتی تو گوتم کی رقّاصہ اور دوشیزۂ مریخ کے لیے اس میں جگہ نکل آتی۔ دانتے کی ارغوانی ندی یا اقبال کا دریائے خونیں جہنّم ہی میں بہتا۔ ہاں یہ ممکن تھا کہ میر جعفر اور میر صادق کی روحیں بھی دِ اِسکاریٹ اور بروٹس کی روحوں کی طرح شیطان کے خاص منطقۂ زمہریر میں رکھی جائیں۔ کیوں کہ ملک سے غداری کرنے

والوں کا ٹھکانا دانتے کے جہنم میں حلقہ ان تے نورا ہے۔ "جاوید نامہ" اور "فردوس" کا مقابلہ فردوس کے ترجمے کی تمہید میں ہونا چاہیے۔ اس لیے یہاں ہم اس کا ذکر ختم کرتے ہیں۔

عزیز احمد

سری نگر۔ راولپنڈی۔ حیدر آباد دکن
جون تا ستمبر ۱۹۴۲ء

فہرستِ قطعات

پہلا قطعہ - دانتے ایک تاریک جنگل میں بھٹک جاتا ہے اور وہاں بڑی تکلیف سے رات بسر کرتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اُس نے جیسی اذیت اٹھائی اس کے مقابل موت کچھ بھی نہیں۔ لیکن وہ ان تمام خوف ناک چیزوں کا ذکر کرے گا جو اُس نے وہاں دیکھیں تاکہ وہ یہ بھی بتا سکے کہ اُس کی رہنمائی کیسے ہوئی اور کیسے اُس نے تمام تکالیف کے اصلی اسباب کو معلوم کرنا شروع کیا۔ وہ ایک پہاڑی کے پاس پہنچتا ہے اور اس پر چڑھنا شروع کرتا ہے۔ لیکن راستہ بالکل ویران ہے۔ ایک بڑا خوب صورت چیتا اُسے نظر آتا ہے جس کی ظاہری خوش رنگ شکل دیکھ کر پہلے تو اس کی امید بندھتی ہے۔ لیکن ایک شیر ببر اور ایک بھیڑیے کی مادہ ڈرا کے اسے نیچے بھگا دیتے ہیں۔ ورجل اس کی مدد کرنے آتا ہے اور سمجھاتا ہے کہ یہ بھیڑیے کی مادہ کسی کو اس راستے سے زندہ گزرنے نہیں دیتی۔ جو پہاڑ پر اس راستے سے چڑھنا چاہتا ہے وہ اُس سے گتھ جاتی ہے اور اسے مار ڈالتی ہے۔ ورجل کہتا ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ ایک تیز اور مضبوط شکاری کُتا زمین کو اس بھیڑیے کی مادہ کے وجود سے پاک کرے گا اور تعاقب کر کے اسے جہنم پہنچائے گا۔ وہ ایک دوسرے راستے سے دانتے کی رہنمائی کرنا چاہتا ہے۔ اس کا وعدہ کرتا ہے کہ اسے راحت و کلفت کی ابدی اصل دکھا دے گا۔

دوسرا قطعہ۔ پہلا دن ختم ہوتا ہے۔ جب دانتے سنجیدگی سے غور کرتا ہے کہ اس نے کس مہم کا بیڑا اٹھایا ہے تو اس کی ہمت بیٹھ جاتی ہے۔ وہ ورجل سے کہتا ہے کہ قبل اس کے کہ مجھے ایسے پُرصعوبت سفر پر لے چلو۔ یہ سوچ تو سہی کہ مجھ میں اس کی صلاحیت ہے بھی کہ نہیں۔ اس کا دل بیٹھنے لگتا ہے۔ ورجل کو اس کے خوف کا صحیح اندازہ ہو جاتا ہے اور وہ اس سے کہتا ہے کہ شاعر کی محبوبہ بیا تریچے کی روحِ پاک آسمان سے محض اس سفر کا حکم دینے کے لیے اتری یہ سن کے دانتے کی ساری کم ہمتی ختم ہو جاتی ہے اور وہ سفر کے لیے تیار ہو جاتا ہے۔

تیسرا قطعہ۔ جہنم کے دروازے کا کتبہ:۔ ورجل دانتے کا ہاتھ پکڑ کے اسے اندر لے جاتا ہے۔ بھیانک آوازیں سُن سُن کر وہ رونے لگتا ہے۔ ایک کالے میدان میں جو احاطوں کے اطراف ہے وہ ارواح کے ایک جم غفیر کو دیکھتا ہے جو ایک جھنڈے کے پیچھے بے تحاشا افراتفری سے دوڑ رہا ہے۔ غُصیلی بھڑیں اس مجمع کا پیچھا کر رہی ہیں۔ یہ وہ ناشاد لوگ ہیں جو صحیح معنوں میں کبھی زندہ نہیں رہے ——— جو کبھی بیدار نہیں ہوئے کہ کسی اچھے یا بُرے کام میں حصہ لیں یا اپنے سوا کسی اور چیز کی پرواکریں۔ ان کے ساتھ اسی نوع کے نکالے ہوئے فرشتے بھی ہیں۔ ان کے مجمع سے گزر کر دونوں شاعر ایک بڑے دریا کے پاس پہنچتے ہیں جو دوزخ کے کنارے کے اطراف بہتا ہے اور پھر نیچے اتر کے بہت سی ندّیوں، دلدلوں اور اس برف میں بٹ جاتا ہے جس سے ہمیں آگے چل کے سابقہ پڑے گا۔ اس دریا کا نام اکے رونتے ہے۔ وہ سب

لوگ جن پر موت کے وقت خدا کا غضب نازل ہوتا ہے ہر ملک سے آکر اس دریا کے کنارے جمع ہوتے ہیں کہ کارون نامی عفریت انھیں کھے کے پار لے جائے۔ وہ اپنی جلتی ہوئی آنکھوں سے گھور کر انھیں ڈراتا ہے تو وہ اس کی کشتی میں سوار ہو جاتے ہیں۔ کارون کے اس انکار کے بعد وہ دانتے کو پار نہ لے جائے گا زمین کے ایک سخت زلزلے کے باعث دانتے کے حواس دفعتاً معطل ہو جاتے ہیں۔ ساتھ ہی ساتھ ہوا کے جھکڑ چلتے ہیں اور بجلی کی کڑک چمک شروع ہو جاتی ہے۔ دانتے بے ہوش ہو کر گر پڑتا ہے۔

چوتھا حلقہ۔ سخت گرج کی آواز سن کے دانتے اٹھ بیٹھتا ہے تو دیکھتا ہے کہ کسی نے اسے خلیج کے پار پہنچا دیا ہے۔ ورجل اسے جہنم کے پہلے حلقے لم بو لے جاتا ہے جہاں ان لوگوں کی روحیں ہیں جنھیں قبول عیسائیت کا موقع نہیں ملا۔ وہ صرف یہی رنج اٹھاتے ہیں کہ خدا کے دیدار کی انھیں بڑی تمنا ہے لیکن کوئی امید نہیں۔ ان کی ٹھنڈی سانسوں سے جاودانی ہوا لرزتی ہے۔ دانتے اور ورجل اور آگے بڑھتے ہیں تو روشنی کے ایک نیم کرے کے پاس پہنچتے ہیں اور ہومر اور دوسرے شعرا کی روحوں سے ان کی ملاقات ہوتی ہے۔ پھر وہ ایک قلعہ معلیٰ میں پہنچائے جاتے ہیں جہاں وہ ممتازترین کافر خاتونوں، مدبّروں، عقلا اور بہادروں کو دیکھتے ہیں۔ ہومر اور دوسرے شعرا ان کا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں۔ پھر وہ ایک ایسے مقام پر پہنچتے ہیں جہاں کامل تاریکی ہے۔

پانچواں قطعہ۔ جہاں جہنّم حقیقی معنوں میں شروع ہوتا ہے۔ اس کے دروازے پر
می نوس جہنّم کا منصف بیٹھا ہے۔ یہاں شہوانی گناہ گاروں کی
روحیں ہیں جن کی سزا یہ ہے کہ کامل تاریکی میں ہول ناک ہواؤں
کے تھپیڑے انھیں مسلسل اُڑاتے پھرتے ہیں۔ ان میں پہلے سمی راس
ملکۂ بابل کی روح آتی ہے، پھر دی دو، قلوبطرہ، ہیلینا، اچی لس
اور پیرس اور پھر ایک بہت بڑا گروہ ایک ایک کرکے گزرتا ہے۔
ان کو دیکھ کر دانتے پر حیرت و رحم کا غلبہ ہوتا ہے۔ عین اس وقت
اس کی توجہ دو ایسی روحوں کی طرف منعطف ہوتی ہے جو ساتھ ہی
ساتھ ہیں اور جو ہُوا پر بڑی ہلکی معلوم ہوتی ہیں۔ جب اسے معلوم
ہوتا ہے کہ یہ ری می نی کی رہنے والی فرانچسکا اور اس کا محبوب
پاؤلو ہے تو کچھ دیر تو دانتے ساکت و صامت رہتا ہے اور جب
ان کی داستانِ درد سن چکتا ہے تو مردے کی طرح زمین پر
گر پڑتا ہے۔

چھٹا قطعہ۔ ہوش میں آنے کے بعد دانتے اِدھر اُدھر دیکھتا ہے اور اپنے آپ کو
نئے عذابوں اور نئے طرح کے گناہ گاروں کے درمیان پاتا ہے۔
بے ہوشی ہی کے عالم میں اُسے دوسرے حلقے کے طوفانوں اور
چٹانوں سے اٹھا کے اس تیسرے حلقے میں پہنچا یا گیا۔ یہ مقام
عیش پرستوں اور بسیار خوروں کے لیے ہے جو بد ترین قسم کی
لذّتوں کے دل دادہ ہوتے ہیں۔ بڑے بڑے اولے، بدبودار
پانی اور برف کا طوفان اِن پر ہمیشہ بلا کمی دبیشی کے برستا رہتا
ہے وہ زمین پر چیت پڑے رہتے ہیں اور تین سَر والا دیو

چڑبیے رو (سربے رس) اُن پر بھونکتا اور انھیں نوچتا ہے۔ فلارنس کے ایک باشندے چیاکو (سُوّر) کی روح شاعروں کو دیکھ کے بڑی خوشی سے اُٹھ بیٹھتی ہے۔ دانتے اُس سے فلارنس کی دو جماعتوں کے باہمی نزاع کا حال سنتا ہے جن کی وجہ سے شہر تباہ ہو رہا ہے۔ چیاکو کو چھوڑ کے دونوں شاعر آہستہ آہستہ ارواح اور بارش کے خلط ملط مرکب سے گزرتے ہوئے آزمایشِ عظیم اور بقائے دوام کا ذکر کرتے جاتے ہیں یہاں تک کہ اگلے اتار پر انھیں پلوٹو ملتا ہے۔

ساتواں قطعہ۔ پلوٹو، دولت کا پرانا دیوتا ہے۔ شعرا اس کو چوتھے حلقے کے کنارے پر پاتے ہیں۔ ان کو آتا دیکھ کے وہ غصّے اور تعجب سے پھول جاتا ہے اور بعض عجیب و غریب الفاظ بولتا ہے۔ ورجل اُسے اس طرح ڈانٹتا ہے کہ وہ بے بس ہو کے زمین پر گر پڑتا ہے اس حلقے میں ـــــ جو دو حصّوں میں منقسم ہے ـــــ دو علیحدہ قسم کی روحیں دکھتی ہیں جو دو مختلف سمتوں سے آرہی ہیں، بڑے بھاری بوجھ ڈھکیل رہی ہیں اور ایک دوسرے کو ان سے مار رہی ہیں۔ اور پھر ایک دوسرے کو لعنت ملامت کرتی ہوئی یہ روحیں اپنا اپنا بوجھ واپس ڈھکیلتی ہیں۔ یہاں تک کہ دونوں نصف کروں کے دوسرے سرے پر یہ روحیں پھر پہلے کی طرح ایک دوسرے سے ٹکراتی ہیں۔ یہ مسرفوں اور بخیلوں کی روحیں ہیں۔ بائیں نصف کرے میں جو بخیلوں کے لیے ہے دانتے کو بہت سے لوگ ایسے نظر آتے ہیں جن کے سر مُنڈے ہوئے ہیں

یہ لوگ کلیسا کے عہدہ دار ہیں۔ دونوں شعرا تقدیر کا اور ان چیزوں کا ذکر کرتے ہیں جن پر اس کی حکومت ہے۔ پھر وہ اس حلقے کو جلدی سے طے کر کے دوسرے اتار تک پہنچتے ہیں۔ اس دوسرے اتار کے کرارے پر کالے پانی کا ایک چشمہ ہے جو بڑے جوش سے ایک شگاف سے اُبل کے نکلتا ہے۔ اس چشمے کے کنارے کنارے دونوں شعرا آگے بڑھتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس مقام پر پہنچتے ہیں جہاں اس چشمے کا پانی دلدل بن جاتا ہے جو اسی جے (Stige) کہلاتی ہے، یہی دلدل پانچواں حلقہ ہے۔ اس دلدل میں وہ ایسی روحوں کو دیکھتے ہیں جو ننگی اور کیچڑ میں لت پت ہیں، اور جو ایک دوسرے پر حملہ کر رہی ہیں اور ایک دوسرے کو کاٹ اور پھاڑ رہی ہیں۔ یہ روحیں مغضوب الغضب لوگوں کی ہیں۔ ان کے نیچے کالے کیچڑ میں لت پت اُداس اور کاہل الوجود لوگوں کی روحیں ہیں۔ جن کے گلے ایک اداس سا بھجن گڑگڑا رہے ہیں۔ دونوں شاعر اس نفرت انگیز دلدل کے کنارے کنارے بہت دور تک چکر کاٹ کے ایک اونچے مینار کے پاس پہنچتے ہیں۔

آٹھواں قطعہ۔ اونچے مینار تک پہنچنے سے پہلے دونوں شعرا مینار کی چوٹی پر دو شعلے بطور نشانوں کے اٹھتے دیکھتے ہیں اور ایک سرد شعلہ بڑے فاصلے پر ان کو جواب دیتا ہے۔ پھر وہ فلے گیاس کو دیکھتے ہیں جو غصے میں بھرا بڑی تیزی سے آتا ہے کہ انھیں دوسرے کنارے پہنچائے۔ وہ اس کی کشتی میں بیٹھ کے اس چوڑی دلدل یا پانچویں حلقے کو پار کرتے ہیں۔ راستے میں رفلی پو آرجن ٹی کی

کیچڑ میں لت پت روح دانتے سے خطاب کرتی ہے۔ فلی پو نمود و نمائش، غرور اور حیوانی غصے کی وجہ سے بہت بدنام تھا۔ اس سے جدا ہونے کے بعد دانتے گریہ وزاری کی آواز سنتا ہے اور ورجل اس سے کہتا ہے کہ دی تے (شیطان) کا شہر قریب آرہا ہے۔ شدید کہر میں دانتے اس شہر کی عمارتوں کے کلس دیکھتا ہے جو اس قدر سرخ ہیں گویا ابھی آگ سے نکالے گئے ہیں۔ فلے گیاس دونوں کو شہر کے پھاٹک پر اتار دیتا ہے۔ اس پھاٹک پر بہت سے مردود فرشتے قابض ہیں اور وہ ان دونوں کو راستہ دینے سے انکار کرتے ہیں۔

نواں قطعہ۔ شیاطین ورجل کو پیچھے ہٹا دیتے ہیں اور وہ جب واپس آتا ہے تو اس کا چہرہ اترا ہوا ہے۔ یہ دیکھ کر دانتے کا رنگ زرد ہو جاتا ہے ورجل اس کی ہمت بڑھانا چاہتا ہے مگر اس کے پریشان اور شکستہ الفاظ سے دانتے کا خوف بڑھ ہی جاتا ہے۔ دفعتاً قہر کی دیویاں نمودار ہوتی ہیں اور میڈوسا کا سر بتلا کے دانتے کو ڈراتی ہیں۔ ورجل دانتے کو اس خوفناک منظر سے بچا لیتا ہے ورنہ وہ پتھر کا ہو جاتا۔ اتنے میں وہ فرشتہ جس کا ورجل انتظار کر رہا تھا، غصے کی دلدل سے ہوتا ہوا آتا ہے۔ تمام شیاطین کو بھگا دیتا ہے۔ اب دونوں شاعر بلا کسی مخالفت کے اندر داخل ہوتے ہیں اور ایک بہت بڑا میدان دیکھتے ہیں جو جلتی ہوئی قبروں سے اٹا پڑا ہے۔ یہ چھٹا حلقہ ہے اور ان قبروں میں ہر فرقے کے بدعتیوں اور اُن کے پیرووں کو سزا دی جاتی ہے۔ شعرا داہنے ہاتھ کی طرف مڑتے ہیں۔

اور جلتی ہوئی قبروں اور شہر کی اونچی دیواروں کے بیچوں بیچ آگے بڑھتے ہیں۔

دسواں قطعہ۔ شہر کی فصیل کے اندر کنارے کنارے دونوں شاعر آگے بڑھتے ہیں۔ بائیں طرف جلتی ہوئی قبریں ہیں۔ یہ دیکھ کر کہ بعض قبروں کے اوپر پتھر ہٹے ہوئے ہیں اور قبریں کھلی ہیں۔ دانتے پوچھتا ہے کہ ان قبروں میں جو روحیں ہیں وہ نظر آسکتی ہیں کہ نہیں۔ ورجل اس کے سوال کے مقصد اور اہمیت کو سمجھ کے بتاتا ہے کہ اس وقت وہ جس حصے سے گزر رہے ہیں وہ ابیقوری بدعتیوں کا قبرستان ہے اور یہ کہ بہت جلد دانتے کی خواہش پوری ہوگی اور وہ ان کو دیکھ سکے گا۔ وہ باتیں کر ہی رہے تھے کہ فاری ناتا کی روح نے ایک مزار سے اٹھ کے انھیں مخاطب کیا۔ فاری ناتا دانتے کے گہرے دوست گویدو کاول کانتی کا خسر تھا۔ گویدو کے والد کاول کانتے دی کاول کانتی کی روح بھی زندہ آدمی کی آواز سن کر اسی مزار سے اٹھی اور ادھر ادھر دیکھنے لگی کہ کہیں اس کا بیٹا تو نہیں آیا اور بہت سی چیزوں کے علاوہ فاری ناتا یہ بھی پیشین گوئی کرتا ہے کہ دانتے کی جلاوطنی کی مدت کب ختم ہوگی اور وہ یہ بھی سمجھاتا ہے کہ جہنم میں روحیں مستقبل اور ماضی کے واقعات تو جانتی ہیں مگر حال میں زمین پر جو کچھ پیش آرہا ہے اس سے وہ بے خبر رہتی ہیں۔

گیارھواں قطعہ۔ چھٹے حلقے کو طے کرکے اب شعرا ایک کراری چٹان پر پہنچتے ہیں جو چھٹے حلقے کو نیچے کے حلقوں سے جدا کرتی ہے۔ یہاں وہ ایک

بڑی سی لوحِ مزار کو دیکھتے ہیں جو اس چٹان کے بائیں کنارے ہے
اس پر جو کتبہ ہے اس میں درج ہے کہ یہاں ایک بدعتی پاپائے روم
دفن ہے۔ مجبور ہوئے وہ اس کے سائے میں پناہ لیتے ہیں کیوں کہ
خلیج سے سخت بدبُو آتی ہے۔ ورجل بیان کرتا ہے کہ کس قسم کے
گناہ گاران تین حلقوں میں ہیں جن کو انھوں نے اب تک
نہیں دیکھا۔ اور یہ کہ شہوت پرستوں، زر پرستوں، کنجوسوں،
فضول خرچوں یا غصیلے اور کاہل الوجود لوگوں کو کیوں شیطانی شہر
میں سزا نہیں دی جاتی۔ دانتے پوچھتا ہے کہ خدا سود خواری سے
کیوں ناراض ہوتا ہے۔ جب ورجل اس کا جواب دے چکتا ہے تو
دونوں آگے بڑھ کے ایک ایسے مقام پر پہنچتے ہیں جہاں سے
ایک راستہ ساتویں حلقے کو جاتا ہے۔

بارھواں قطعہ۔ ساتویں حلقے کے سرے پر منوتارو (اقریطش کی دیومالا میں
ایک عجیب مخلوق جو نصف انسان اور نصف بیل تھا، اور جو
مردم خوار تھا) پہرہ دیتا ہے۔ یہ دیو اس خونیں جبر و ظلم اور درندگی
کا نمونہ ہے جس کے مجرموں کو اس حلقے میں سزا دی جاتی ہے۔
ان دونوں شاعروں کو دیکھ کے پہلے تو یہ دیو حملہ کرنے کی
نیت سے اپنے آپ کو دانتوں سے نوچنے لگتا ہے۔ مگر ورجل اُسے
ایسی سختی سے مخاطب کرتا ہے کہ وہ غصّے سے بے بس ہو کر ادھر
اُدھر جھپٹتا ہے اور کچھ دیر کے لیے راستہ کھُلا چھوڑ دیتا ہے۔
اُس کے بعد دانتے ایسے منتشر پتھروں پر سے ہو کر گزرتا ہے جو
اس قدر بے سہارا ہیں کہ اس کے پیروں کے بار سے نیچے

گرنے لگتے ہیں۔ جب وہ نیچے پہنچتے ہیں تو خون کی ندی انھیں
نظر آتی ہے۔ خون کی ندی ساتویں حلقے کے اطراف بہتی ہے اور
اس کے تین ٹکڑوں میں سے ایک کو باقی سے الگ کرتی ہے۔ اس
ندّی میں وہ لوگ سزا پاتے ہیں جنھوں نے دوسروں پر ظلم
کیا ہے۔ کچھ لوگ بھوؤں تک اس ندّی میں ڈوبے کھڑے ہیں،
کچھ حلق تک ڈوبے ہوئے ہیں جیسا ان کا جُرم ہے ویسی ہی
ان کی سزا ہے۔ کنارے پر قنطوروں کی صفیں کی صفیں ہیں جو
ہر گناہ گار کو خون کی ندّی کی اس گہرائی میں ڈھکیلتے ہیں جس کی
سزا اُسے ملی ہے۔ کیرو نے جو قنطوروں کا سردار ہے نےسو کو
حکم دیا کہ وہ اس ندّی کے سب سے اتھلے حصّے سے دانتے کو
پار لے جائے۔ نےسو بہت سے ظالموں، قاتلوں اور جابروں
کا ذکر کرتا ہے جو انھیں راستے میں نظر آتے ہیں۔ اس کے بعد
نےسو انھیں اس پار پہنچا کے اکیلا واپس ہوتا ہے اور ندّی پار
کر کے اپنے ساتھی قنطوروں کے پاس پہنچتا ہے۔

تیرھواں قطعہ۔ ساتویں حلقے کا دوسرا حصّہ یا گروہ خودکشی کرنے والوں کا
اُداس، پُراسرار اور ہیبت ناک جنگل۔ ان لوگوں کی روحوں
نے زمین میں جڑیں پکڑ لی ہیں اور ایسے درخت بن گئی ہیں جن کی باڑھ
رُک گئی ہو اور جن کی پتیاں اور ڈالیاں مرجھا گئی ہوں بجائے پھلوں کے
ان سے زہر پیدا ہوتا ہے گندی ہارپیاں جو انتھک طور پر ناامیدی
اور درد کا نشان دیتی ہیں ان درختوں کی شاخوں پر بیٹھ کر واویلا کرتی
ہیں اور انھیں نوچتی ہیں خودکشی کرنے والوں میں پیئے تر دے لے دی نیے

شامل ہے وہ دانتے سے بیان کرتا ہے کہ کیوں اس نے خودکشی کی ، اور کس طرح ان خودکشی کرنے والوں کی روحیں ان بے ہنگم درختوں میں بدل جاتی ہیں۔ وہ یہ اسرار بیان کر ہی رہا تھا کہ دو روحوں کے شور سے اس کے بیان میں خلل پڑتا ہے۔ یہ دو ننگی اور نچی کھچی روحیں گھنے جنگل میں دوڑتی آتی ہیں۔ انھوں نے بڑی بیدردی سے اپنا سرمایہ صرف کیا تھا اور اس طرح بے وقت اپنا کام تمام کیا تھا۔ اس کی سزا یہ تھی کہ ان کے پیچھے جہنم کی دو بے قرار مہیب کتیاں تعاقب کر کے انھیں چیرنے پھاڑنے لگیں۔ دانتے اپنے ایک ہم وطن سے بھی ملتا ہے جس نے اپنی سارا مال و دولت ضائع کر کے خودکشی کر لی۔ وہ بڑی توہم پرستی کے ساتھ ان مصائب کی پیشین گوئی کرتا ہے جو فلارنس کو پیش آنے والے ہیں۔

چودھواں قطعہ۔ نچے ہوے پودے کی شکستہ پتیاں اس کے پاس جمع کر دیتا ہے ورجل اسے جنگل کا بقیہ حصہ پار کرا کے ساتویں حلقے کے تیسرے گرتے یا حصے میں لے جاتا ہے۔ یہ جلتی ہوئی ریت کا ایک چٹیل میدان ہے۔ یہاں اُن لوگوں کو سزا ملتی ہے جنھوں نے خدا کے خلاف یا فطرت کے خلاف یا ہنر اور فطرت کے خلاف تشدد کیا جن لوگوں نے خدا کے خلاف تشدد کیا ان کی تعداد بہت کم ہے۔ وہ ریت پر چت پڑے ہوے ہیں اور دوسروں سے زیادہ عذاب میں مبتلا ہیں جنھوں نے ہنر اور فطرت کے خلاف تشدد کیا ہے وہ دبکے ہوے بیٹھے ہیں اور جنھوں نے فطرت کے

خلاف تشدد کیا ہی وہ اِدھر اُدھر بڑے بڑے گروہ بنا کے گشت لگا رہے ہیں۔ جیسی ان کی خطا ہی اسی مناسبت سے ان کی رفتار بھی تیز ہی۔ آگ کی پھوار ان سب پر آہستہ آہستہ برس رہی ہی اور ہمیشہ برستی رہے گی۔ کاپانی اس چت پڑا ہوا ہی۔ شعلے اُسے خاموش نہیں کرسکتے اور وہ اسی پرانے جوش وخروش اور عزم سے خدا کے خلاف تبرّہ بازی کر رہا ہی۔ اس سے باتیں کر کے دونوں شاعر جلتی ہوئی ریت اور خودکشی کرنے والوں کے جنگل کے بیچوں بیچ ایک راستے پر آگے بڑھتے ہیں اور جلد ہی ایک ارغوانی رنگ کے نالے کے پاس پہنچتے ہیں جو جنگل سے نکلتا ہی اور ریتیلے میدان سے ہوکر گزرتا ہی۔ یہاں ورجل جہنم کی تمام ندیوں اور دلدلوں کے منبع کے حالات بیان کرتا ہی۔

پندرھواں قطعہ۔ ارغوانی چشمہ جو جلتی ہوئی ریت کے دائرے کے بیچوں بیچ ہوکر گزرتا ہی اس سے ایک ایسی تاریک سی بھاپ نکلتی ہی جس سے اس کے اوپر برسنے والے تمام شعلے، اور اس کے اونچے کناروں پر تمام شعلے بجھ جاتے ہیں۔ دونوں اسی ندی کے کنارے کنارے چلتے ہیں۔ ایک گردش کرتے ہوے گروہ میں دانتے کا استاد اور دوست برونتو لاتی نی ہی۔ وہ اور دانتے ایک دوسرے سے بڑی عزت اور محبت سے باتیں کرتے ہیں۔ ماضی کا ذکر کرتے ہیں اور مستقبل سے امیدیں باندھتے ہیں۔ اگرچہ ابدی فرمان دونوں کے لیے الگ الگ ہی

سولھواں قطعہ۔ روحوں کا ایک اور گروہ اس آگ کی بارش میں نمودار ہوتا ہی

یہ ان لوگوں کی روحیں ہیں، جو جنگ میں اور جہاں بانی کی مجالس میں ممتاز تھے۔ اب وہ بھی اس گناہ کی سزا بھگت رہے ہیں، جو برونیتو لاتینی اور اس کے ساتھیوں کے عذاب کا باعث تھا۔ ان میں سے تین دانتے کو اس کے لباس سے پہچان لیتے ہیں کہ ان کا ہم وطن ہے۔ وہ خجالت سے اپنی خستہ حالت کا ذکر کرتے ہیں اور دانتے کو اپنا نام بتاتے ہیں کہ شاید وہ ان کے مشتاقانہ سوالات کا جواب دے۔ یہ تینوں اپنی قابلیت اور حب وطن کے باعث مشہور تھے۔ فلارنس سے انھیں اب بھی اس قدر عشق تھا کہ اس کے ذکر میں وہ اپنے عذاب کی تکلیف بھول جاتے ہیں۔ دانتے بڑے ادب سے انھیں جواب دیتا ہے اور مختصر مگر پُرزور الفاظ میں اس اندھیر نگری کا قصہ سناتا ہے۔ پھر ورجل اُسے اس مقام پر لے جاتا ہے جہاں پانی آبشار بن کر گرتا ہے۔ وہ دانتے سے کہتا ہے کہ وہ کمند جو پہنے ہوئے ہے کھولے۔ ورجل اس کمند کو خلیج میں پھینک کے ایک عجیب الخلقت اور قوی ہیکل جانور کو اوپر کھینچتا ہے۔

سترھواں قطعہ - دیو ہیکل جیریوں کا ذکر۔ دونوں شعرا ندی کا چٹان دار کنارہ چھوڑ کے سیدھے ہاتھ کی طرف وہاں پہنچتے ہیں جہاں یہ جانور اُترا ہے۔ ورجل اس کے پاس ٹھیرا رہتا ہے اور دانتے کو اس لیے اکیلا بھیجتا ہے کہ وہ اس آخری درجے کے گناہ گاروں کو بھی دیکھ لے جو اس جلتی ہوئی ریت پر سزا پا رہے ہیں۔ یہ لوگ سود خوار ہیں جنھوں نے فطرت اور ہنر دونوں پر شدید ظلم

کیا ہی - یہ لوگ سمٹے ہوئے بیٹھے ہیں اور ان کی آنکھوں سے آنسو رواں ہیں - ہر ایک کے پاس ایک تھیلی ہی جس پر خاندانی مُہر لگی ہوئی ہی اور یہ تھیلی گردن میں بندھی ہی- دانتے ان میں سے چند کے چہروں کی طرف دیکھتا ہی مگر کسی کو پہچان نہیں سکتا - بطورِ فرض وہ مختصراً ان کی حالت کا معائنہ کرتا ہی - پھر اپنے رہبر کے پاس واپس پہنچتا ہی - جیریوں ان کو اڑا کے آٹھویں حلقے میں لے جاتا ہی -

اٹھارواں قطعہ جیریوں چکر کاٹتا ہوا آٹھویں حلقے میں جا اُتارتا ہی - یہ حلقہ پہلے حلقوں سے بہت نیچے ہی - یہاں زیادہ سنگین گناہوں کی سزا ملتی ہی - ہر چیز تاریک اور سخت چٹان کی بنی ہوئی ہی - آٹھواں حلقہ یوں بنا ہوا ہی کہ اس کے گرداگرد تو چٹان کی ایک بڑی ہی کراری سی دیوار ہی، اس دیوار سے بیچوں بیچ تک ڈھلوان ہی اور بالکل بیچ میں ایک کنواں سا ہی (جس میں نواں حلقہ ہی) آٹھویں حلقے کی اس ڈھلوان میں گرد کی دیوار سے لے کر بیچ کے کنوٗیں تک دس گہری خندقیں ہیں جو یکے بعد دیگرے اس طرح کھدی ہوئی ہیں جیسے کسی قلعے کے گرد خندقیں - ہر خندق میں الگ قسم کے گناہ گار ہیں - گرد کی دیوار سے بہت سی چٹانیں ایسی نکلی ہوئی ہیں جو ان خندقوں پر پُل سے بناتی ہیں اور بالکل ان راستوں کی سی ہیں جن پر گزر کر کسی قلعے کی خندقیں عبور کی جاتی ہیں - جیریوں نے ان دونوں کو گرد کی دیوار کے بالکل قریب اتارا ہی - ورجل بائیں طرف بڑھتا ہی اور دانتے کو

پہلی خندق کے بیرونی کنارے پر سے چلتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ دونوں ایک چٹان کے پاس پہنچتے ہیں، یہاں وہ چڑھتے ہیں اور سیدھی طرف پلٹ کے دو پلوں کو عبور کرتے ہیں اور ان پلوں کے نیچے خندقوں کی مخلوق کو دیکھتے ہیں۔ ان میں سے پہلی خندق میں بھڑوے اور دھوکا دے کے عصمت ریزی کرنے والے ہیں جو دو الگ الگ گروہوں میں چلے جا رہے ہیں۔ یہ بالکل برہنہ ہیں اور سینگ والے شیاطین انھیں تازیانے مار رہے ہیں۔ دوسرے حلقے میں خوشامدی ہیں جو غلاظت میں لتھڑے پڑے ہیں۔

انیسواں قطعہ۔ تیسری خندق میں مذہب فروش ہیں۔ یہ لوگ چٹان کی تہ میں اور اس کے کناروں پر تنگ گول سوراخوں میں سر کے بل دھنسے ہوئے ہیں، اور صرف ان کے پیروں کا کچھ حصہ نظر آتا ہے۔ پیروں کے تلووں پر شعلے جل جل کر انھیں عذاب دے رہے ہیں۔ یہ شعلے ایڑیوں سے لے کر پیر کے پنجوں تک جھلملا رہے ہیں اور جس نے جیسا گناہ کیا ہے اسی مناسبت سے اس کے پیر کا شعلہ تیز اور گرم ہے۔ دانتے کا رہبر اس خندق کی تہ تک اسے لے جاتا ہے اور وہاں دانتے پاپا نکولاس سوم کو دیکھتا ہے جو روتی ہوئی آواز میں اپنی بدچلنی کا اقرار کرتا ہے اور اپنے جانشینوں بونی فاسیو ہشتم اور کلیمنٹ پنجم کی بدعنوانیوں کا بھی ذکر کرتا ہے۔ شاعر رنج اور غصّے کے ساتھ جواب دیتا ہے مگر کلیدِ کلیسائی کی عظمت کا بھی لحاظ

رکھتا ہی۔ ورجل اسے پھر اٹھاتا ہی اور آہستہ سے اسے ٹیڑھی
بنگی چٹان پر لے آتا ہی جو اس کے بعد کی خندق پر پل بناتی ہی۔

بلیسواں قطعہ۔ چوتھی خندق کی تہ میں دانتے رمالوں انجومیوں اور جادوگروں کو
آہستہ آہستہ چلتا دیکھتا ہی۔ اپنے موکلوں اور منتروں کے ذریعے
انھوں نے مستقبل کے بھیدوں کو جاننا چاہا جن کو جاننا صرف
خدائے برحق کا حق ہی اور انھوں نے خدائے تعالےٰ کے پوشیدہ
احکام و آئین میں دخل دیا۔ اب ان کے چہرے پیچھے کی طرف
مڑے ہوئے ہیں وہ اب سامنے نہیں دیکھ سکتے۔ اس لیے
مجبور ہیں کہ الٹے پانو چلیں۔ ان میں سب سے پہلے ورجل
ان فیا راؤ کا نام بتاتا ہی، پھر تھیبس کے بیشین گو تیرسے سیاہ
کا۔ پھر توسکا کے رہنے والے ارونتا کا۔ پھر تیرسے سیاہ کی
لڑکی مانتو آتی ہی جس کو دیکھ کے ورجل اپنے مقام پیدایش مانتوا
کے آباد ہونے کا قصہ بیان کرتا ہی۔ پھر ورجل اشارے سے
اور بہت سے جادوگروں اور اُن بدنصیب عورتوں کو بتاتا ہی
جنھوں نے جادوگری اور کینے سے جڑی بوٹیوں کے ذریعے
یا موم کی پتلیاں بنا کے عمل کیے اور اب چاند مغربی سمندر میں
ڈوب رہا ہی۔ وقت گزر رہا ہی اور شعرا اس کے بعد کی خندق
کی طرف بڑھتے ہیں۔

اکیسواں قطعہ۔ اس کے بعد دونوں شاعر پانچویں خندق کے پل پر پہنچتے ہیں۔
اس خندق میں عہدوں کا مبادلہ کرنے والے (رشوت خوار)
اور مقدمہ باز ہیں۔ یہ لوگ غلیظ قیر میں لتھڑے ہوئے پڑے

ہیں، اور جب کبھی وہ سطح پر ابھرنا چاہتے ہیں تو خوفناک عفریت ——— جو اُن کے گناہوں کے سارے ہیں ——— ان کے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ یہ خندق بہت ہی تاریک ہے اور پہلے پہل تو دانتے کو ابلتی ہوئی قیر کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ایک عفریت لوکا کی مجلسِ اعلیٰ کے ایک رکن کو اپنے کاندھے پر لاتا ہے اور پُل سے اُسے نیچے پھینک کے اوروں کو لانے چل دیتا ہے۔ دوسرے عفریت جو اب تک (پوشیدہ گناہوں کی طرح) پُل کے نیچے چھپے ہوئے تھے، نکل کر جھپٹتے ہیں اور خوفناک طریقے پر بچارے رکنِ مجلسِ اعلیٰ کو بتاتے ہیں کہ کس طور پر اسے قیر کی خندق میں تیرنا چاہیے۔ ان عفریتوں کے سردار مالاکودا سے کچھ دیر گفت و شنید کے بعد دونوں شاعروں کو خندق کے کنارے کنارے آگے بڑھنے کا موقع دیا جاتا ہے اور دس بدشکل، بُرے تیوروں والے عفریتوں کی جماعت ان کی معیّت میں چلتی ہے۔

بائیسواں قطعہ۔ عفریت اپنے سردار باربارچیا کی معیت میں ابلتے ہوئے قیر کے کنارے کنارے راستہ دکھاتے ہیں۔ رشوت خوار اس گڑھے میں اس طرح پڑے ہوئے تھے جیسے مینڈک۔ صرف ان لوگوں کی تھوتھنیاں قیر سے باہر تھیں۔ جوں ہی یہ گناہ گار باربارچیا کو دیکھتے ہیں غوطہ لگاتے ہیں۔ گرافی کانے نے ان میں سے ایک کو اپنے کانٹے میں پکڑ کے اس طرح بلند کیا، جیسے کوئی اود بلاؤ تازہ تازہ نیزے سے چھیدا گیا ہو۔

اور تمام عفریت گرد اگرد جمع ہو جاتے ہیں اور ردبی کانٹے بر قیر
پھینکتے ہیں کہ وہ جلد اس بدنصیب کو نوچ پھاڑے۔ دانتے
کی درخواست پر ورجل آگے جاتا ہے اور اس سے پوچھتا ہے کہ وہ
کون ہے۔ جوں ہی یہ مجرم جس کا نام چمپاتو ہے اپنی داستان
بیان کرنے لگتا ہے، کچھ عفریت اسکو چیرنے پھاڑنے کی فکر
کرتے ہیں۔ ان کا سردار باربا ریچیا بہ مشکل انھیں روکتا ہے۔
یہ چالاک گناہ گار موقع سے فائدہ اٹھا کے نکل بھاگتا ہے اور
قیر میں غوطہ لگاتا ہے۔ اس پر دو عفریت کالکا بری نا اور
الی کی نو آپس میں بھڑ جاتے ہیں اور دیوانے گدھوں کی طرح
ایک دوسرے سے گتھ کے جلتی ہوئی قیر میں گر پڑتے ہیں۔
عفریتوں کی ساری جماعت میں ایک طوفانِ بدتمیزی بپا ہو جاتا ہے۔

تیئیسواں قطعہ۔ دانتے خاموش اور سر جھکائے ہوئے اپنے رہبر کے پیچھے پیچھے
چلا جا رہا ہے اور سوچ رہا ہے کہ اس قیر والی خندق میں اس نے
کیا کیا چیزیں دیکھیں۔ مینڈک اور چوہے کی کہانی اسے یاد
آتی ہے۔ پھر یہ خوف پیدا ہوتا ہے کہ بدشکل عفریت اس سے
اپنے نقصان کا بدلہ لینا چاہیں گے۔ وہ انھیں پر پھیلائے
آتا دیکھتا ہے۔ اس پر ورجل اُسے اپنے بازوؤں میں لے کر
تیزی سے اس کے بعد کی خندق میں اتر جاتا ہے، یہاں وہ
ریاکاروں کو دیکھتے ہیں جو تنگ تہ میں آہستہ آہستہ ایک
جلوس کی شکل میں گزر رہے ہیں۔ وہ سیسے کے بڑے بڑے
لبادوں میں لدے ہوئے ہیں، لیکن سیسے کے اوپر سونے کا

ملتا ہی جو لبادہ اتنا چمک دار ہی کہ آنکھیں چوندھیا جائیں ۔
دانتے بولونیا کے رہنے والے دو راہبوں کاتالانو اور لودرنگو
سے باتیں کرتا ہی ۔ یہ اور دوسرے سب گناہ گار یہاں
ریاکاری کی سزا بھگت رہے ہیں ۔ ان میں بدترین کائیافاس
ہی جو تنگ سڑک پر بندھا ہوا پڑا ہی کہ سب اسے کچلتے ہوے
گزرتے ہیں ۔ یہودی آج تک اپنی ریاکاریوں کی سزا بھگت
رہے ہیں ۔

چوبیسواں قطعہ ۔ ٹوٹا ہوا پُل اور اس کے عبور کرنے میں دانتے کی پریشانی
اور تھکن ۔ ورجل اسے ہمّت دلاتا ہی ۔ اس پر دانتے پھر
ہمّت کرکے چلنے لگتا ہی ۔ ساتویں خندق چوروں کے لیے ہی ۔
یہ بہت تاریک ہی اور ڈراؤنے سانپوں سے بھری پڑی ہی ۔
یہاں اُنھیں وانی فوچی ملتا ہی جو خونی اور حیوانی جذبات
کا بندہ تھا ۔ وہ اُن مصیبتوں کی پیشین گوئی کرتا ہی جن کی وجہ
سے دانتے کو جلا وطن ہونا پڑے گا ۔

پچیسواں قطعہ ۔ اپنی غصّہ بھری پیشین گوئی ختم کرکے فوچی بے انتہا غضب سے
سرخ ہو کے اٹھتا ہی اور چوں کہ وہ گستاخ چور اور جانور ہی ہی ،
وہ بڑی گستاخی سے اس غصّے کے عالم میں زباں درازی
کرتا ہی ۔ سانپ فوراً اس پر حملہ کرتے ہیں اور ایسی سخت سزا
دیتے ہیں کہ دانتے اس کے بعد ان سانپوں کو اپنا دوست
سمجھنے لگتا ہی ۔ کاکو قنطور اپنی پیٹھ پر سانپوں کا انبار اٹھائے
اور اپنے اندر ایک آتشیں اژدھے کو لیے ہوے اس کے

تعاقب کے لیے آتا ہی۔ اس کے بعد دانتے اپنے پانچ ہم وطنوں کو دیکھتا ہی جن میں سے تین انسانی شکلوں میں ہیں اور دو ہیئت بدل کے سانپ بن گئے ہیں۔ بڑی توجہ سے وہ ان پانچوں کا نام معلوم کرتا ہی اور ان کے ہیئت بدلنے کا عجیب و غریب منظر دیکھتا ہی جو اس سے پہلے نہ کسی نے دیکھا تھا نہ سُنا تھا۔ یہ پانچوں فلارنس کے رہنے والے تھے اور اپنے زمانے کے مشہور ڈاکو تھے۔

چھبیسواں قطعہ - ان پانچ نجیب چوروں کو پہچان کے دانتے اپنے وطن فلارنس سے سخت غم و شرم کے عالم میں خطاب کرتا ہی مگر اس میں محبت کا پرتو بھی شامل ہی۔ آٹھویں خندق میں وہ غلط مشورہ دینے والوں کو دیکھتا ہی۔ وہ اعلیٰ عقل و دانش جو ان لوگوں کو خدائے تعالیٰ نے عطا کی تھی ان لوگوں نے دوسروں کو غلط مشورہ دے کے دھوکا دینے میں صرف کی۔ یہ انتہائی خوف ناک نوعیت کی روحانی چوری ہی۔ جن گناہ گاروں نے یہ خطا کی ہی وہ ایک تنگ خندق میں بھاگے چلے جا رہے ہیں۔ وہ اپنے احساس کے شعلے میں لپٹے ہوے ہیں اور نظر سے پوشیدہ ہیں۔ اُن کا شعلہ انھیں جلا رہا ہی۔ یولی سیز اور ڈالو میڈ دونوں کو یہاں ایک ساتھ سزا مل رہی ہی۔ ان میں سے یولی سیز کا شعلہ ورجل سے اپنی موت کا قصہ بیان کرتا ہی۔

ستائیسواں قطعہ۔ یولی سیز کا شعلہ اپنی کہانی بیان کر کے رخصت ہوتا ہی۔ اس

کے بعد ہی ایک اور شعلہ آتا ہے جس میں کونتے گویدو دا مونتے فلترو کی روح ملفوف ہے۔ یہ گبے لین جماعت کا رُکن تھا اور جنگ و فراست میں بڑا نامور تھا۔ اس کی لَو فریاد کرتی ہوئی آتی ہے اور دانتے سے اپنے وطن شہر رومانیا (Romania) کا حال پوچھتی ہے۔ دانتے اُسے وہاں کے حالات بتاتا ہے۔ گویدو اپنے واقعات بیان کرتا ہے۔ اس کے بعد دونوں شاعر نویں خندق کے پل کی طرف بڑھتے ہیں۔

اٹھائیسواں قطعہ۔ دانتے اب ورجل کے ساتھ نویں خندق کو دیکھتا ہے۔ اور اس میں عذاب پانے والوں کی مختصر کیفیت بیان کرتا ہے۔ ان لوگوں کا گناہ یہ تھا کہ انھوں نے فرقہ بندیاں کیں اور مذہب میں تفرقہ پیدا کیا۔ . . . . پھر دانتے بیر دا مدی چی نا، برتران دے بورن وغیرہ کو دیکھتا ہے۔ جس طرح انھوں نے مذہب کی کانٹ چھانٹ کی اور اُسے زخم پہنچایا اسی مناسبت سے ان کے اعضا بھی کٹے ہوئے اور زخم رسیدہ ہیں۔

انتیسواں قطعہ۔ دانتے کی نظریں نویں خندق میں اپنے عزیز جیری دل بیلو کو ڈھونڈتی ہیں مگر ورجل اُسے اس دہشت ناک منظر سے ہٹاتا ہے اور کہتا ہے کہ جیری کو اس نے پُل کے تلے دیکھا تھا، وہ دانتے کی طرف غصے سے اشارہ کرتا مجمع میں غائب ہو گیا۔ اب دانتے اور ورجل دسویں خندق یعنی آٹھویں حلقے کی آخری خندق کے پاس پہنچتے ہیں۔ یہاں ہر طرح کے فریبی ہیں اور ان کی سزا یہ ہے کہ ناخوش گوار ہوا اور تاریکی میں پڑے بے شمار

بیماریوں مبتلا ہیں۔ فریبی تین قسم کے ہوتے ہیں۔ وہ جو اشیا سے
فریب دیتے ہیں، وہ جو اعمال سے فریب دیتے ہیں، وہ جو الفاظ
سے فریب دیتے ہیں۔ ان میں سے پہلی قسم میں کیمیاگر، جعل ساز
وغیرہ شامل ہیں۔ دانتے ان لوگوں میں گری فولی نو اور
کاپوکیو کو دیکھتا ہے۔

تیسواں قطعہ۔ دانتے یونانی علم الاصنام سے دیوانگی کی مثالیں دے کے کہتا ہے
کہ کسی کی بھی دیوانگی میرا اور جیانی شیاکی کی سی نہ تھی۔ یہ
دونوں دسویں خندق میں دوسروں کا بھیس اختیار کرنے کے
جُرم میں سزا پا رہے تھے۔ یہ ان لوگوں کی مثال ہے جنھوں نے
عمل سے فریب دیا تھا۔ سی نون اور عزیز مصر کی بیوی زلیخا
ان لوگوں میں ہے جو الفاظ سے فریب دیتے تھے۔ آخر میں آدمو
اور سی نون کے درمیان بحث اور سخت کلامی ہوتی ہے۔ دانتے
اس درشت کلامی کو دلچسپی سے سنتا ہے تو ورجل ناراض ہو جاتا
ہے اور اسے ملامت کرتا ہے۔

اکتیسواں قطعہ۔ دسویں خندق کو دیکھ چکنے کے بعد آٹھویں حلقے میں اور کچھ
باقی نہیں رہتا اور شعرا اس کنویں پر پہنچتے ہیں جو آٹھویں حلقے
کے بیچوں بیچ ہے۔ اسی کنویں کے اندر نواں حلقہ ہے۔ کنویں
کے پاس جاتے وقت ہوا تاریک ہے اور دانتے کو کچھ نظر نہیں
آتا۔ اتنے میں قرنا بجنے کی آواز آتی ہے جو بجلی کی کڑک سے
زیادہ تیز ہے۔ قریب پہنچ کے دانتے کنویں کے اطراف بڑے
بڑے دیوؤں کو کھڑا دیکھتا ہے یہ وہ قدیم دیو ہیں جنھوں نے

خدا (اور جوپیٹر) کے خلاف بغاوت کی تھی۔ ان میں سے پہلا بابل کا نمرود ہے۔ جو گھبرائے ہوئے لہجے میں بے معنی زبان میں چلاتا ہے اور خود حماقت اور گھبراہٹ کا تودہ معلوم ہوتا ہے۔ اس کو دیکھ کے شعرا بائیں ہاتھ کی طرف مڑتے ہیں۔ اور اس کنویں کے کنارے کنارے چلتے ہیں یہاں تک کہ وہ فیالتے اور آن ٹیو کے پاس پہنچتے ہیں۔ آن ٹیو انھیں اپنے ہاتھ پر بٹھا کے اِس کنویں کی تہہ میں اتارتا ہے۔ یہ نواں حلقہ ہے۔ یہی جہنم کا آخری طبقہ اور جہنم کا سب سے نچلا حصہ ہے۔ یہ تمام گناہوں کی تہہ ہے۔ یہ دراصل ایک دلدل ہے جو ابدی سردی کی وجہ سے منجمد رہتی ہے۔ اس دلدل نما جھیل میں جس کا نام کوچی تو ہے۔ جہنم کی تمام ندیاں گرتی ہیں اور یخ بستہ ہو جاتی ہے۔

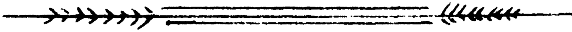
بتیسواں قطعہ - جہنم کا یہ نواں حلقہ جو ہمیشہ منجمد رہتا ہے، انتہائی پستی میں واقع ہے اور سرچشمۂ نور و حرارت سے بہت دور ہے۔ یہ چار اہم مرکزی دائروں میں منقسم ہے۔ ان میں سے پہلا اور بیرونی دائرہ کائنا (دار القابیل) ہے جو قابیل کے نام سے موسوم ہے۔ اس دائرے میں وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے قریبی عزیزوں کو قتل کیا تھا۔ دوسرا دائرہ انتے نورا ہے (یہ انتے نور کے نام سے موسوم ہے جس نے اپنے اہل وطن ٹرائے کے باشندوں سے غداری کی تھی) اس دائرے میں وہ لوگ ہیں جنھوں نے اپنے وطن سے غداری کی۔ دانتے ان دو دائروں

میں اپنے بہت سارے ہم وطنوں کو دیکھتا ہے۔ ان میں بوکا دیلی اباتی بھی ہے جس سے دانتے کو بڑی سخت نفرت تھی کیوں کہ اس کی غداری کی وجہ سے بہت سے گویلف مارے گئے اور فلارنس میں گھر گھر ماتم ہوا۔ اس کے سوا دانتے اور بہت سے گناہ گاروں کو دیکھتا ہے۔

تینتیسواں قطعہ۔ کونتے اگولی نو اور اسقفِ اعظم رُجیری ساکن پی سا ایک ہی سوراخ میں ساتھ ساتھ یخ بستہ ہیں۔ دونوں غدار ہیں۔ اُگولی نو اپنا اور اپنے بیٹوں کا قصہ سناتا ہے کہ وہ اب رُجیری کا بھیجا کیوں چبا رہا ہے۔ اس کے بعد دونوں شاعر کوچی تو کے تیسرے دائرے میں داخل ہوتے ہیں جو تولومیا کہلاتا ہے (یہ نام اِس دائرے کو تولےمیس کے نام پر دیا گیا ہے۔ یہ شخص بڑا مال دار تھا۔ اس نے اپنے خسر اور سالوں کو دعوت دے کے بلایا اور جب وہ شراب پی کے مدہوش ہو گئے تو انھیں قتل کر دیا) اس دائرے میں دانتے راہب ال بری گو اور برانکا دوریا سے ملتا ہے۔

چونتیسواں قطعہ۔ جودےکا یعنی کوچی تو کا آخری دائرہ یہودا اِسکاریت کے نام سے موسوم ہے جس نے دھوکا دے کے حضرتِ عیسٰی کو پکڑوا دیا تھا۔ اس میں اُن لوگوں کی روحیں ہیں جنھوں نے اپنے مالکوں اور محسنوں سے غداری کی۔ غداروں کا سرتاج اور اقلیم عذاب کا شہنشاہ ابلیس اس کے حلقے کے بیچوں بیچ جکڑا ہوا ہے۔ اور اسے بھی اپنے گناہوں کی سزا

مل رہی ہے۔ اس کے تین چہرے ہیں۔ بھاری بھرکم پر ہیں، جن کو وہ مسلسل اس کوشش میں پھڑپھڑاتا رہتا ہے کہ اس قید سے آزاد ہو کے اڑجائے۔ ان پروں سے ایسی ہوا نکلتی ہے کہ کوچی تو کی دلدل منجمد ہوگئی ہے اور اس برف میں شیطان اور بھی منجمد اور گرفتار ہے۔ شیطان کو اچھی طرح دیکھ چکنے کے بعد دانتے ورجل کی مدد سے شیطان کے بال پکڑ کے دوسرے یعنی اُلٹے نصف کرّے میں پہنچتا ہے۔ ورجل اس کو جہنّم اور دُنیا کا جغرافیہ سمجھاتا ہے۔ اب دانتے کا سفر ختم ہو چکا ہے۔ جہنّم کو وہ پیچھے چھوڑ چکا ہے اور اوپر آسمان کے ستارے چمک رہے ہیں وہ ابدی انکار کی حدود عبور کر چکا ہے۔



پہلا قطعہ

[تاریک جنگل] اپنی زندگی کے سفر کے درمیان میں نے اپنے آپ کو ایک تاریک جنگل میں پایا جہاں سیدھا راستہ گم ہو گیا۔

آہ! کتنا مشکل ہے یہ بیان کرنا کہ وہ جنگل کیسا دہشت ناک اور سخت اور ناہموار تھا۔ میں جب اس کا خیال کرتا ہوں تو خوف پھر سے تازہ ہو جاتا ہے۔

وہ اس قدر ناخوش گوار تھا کہ موت شاید ہی اس سے کچھ زیادہ ہو۔ لیکن چوں کہ مجھے اس بھلائی کا بیان کرنا ہے جو مجھے وہاں ملی، اس لیے میں اُن دوسری چیزوں کا (بھی) ذکر کروں گا جو مجھے وہاں نظر آئیں۔

یہ تو میں ٹھیک کہہ نہیں سکتا کہ میں وہاں پہنچا کیسے۔ کیوں کہ جب میں راستے سے بھٹکا تو مجھے بڑی نیند آ رہی تھی۔

لیکن جب میں اُس پہاڑی کے دامن میں پہنچا جہاں وہ وادی ختم ہوتی تھی جس نے میرے دل کو دہشت سے چھید دیا تھا

تو میں نے نظر اٹھائی اور دیکھا کہ اُس (پہاڑی) کے دونوں کاندھے ابھی سے اس ستارے کی کرنوں سے ملبوس ہو چکے تھے جو ہر سڑک پر انسانوں کی رہنمائی کرتا ہے۔

تب وہ خوف ذرا کم ہو گیا جو میرے دل کی جھیل میں اُس رات برابر موج زن تھا، وہ رات جو میں نے اس مصیبت سے کاٹی تھی۔

اور اس طرح جیسے کوئی گہرے سمندر سے بچ کر کنارے پر پہنچا ہو، اُس کی سانس پھول رہی ہو، پلٹ کے خطرناک پانی کو دیکھنے لگے

اسی طرح میرا قلب جو برابر دوڑ رہا تھا پلٹا کہ اُس دترے کو دیکھے جس سے کبھی کوئی زندہ بچ کے نہیں نکلا۔

جب میں اپنے تھکے ہوئے جسم کو کچھ دیر آرام دے چکا تو میں نے اُس ویران چڑھائی پر چڑھنا شروع کیا مگر اس رُخ سے کہ میرا داہنا پَیر ہمیشہ پیچھے پڑتا تھا۔

[چیتا] اور دیکھتا کیا ہوں: چڑھائی کے شروع ہی کے حصے میں ایک چیتا[1] ہے، سبک اور بڑا ہی پھرتیلا، نشان دار بالوں سے ڈھکا ہوا۔

اور وہ میرے سامنے سے ہٹتا نہیں تھا۔ نہیں بلکہ میرا راستہ یوں روکتا تھا کہ مجھے کئی بار پلٹنا پڑا۔

طلُوعِ صبح کا وقت تھا اور آفتاب اُن ستاروں کے ساتھ بلند ہو رہا تھا جو اُس وقت بھی اس کے ساتھ تھے جب عشقِ حقیقی نے حسین چیزوں کو پہلی بار حرکت دی پس وقت و ساعت اور خوش گوار موسم کے باعث

[شیر ببر] مجھے اس جانور کے دل کش چمڑے سے بھی امید بندھی، مگر کچھ نتیجہ نہ نکلا کیوں کہ مجھے ایک شیر ببر[2] نظر آیا اور اس کو دیکھ کر میں سہم گیا۔

---

[1] چیتا۔ اخلاقی مطلب غالباً عیش دنیا۔ سیاسی مطلب، شہر فلارنس (فزن تسے) جو دانتے کا وطن تھا۔ [2] شیر ببر اخلاقی مطلب: ہوس۔ سیاسی مطلب: فرانس کا شاہی خاندان جس سے فلارنس کو ہمیشہ اندیشہ لگا رہتا

سر سیدھا کیے اور بھوک سے غضب ناک وہ میری طرف جھپٹتا
معلوم ہوا۔ ہوا تک اس سے خائف تھی۔

[بھیڑیے کی مادہ] اور ایک بھیڑیے کی مادہ[1] جو اتنی دُبلی تھی کہ معلوم ہوتا تھا
طرح طرح کی خواہشیں اس میں بھری ہیں اور جو اس سے پہلے کئی کو
رنج میں مبتلا کر چکی تھی۔

اس کی شکل کی ہیبت سے مجھ پر ایسی گرانی طاری ہوئی کہ میں اوپر
چڑھنے کی ساری امید کھو بیٹھا اور اس شخص کا جیسا جسے جیتنے کی خواہش
ہوتی ہے اور جب ہارنے کا وقت آتا ہے تو وہ رونے لگتا ہے اور کڑھانے
والے خیالات اس کے دل میں آتے ہیں۔

اس بے چین جانور نے مجھے بھی ایسا بنا دیا۔ وہ میرے مقابل
آ کے مجھے رفتہ رفتہ پیچھے ہٹاتی گئی یہاں تک کہ میں وہاں پہنچا،
جہاں سورج خاموش ہے۔

[ورجل] جب میں ڈھلوان کے نیچے اتر رہا تھا تو میری آنکھوں کے سامنے
ایک ایسا شخص[2] آیا جس کی آواز طویل خاموشی کے باعث بیٹھی
ہوئی تھی۔

جب میں نے اسے اس صحرائے عظیم میں دیکھا تو چلا کے کہا" تو جو

---

[1] بھیڑیے کی مادہ اخلاقی معنی کنجوسی۔ سیاسی معنی پاپائے روم کی حکومت

[2] ورجل (Virgil) لاطینی زبان کا سب سے بڑا شاعر۔ مانتو کے قریب
ایک قریے میں پیدا ہوا۔ اگرچہ کہ اس کے شباب کے زمانے میں جولیس سیزر برسرِ اقتدار تھا
لیکن قیصر کی سرپرستی اسے نصیب نہیں ہوئی۔ اس کے جانشین آگسٹس نے ورجل کو
اپنے دربار کا ممتاز شاعر بنایا۔

کوئی بھی ہو، محض سایہ، یا سچ مچ کا آدمی، مجھ پر رحم کر۔"

اس نے جواب میں مجھ سے کہا "آدمی نہیں۔ کبھی میں آدمی تھا، اور میرے والدین لومبارڈ تھے اور دونوں کا وطن مانتوا تھا۔ میں جولیس کے عہد میں پیدا ہوا اگرچہ کہ دیر ہو چکی تھی۔ روما میں میں اچھے آگسٹس کے دور میں رہتا تھا۔ وہ جھوٹے اور دروغ گو دیوتاؤں کا زمانہ تھا۔

میں شاعر تھا اور میں نے انکی زے[1] کے اس انصاف پسند بیٹے کا قصہ نظم کیا جو متکبّر ایلیون کے جلنے کے بعد ٹرائے سے آیا۔ لیکن تو، ہاں تو کیوں اس بے اطمینانی کی جانب لوٹ رہا ہے۔ تو اس خوش آیند پہاڑ پر چڑھتا کیوں نہیں جس سے تمام تر مسرت کی ابتدا ہے اور جو اس کا سبب ہے؟"

"پھر تو تو ورجل ہے۔ وہ سرچشمہ جس سے کلام کی ایسی مالا مال نہر نکلتی ہے؟" میں نے اس سے ذرا جھینپ کے پوچھا۔

"اے وہ کہ جو دوسرے شاعروں کے لیے باعثِ نور و تجلّی ہے۔ کاش وہ عرصۂ دراز کا انس و محبّت اب میرے کام آئے۔ جس انس و محبت سے میں تیری کتاب چھانا کرتا تھا۔

تو میرا اُستاد ہے اور میرا (محبوب) مصنف۔ تجھ ہی سے میں نے وہ اچھا اسلوب سیکھا جس سے مجھے عزت ملی۔

اُس جانور کو دیکھ جس کی وجہ سے میں پلٹا۔ اے نامور دانا مجھے اس سے بچا کیوں کہ اُس کے ڈر سے میری رگیں اور نبضیں تھرتھراتی ہیں۔"

---

[1] انکی زے کا قصہ ورجل نے نظم کیا ہے۔

اُس نے مجھے روتا دیکھ کے جواب دیا" تجھے دوسری سڑک پر
چلنا ہوگا اگر تو یہ چاہتا ہے کہ اس وحشی مقام سے بچ نکلے۔
کیوں کہ یہ جانور (بھیڑیے کی مادہ) جس سے ڈر کر تو رو رہا ہے،
کسی انسان کو اپنے راستے سے گزرنے نہیں دیتی۔ اسے ایسا پھانستی
ہے کہ مار ہی کے چھوڑتی ہے۔
اور اس کی فطرت ایسی بد اور ایسی کج رو ہے کہ اس کی بھوک کبھی
کم نہیں ہوتی۔ کھا چکنے کے بعد وہ پہلے سے زیادہ بھوکی ہو جاتی ہے۔
وہ بہت سے جانوروں سے ملتی ہے اور بہت سے ملے گی یہاں تک
کہ وہ شکاری کتا[1] آئے گا جو اسے عذاب دے کے مارے گا۔
اس کی (شکاری کتے کی) خوراک زر یا زمین نہیں ہوگی بلکہ فراست
اور محبت اور مردانگی، اس کی قوم ولترو تک ہوگی
وہ ذلت رسیدہ اطالیہ کو نجات دلائے گا، جس کے لیے کامیلا[2]
سی دوشیزہ اور یوریالو[3] اور تورنو[4] اور نی زو[5] سب زخم کھا کھا کے

---

[1] شکاری کتا۔ یہ لقب دانتے نے کان گراندے دے لا اسکالا Can grande della scala (اسکالا کا بڑا کتا) کے لیے استعمال کیا ہے جو گبے لین (Ghibelline) جماعت کا سردار تھا۔ دانتے کو امید تھی کہ وہ اطالیہ کو اُس دور کے پاپائی جور و ستم سے نجات دلائے گا۔

[2] کامیلا (Cammilla) ورجل کی نظم اینیڈ (Aeneid) کی ایک کردار

[3] یوریالو (Eurialo) ورجل کا ایک کردار

[4] تورنو (Turno) ورجل کا ایک کردار

[5] نی زو (Niso) ورجل کا ایک کردار۔

ہلاک ہو چکے ہیں۔

وہ شکاری کتا، شہر شہر اس بھیڑیے کی مادہ کا تعاقب کرے گا
یہاں تک کہ وہ پکڑ کے جہنم میں باندھ دی جائے گی، جہاں سے حسد[1]
نے اُسے آزاد کیا تھا۔

[راہِ نجات] پس تیرے لیے میں یہی مناسب سمجھتا ہوں کہ تو میرے پیچھے
ہو لے۔ میں تیرا رہبر بنوں گا اور یہاں سے تجھے ایک مقامِ دائم
کو لے چلوں گا

جہاں تو ناامیدی کی چیخیں سُنے گا۔ پرانی روحوں کو ایسی تکلیف
میں گرفتار دیکھے گا کہ ان میں سے ہر ایک پھر سے دوسری موت کی
دعا مانگتی ہو گی

اور پھر تو اُن لوگوں کو دیکھے گا جو آگ میں بھی اس خیال سے
مطمئن ہیں کہ جب وقت آئے گا وہ بخشے جائیں گے اور انھیں نجات
مل جائے گی۔

اگر تجھے اور اوپر چڑھنے کی خواہش ہو گی تو ان نجات پانے والوں تک
میری روح سے برتر ایک اور روح[2] تیری رہنمائی کرے گی اور جب

---

[1] حسد یا حسدِ اولین (Invidia Prima) ملاحظہ ہو "دانشِ سلیمان" حصہ ـــ فقرہ ۲۴، "شیطان کے حسد کے باعث موت دنیا میں آئی"۔

[2] دانتے کی محبوبہ بیاتریچے (Beatrice) وہی دانتے کو فردوس کی سیر کرائے گی اور اسی کے "حکم" پر ورجل نے دانتے کو جہنم کی سیر کرائی۔ دانتے نے اس خاتون سے اپنے حقیقی اور لطیف عشق کا قصہ "حیاتِ نو" (La vita nuova) میں بیان کیا ہے۔ بیاتریچے کی موت پر بھی اس نے کئی نظمیں لکھیں جو اس تصنیف میں (بقیہ صفحہ ۸۸ پر)

میں تجھ سے جدا ہونے لگوں گا تو تجھے اس کے پاس چھوڑوں گا۔

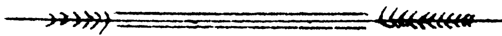
کیوں کہ جو شہنشاہ اوپر حکومت کرتا ہے اسے یہ منظور نہیں کہ میں
اس کے شہر میں داخل ہوں کیوں کہ میں نے اس کے قانون سے
بغاوت کی

ہر جگہ وہ شہنشاہی کرتا ہے اور وہاں بھی اس کی حکومت ہے جہاں
اس کا شہر ہے اور عرشِ بریں ہے۔ خوش قسمت ہے وہ جسے وہ انتخاب
فرمائے۔"

میں نے اس سے کہا " شاعر! میں تجھے اس خدا کا واسطہ دیتا ہوں
جسے تو نہیں پہچانتا۔ اس خاطر کہ میں اس تکلیف اور اس سے بدتر
تکالیف سے بچوں

مجھے اس جگہ لے جا جہاں کا تو نے ذکر کیا تاکہ میں بابِ پطرس دیکھوں
اور ان کو دیکھوں جن کے رنج کی شدّت کا تو نے ذکر کیا "!

اس پر اس نے جنبش کی اور میں بھی اس کے پیچھے ہو لیا۔



(بقیہ صفحہ ۸۷) شامل ہیں۔ بیاترچے ہی کی محبت نے ترقی کر کے عشق حقیقی کی طرف
دانتے کی رہنمائی کی۔

دوسرا قطعہ

[تمہید] دن ختم ہو رہا تھا اور بھوری ہوا زمین کے تمام حیوانات کو کام کاج سے
چھڑا رہی تھی۔ صرف میں اکیلا ؛
اپنے آپ کو سفر اور افسوس کی اس جنگ کے لیے تیار کر رہا تھا جس کو
میرا حافظہ جو غلطی نہیں کرتا، بیان کرے گا۔
ای شعر کی دیویو۔ ای اعلیٰ رُوح! مدد کر۔ ای حافظے
جس نے وہ سب کچھ نقش کر لیا جو میں نے دیکھا، اب تیری نجابت
معلوم ہو گی۔

[دانتے کا خوف] میں نے یہ کہنا شروع کیا: "ای شاعر جو میری رہنمائی کر رہا ہی۔
یہ بھی تو دیکھ کہ مجھ میں اتنی قابلیت بھی ہی یا نہیں، قبل اس کے کہ تو مجھے
اس قابل سمجھے کہ میں اس کٹھن سفر کو چلوں۔
تو نے یہ بیان کیا ہی کہ سلویو[1] کا باپ اس زمانے میں جب خرابی
ممکن تھی (زندگی ہی میں) عالم جاودانی گیا اور اپنے جسم کے ساتھ وہاں
جا سکا۔
اور اگر تمام گناہوں کا دشمن اس پر مہربان تھا، اس خیال سے کہ
اس کا بڑا اثر ہو گا اور اس سے بڑے بڑے لوگ پیدا ہوں گے۔

---

[1] سلویو یا سل ویس کا باپ اے نیا (Aeneas یا Enea)
ورجل کی نظم کا کردار تھا۔ ورجل نے اس کردار کے جہنم میں اُترنے کا قصہ بیان کیا ہی جس سے
دانتے نے بہت سی تفصیلات مستعار لیں۔

تو یہ بات سمجھنے والے دماغ کے لیے خلافِ عقل نہیں، کیوں کہ فلک الافلاک پر اسے سچی روما اکبری اور اس کی سلطنت کا باپ منتخب کیا گیا تھا۔

اور سچ تو یہ ہے کہ یہ دونوں (روما اور سلطنت) اُس مقدس مقام کے بننے کے لیے قائم ہوئے جہاں پطرسِ اعظم کا جانشین (پاپائے روم) رہتا ہے۔

اس سفر کی وجہ سے تو اسے نیا کی عزت کرتا ہے کہ اس نے وہ چیزیں سیکھیں جو اس کی اور عبائے پاپائی کی نصرت کا باعث بنیں۔

اُس کے بعد وہ ظرفِ منتخب[۱]، وہاں پہنچا کہ اس مذہب کی تائید کرے جو راہِ نجات کا دروازہ ہے۔

لیکن میں کیوں کر جاؤں اور کس کی اجازت سے؟ میں نہ اے نیا ہوں نہ سینٹ پال۔ نہ میں اپنے آپ کو، اور نہ دوسرے مجھ کو اس قابل سمجھتے ہیں۔

بس اگر میں چلنے پر آمادہ بھی ہو جاؤں تو مجھے ڈر ہے کہ میرا جانا محض حماقت ہوگا۔ تو دانا ہے اور میں جو کچھ کہتا ہوں اس سے بہتر سمجھ سکتا ہے"۔

اور پھر اس شخص کی طرح جو اپنے ارادے کو بے ارادہ کر دیتا ہے اور نئے خیالات سے اپنا مقصد بدل دیتا ہے، یہاں تک کہ اس نے جو کام شروع کیا ہے، بالکل چھوڑ بیٹھتا ہے

---

[۱] "ظروفِ منتخب" سے سینٹ پال مراد ہیں۔ سینٹ پال نے بھی جہنم کا مشاہدہ کیا تھا۔

بس ایسا ہی اس مدھم کنارے پر میں نے اپنے آپ کو بنا لیا کیوں کہ سوچ سوچ کے میں نے اس مہم کے ارادے کو ترک کر دیا تھا جس کی میں نے اتنی عجلت سے ابتدا کی تھی ۔

[ورجل کا جواب] اُس عظیم الشان ہستی کے سایے نے مجھے جواب دیا "اگر میں تیرا مطلب ٹھیک سمجھا تو تیری روح نے بزدلی اور خوف سے چوٹ کھائی ہے ۔

خوف اکثر انسانوں کی راہ میں روڑے اٹکاتا ہے اور عزت کی جھوں سے ان کا منہ موڑتا ہے ۔ جیسے کوئی ڈرا ہوا جانور نظر کے دھوکے سے ڈر کے بھاگے ۔

تجھے اس خوف سے نجات دلانے کے لیے میں بیان کرتا ہوں کہ میں یہاں کیوں آیا ، اور اس پہلے لمحے میں جب مجھے تجھ پر رحم آیا میں نے کیا سُنا ۔

[بیاترچے کا ذکر] میں اُن لوگوں میں ہوں جو امید و بیم کی حالت میں رہتے ہیں اور ایک خاتون[1] نے جو اتنی حسین اور پاکیزہ ہے کہ میں نے اس سے منّت کی کہ وہ مجھ سے کوئی خدمت لے ، مجھے بلایا ۔

اس کی آنکھیں ستاروں سے زیادہ روشن تھیں ۔ اور اس نے نرمی اور اخلاق سے ، فرشتے کی سی آواز میں اپنی زبان میں مجھ سے یہ کہنا

---

[1] دانتے کی محبوبہ بیاترچے (Beatrice) ملاحظہ ہو قطعۂ اول ، آخری حصہ اور حاشیہ فلسفۂ مذہب کے اعتبار سے بیاترچے سے مطلب دانشِ خداوندی ہے جس کے باعث انسان اور تمام مخلوق سے برگزیدہ ہیں ۔ بیاترچے کا عشق دانتے کے جذبۂ تصنیف (تخلیق) کی رہنمائی کرتا ہے کہ وہ ورجل کے تخیل کا تتبع کر کے جہنم کا حال لکھے ۔

شروع کیا:

'اے مانتوآ کی شریف روح جس کی شہرت اب بھی دنیا میں باقی ہے
اور جب تک وقت باقی رہے گا، باقی رہے گی
میرا دوست، قسمت جس کی دوست نہیں، صحرا کے ساحل پر رُک
گیا ہے، ڈر کے مارے وہ پلٹ پڑا۔
اور مجھے ڈر ہے کہ وہ اتنا بھٹک چکا ہے کہ اس کو نجات دلانے کے لیے
میرا اٹھنا بعد از وقت ہے۔ میں نے جنت میں یہی سُنا ہے۔
جا، اپنی مرصّع زبان سے، اور اس کے بچاؤ کے لیے اور جو کچھ ضروری
ہے اُس سے اس کی مدد کر تاکہ مجھے بھی تسکین حاصل ہو۔
میں جو تجھے بھیج رہی ہوں، بیاترچے ہوں میں ایسی جگہ (فردوس)
سے آئی ہوں جہاں میں واپس جانا چاہتی ہوں۔ محبت نے مجھے مجبور کیا جو
میں یہ فرمائش کر رہی ہوں۔
اور جب میں اپنے خداوند کے سامنے پہنچوں گی تو میں اکثر اس سے
تیری تعریف کروں گی"۔ یہ کہ کے وہ خاموش ہوگئی تو میں نے کہا:
'اے خاتون تیری ہی وجہ سے بنی نوعِ انسان اُن تمام چیزوں سے
برتر ہیں جو زیرِ آسمان ہیں، وہ آسمان جس کے حلقے چھوٹے چھوٹے ہیں۔
میں تیرے اِس حکم کا اس قدر شکرگزار ہوں کہ اگر میں اس کی تعمیل
(چشم زدن) میں کر بھی چکا ہوتا تب بھی یہ سمجھتا کہ میں نے تاخیر کی ہے۔ اس کی
ضرورت نہیں کہ تو اپنی خواہش کی اور زیادہ تفصیل کرے۔
لیکن مجھے بتلا کہ اُس کھلے ہوئے مقام (فردوس) سے تو اِن نیچے
اس مرکز (جہنم) پر اترنے سے ڈری کیوں نہیں۔ اُس کھلے ہوئے مقام

کو واپس جانے کو تو تڑپتی ہی۔

اُس نے جواب دیا 'چوں کہ تو یہ جاننا چاہتا ہی میں مختصر تجھ سے کہوں گی کہ کیوں میں اِس جگہ آنے سے نہیں ڈرتی۔

صرف انھی چیزوں سے ڈرنا چاہیے جن میں صدمہ پہنچانے کی طاقت ہی۔ دوسری چیزیں جن سے ڈر نہیں ہوتا اُن میں یہ طاقت بھی نہیں ہوتی۔

خدا نے اپنے لُطف سے مجھے ایسا بنایا کہ تمھاری تکلیف مجھے چھو بھی نہیں سکتی، نہ یہ جلانے والا شعلہ مجھے ستا سکتا ہی۔

آسمان پر ایک بلند مرتبہ[1] خاتون ہی، جس کو (دانتے کے) اس طرح رُک جانے پر بڑا رحم آتا ہی، وہ اس بلندی پر انصاف کی شدت کو توڑتی ہی، تجھے میں اسی کے کام پر بھیج رہی ہوں۔

اُس نے لوچیا[2] کو اُس کی درخواست پر بُلایا اور کہا 'تیرے وفادار کو تیری ضرورت ہی اور میں تجھ سے اس کی سفارش کرتی ہوں۔

لوچیا جو ہر طرح کے ظلم کی دشمن ہی، اٹھی اور اس جگہ آئی جہاں میں بوڑھی راشیلے[3] کے پاس بیٹھی تھی۔

---

[1] بلند مرتبہ خاتون سے حضرت مریم مراد ہیں جو لُطف و عفوِ خداوندی کا مظہر ہیں۔

[2] لوچیا (لوسیا) Lucia اس لطفِ خداوندی کا مظہر جو روشنی بخشتا ہی۔ اِس نام کی ایک برگزیدہ خاتون تیسری صدی عیسوی میں گزری ہی جن لوگوں کی بینائی کم ہو جاتی وہ اس سے دعائیں مانگتے تھے۔

[3] (.Rachele انگریزی میں .Rachel) ایک بزرگ خاتون۔ دانتے کے فلسفۂ مذہب میں راشیلے سے "گیان دھیان کی زندگی" مراد ہی۔

اُس نے کہا "بیاترچے خدا کی تعریف برحق۔ کیوں تو اس کی مدد نہیں کرتی جو تجھے اتنا چاہتا تھا یہاں تک کہ تیری ہی خاطر اس نے عوام کے مجمع کو چھوڑا؟

کیا تو اُس کی تکلیف بھری شکایت نہیں سُنتی؟ اُس موت کو نہیں دیکھتی جو اس دریا کے کنارے اس سے لڑرہی ہے جس کے مقابل سمندر بھی شیخی نہیں بگھار سکتا"؟

دنیا میں کوئی اپنی بھلائی ڈھونڈنے یا تکلیف سے بچنے کو اتنی تیزی کیا دکھائے گا جتنی تیزی سے یہ الفاظ سُن کر

میں اپنی برگزیدہ نشست سے اُٹھی اور تیری زبان کی خوبی پر بھروسا کر کے یہاں آئی۔ تجھے اور ان لوگوں کو جو تیری تصنیف پڑھتے ہیں (تیرے اسلوب بیان سے) عزت حاصل ہے۔

یہ کہہ کے وہ روئی اور اپنی چمکتی ہوئی آنکھیں ہٹا لیں اس وجہ سے میں یہاں اور بھی تیزی سے آیا۔

اُس کی خواہش کے مطابق میں تیرے پاس آیا، تجھے اس وحشی جانور سے بچایا جو اس خوب صورت پہاڑ تک پہنچنے کے قریب ترین راستے کو روکے ہوئے ہے۔

پھر کیا بات ہے؟ کیوں، اب تو کیوں ٹھیرتا ہے؟ ایسا بزدلی کا خوف تیرے دل میں کیوں جاگزیں ہے؟ کیوں کیا تو اپنے آپ کو بہادر اور آزاد محسوس نہیں کرتا۔

جب کہ تین ایسی برگزیدہ خواتین صحن جنت میں تیری فکر کر رہی ہیں اور میرے الفاظ تجھے بھلائی کی امید دلاتے ہیں؟"

جیسے چھوٹے چھوٹے پھول جورات کی برودت سے جھک کے بند ہو گئے ہوں، اس وقت سیدھے ہو جاتے ہیں اور اپنی ڈالیوں پر کھِل جاتے ہیں جب سورج ان پر سفیدی پھیرتا ہے۔

میری لڑکھڑاتی ہمت کا وہی حال ہوا۔ اور میرے دل میں اتنی جرأت سرایت کر گئی کہ میں نے اس انداز میں گفتگو شروع کی جیسے کسی قیدی کو آزاد کر دیا گیا ہو۔

"رحم دل ہے وہ خاتون جس نے میری مدد کی اور صاحب اخلاق ہے تو جس نے اس تیزی سے اُس کے سچے الفاظ پر عمل کیا۔

تُو نے جو کچھ کہا اُس سے میرے دل میں آگے بڑھنے کی ایسی خواہش پیدا ہو گئی کہ اب میں پھر اپنے پہلے مقصد پر قائم ہوں

اب چل کہ دونوں کا ارادہ ایک ہے، اے رہبر، اے میرے استاد اور آقا" میں نے اس سے یہ کہا اور اس نے آگے بڑھنا شروع کیا۔

میں نے اس کٹھن اور وحشت ناک راستے پر چلنا شروع کیا۔

تیسرا قطعہ

[دروازے کا کتبہ] "مجھ سے ہوکر تیرہ و تار شہر کو راستہ جاتا ہے، مجھ سے ہوکر ابدی عذاب کو راستہ جاتا ہے، مجھ سے ہوکر اُن لوگوں تک راستہ جاتا ہے جو تباہ ہو چکے

انصاف نے میرے خالقِ اعظم کو مجبور کیا۔ قدرتِ خداوندی، عقلِ مطلق اور عشقِ ازلی نے مجھے بنایا۔

مجھ سے پہلے جاودانی چیزوں کے سوا اور کوئی چیز نہیں بنائی گئی۔ میں بھی جاودانی ہوں۔ اے وہ شخص جو مجھ سے داخل ہوتا ہے تمام امیدوں سے ہاتھ دھولے۔"

یہ الفاظ دھندلی روشنی سے میں نے ایک دروازے پر لکھے ہوئے دیکھے تو پوچھا "استاد ان الفاظ کا مطلب مجھے سخت معلوم ہوتا ہے۔"

اور اس نے مجھ سے اس طرح کہا جیسے کوئی تجربے کار رکھے "تمام بے اعتباری کو یہاں ترک کر دینا چاہیے۔ چاہیے کہ تمام بزدلی یہاں ختم ہو جائے۔

میں کہہ چکا ہوں کہ ہم اس جگہ آئے ہیں جہاں تو بدنصیب لوگوں کو دیکھے گا جنھوں نے عقل کی بھلائی کو گنوا دیا۔"

اور میرے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کے، اپنے چہرے کو اس طرح بشاش بنا کے کہ میری تسلی ہو گئی وہ مجھے سربستہ رموز کی طرف لے گیا۔

[بے مقصد زندگی] یہاں آہیں اور فریادیں اور گریہ و بکا کی گہری صدائیں

ستاروں سے خالی ہوا میں گونج رہی تھیں پہلے تو مجھے بھی رونا آگیا۔

عجیب زبانیں، دہشت ناک چیخیں، تکلیف کے الفاظ، غصّے کے لہجے، گہری اور بیٹھی ہوئی آوازیں اور ان کے درمیان دو ہتڑوں کا شور ایک عجیب ہنگامہ برپا کر رہا تھا، جو مسلسل اس ہوا میں تبدیل ہوجاتا جو ہمیشہ رنگین رہتی ہے جیسے ریت جو آندھی میں چکر کھاتی ہے۔

دہشت نے میرے دماغ کو گھیر لیا تھا۔ میں نے پوچھا "استاد یہ کیا ہے جو میں سُن رہا ہوں؟ اور یہ لوگ کون ہیں جن پر ایسی تکلیف مُسلّط ہے؟"

اور اس نے مجھ سے کہا "یہ افسوس ناک کیفیت ان لوگوں کی بے لطف روحوں کو برداشت کرنی پڑتی ہے جن کی زندگی نہ قابلِ الزام تھی نہ قابلِ تعریف۔

ان میں اُن نابکار فرشتوں کا گروہ بھی شامل ہے جو نہ خدا سے باغی تھے نہ اُس کے فرماں بردار۔ اُن کو صرف اپنے مطلب سے مطلب تھا۔

آسمان نے انھیں نکال باہر کیا کہ اُس کے حُسن پر ان کا داغ نہ لگے۔ عمیق دوزخ انھیں قبول نہیں کرتا کیوں کہ فاسق بھی ان کے مقابل فخر کا اظہار کریں گے۔"

اور میں: "آقا، کیا چیز انھیں تکلیف پہنچاتی ہے کہ وہ اس دردناک طریقے پر فریاد کرتے ہیں؟" اس نے جواب دیا۔ میں تجھ سے مختصراً کہتا ہوں:

ان کو موت کی بھی امید نہیں۔ اور ان کی اندھی زندگی ایسی کمینی ہے کہ وہ اور ہر شے سے حسد کرتے ہیں۔

دُنیا اس کی اجازت نہیں دیتی کہ ان کا نام باقی رہے۔ رحم و انصاف کو ان سے تنفّر ہی۔ آ، اب اُن کا ذکر چھوڑیں۔ دیکھ اور آگے بڑھ۔"

اور میں نے نظر جو ڈالی تو دیکھا کہ ایک جھنڈا ہی جو لہراتا ہوا اِس تیزی سے دوڑ رہا ہی کہ گویا ٹھیرنے سے اسے نفرت ہی۔

[بزدل] اور اس کے پیچھے آدمیوں کی اتنی لمبی قطار تھی کہ مجھے یقین نہ آتا تھا کہ موت نے اتنوں کا کام تمام کیا۔

اور جب میں نے ان میں سے بعض بعض کو پہچان لیا تو اُس[۱] کے سایے کو بھی دیکھا اور پہچانا جس نے بزدلی سے اتنا بڑا انکار کیا تھا۔

فوراً میں سمجھ گیا اور مجھے یقین ہوگیا کہ یہ گروہ بزدلوں کا ہی جن سے خدا بھی نفرت کرتا ہی اور اس کے دشمن بھی۔

یہ بدنصیب جو کبھی زندہ رہے ہی نہیں بالکل ننگے تھے اور بھڑیں ان کو کاٹتی تھیں

ان کو اتنا کاٹتی تھیں کہ ان کے چہروں سے خون ابلنے لگتا تھا۔

یہ خون، اُن کے آنسوؤں سے مل جاتا تھا تو مکروہ کیڑے مکوڑے اسے ان کے قدموں پر اکھٹّا کرتے۔

[آکے رونتے] اور جب میں نے آگے نظر ڈالی تو دیکھا کہ لوگ ایک بڑے دریا کے کنارے جمع ہیں تب میں نے کہا" استاد، عنایت فرماکے

یہ بتا کہ یہ لوگ کون ہیں اور کیا سلوک ان سے کیا گیا ہی؟ جس کے باعث وہ اسے عبور کرنے کو یوں تیار ہیں۔ مدھم روشنی میں تئیں یہ سب

---

[۱] غالباً پاپلے ردم سے لیس تی نے پنجم کی طرف اشارہ ہی جو پانچ ماہ کے بعد بونی فاتسو (Bonifacio) ہشتم کے حق میں اپنے جلیل القدر عہدے سے مستعفی ہوگیا۔

دیکھ رہا ہوں۔"

اور اس نے کہا "یہ باتیں تجھے اس وقت معلوم ہوں گی جب ہم اکے رونتے[۱] کے ناشاد کنارے پر قدم رکھیں گے"۔

پھر میں شرما گیا اور نظریں نیچی کر لیں کہ کہیں وہ میرے سوال سے ناراض تو نہیں ہوگیا۔ میں نے اس وقت تک کچھ نہیں کہا جب تک ہم دریا کے کنارے نہیں پہنچے۔

[کارون] اور دیکھتے کیا ہیں کہ ایک بوڑھا[۲] آدمی، بڑھاپے سے بال سفید، ہماری طرف ایک کشتی کھیتا، چلّاتا ہوا آتا ہے "لعنت ہو تم پر اے گمراہ روحو!

یہ امید نہ رکھنا کہ تم کبھی جنّت کی صورت دیکھ پاؤ گے میں تمھیں ایک دوسرے ہی کنارے پہنچانے آیا ہوں جہاں ہمیشہ تاریکی رہتی ہے اور آگ ہے اور برف ہے۔

اور تُو جو یہاں زندہ موجود ہے، بھاگ جا، اُن لوگوں کے پاس سے بھاگ جا جو مردہ ہیں" اور پھر یہ دیکھ کے کہ میں جاتا نہیں

اس نے کہا "دوسرے راستوں سے، دوسری کشتیوں میں تو پار ہو سکے گا، یہاں نہیں۔ تجھے لے جانے کو اس سے زیادہ ہلکی کشتی چاہیے۔"

اور میرے رہبر نے اس سے کہا "کارون طیش مت کھا۔ وہاں کی یہی مرضی ہے جہاں کی مرضی جو کچھ ہوتی ہے پوری ہو سکتی ہے۔

۱۔ Acheronte یونانی علم الاصنام میں Acheron انگریزی میں جہنم کی ایک ندی

۲۔ Caron انگریزی میں Charon

اس سے زیادہ مت پوچھ ۔"

تب اس نیلی دلدل کے ملاّح کے اون جیسے گال خاموش ہو گئے۔
اس کی آنکھوں کے اطراف شعلوں کے حلقے تھے۔

(مردوں کی روحیں) لیکن وہ روحیں جو خستہ حال اور برہنہ تھیں، جوں ہی
انھوں نے یہ سخت الفاظ سُنے ان کے چہرے کا رنگ دگرگوں ہو گیا
اور ان کے دانت بجنے لگے۔

انھوں نے خدا کی شان میں بے حُرمتی کے الفاظ کہنے شروع کیے
اور اپنے ماں باپ کو، بنی نوع انسان کو، اپنی پیدائش کے نطفے اور
اپنی پیدائش کے مقام، وقت اور سبب سب کو کوسنا شروع کیا۔

اور پھر زار زار روتے ہوئے سب مل کر اس منحوس کنارے پر جمع
ہوئے، جو ہر اس شخص کا منتظر ہے جس کے دل میں خدا کا خوف نہیں۔

عفریت کارون جس کی آنکھیں جلتے کوئلے ہیں، اشارہ کر کے انھیں
بلاتا ہے، انھیں اکٹھا کرتا ہے، جو کوئی رُکتا ہے اُسے چپّو سے مارتا ہے۔

جس طرح خزاں میں پتّیاں ایک کے بعد ایک برابر جھڑتی جاتی
ہیں یہاں تک کہ شاخ اپنی ساری دولت زمین پر بکھیر دیتی ہے
اسی طرح اشاروں پر آدم کی یہ خبیث اولاد ایک ایک کر کے
اس کنارے سے روانہ ہوتی ہے جیسے آواز پر پرندہ۔

اس طرح وہ اس بھورے پانی پر روانہ ہوتے ہیں اور ان کے
دوسرے ساحل پر پہنچنے سے پہلے ہی یہاں ایک اور تازہ مجمع اکھٹّا
ہو جاتا ہے۔

"میرے بیٹے" مجھ سے میرے خلیق آقا نے کہا "جو لوگ اس حالت

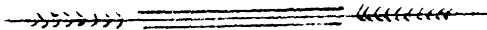
ہیں مرتے ہیں کہ ان پر خدا کا غضب ہوتا ہے وہ سب ہر ملک سے آ آ کے یہاں جمع ہوتے ہیں ۔

اور وہ فوراً یہ دریا پار کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں کیوں کہ انصافِ خداوندی انھیں اس طرح مجبور کرتا ہے کہ ان کا خوف بدل کر خواہش بن جاتا ہے ۔

اس راستے سے کوئی اچھّی روح کبھی نہیں گزرتی چنانچہ کارون نے تیسری شکایت جو کی تو آسانی سے اس کے الفاظ کی اہمیت نہیں سمجھ سکتا"۔

جب وہ یہ کہہ چکا تو دھندلا میدان اس زور شور سے لرزا کہ اس خوف کو یاد کر کے مجھے اب بھی پسینہ آجاتا ہے ۔

روتی ہوئی زمین سے ہوا نکلی اور اس سے قرمزی رنگ کی ایسی روشنی چمکی کہ جس سے میرے تمام حواس مغلوب ہو گئے اور میں یوں گر پڑا جیسے کسی پر نیند کا غلبہ ہو ۔



چوتھا قطعہ

بھاری گرج کی آواز نے میرے سر میں نیند کو چور چور کر دیا۔ میں
اس طرح چونک کے اُٹھ بیٹھا جیسے کسی کو زبردستی اٹھایا جائے
اور اُٹھ کھڑے ہونے کے بعد میں نے اپنی آرام پائی ہوئی آنکھوں
کو اِدھر اُدھر گھمایا اور اچھی طرح دیکھ بھال کے یہ جاننا چاہا کہ میں
کس مقام پر تھا۔

اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں نے آپ کو ایک خلیج کے سرے پر پایا
جس میں دوامی گریہ وزاری کی گرج جمع ہو کے گونجتی ہے۔

وہ (خلیج) اس قدر تاریک، اس قدر گہری اور اس قدر دھندلی تھی
کہ جب میں نے نظر جما کے اس کی تہ کو دیکھا تو کچھ نظر نہ آسکا۔

"اب چل اس اندھی دنیا میں اتریں" شاعر نے مجھ سے کہا۔ اس کا
رنگ زرد تھا" آگے میں چلتا ہوں تو پیچھے پیچھے آ"

میں نے اس کے چہرے کا رنگ دیکھ لیا تھا۔ اس سے کہا "میں
کیسے چلوں جب تو خود ڈرتا ہے، تو جو شک کی حالت میں میرے لیے
باعثِ تقویت ہے۔"

اس نے مجھ سے کہا: "جو لوگ وہاں پہنچے ہیں، اُن پر جو عذاب
نازل ہوتا ہے اس کے خیال سے میرے چہرے کا رنگ رحم کی وجہ
سے بدل گیا تو اسے خوف سمجھا۔

[پہلا حلقہ] چل اب چلیں۔ راستہ طویل ہے، ضروری ہے کہ اب چلے چلیں"

یہ کہہ کے وہ بھی اس پہلے حلقے میں داخل ہوا جو اس خلیج کے گرداگرد ہی
اور مجھے بھی اندر بلا لیا۔

[ملحدین] یہاں کسی فریاد کی آواز سنائی نہ دیتی تھی بجز ٹھنڈی سانسوں کے،
جس کی وجہ سے جاودانی ہوا کو لرزہ تھا۔

بچوں، عورتوں اور مردوں کا یہ ذخیرِ مجمع رنج کے سبب سانسیں
بھرتا تھا، لیکن ان پر کوئی عذاب نہیں تھا۔

میرے اچھے استاد نے مجھ سے کہا "تو نہیں پوچھتا کہ کون سی روحیں
تجھے نظر آ رہی ہیں؟ قبل اس کے کہ تو آگے بڑھے میں چاہتا ہوں کہ
تو ان کو جانے

یہ گناہ گار نہیں، انھوں نے نیکیاں کیں مگر وہ کافی نہیں کیوں کہ
ان کا بپتسمہ نہیں ہوا۔ بپتسمہ اُس مذہب کا دروازہ ہی جس پر تجھے
اعتقاد ہی۔

اور چوں کہ عیسائیت سے پہلے یہ لوگ پیدا ہوے۔ خدا کی ٹھیک
ٹھیک پرستش نہیں کر سکے۔ میں خود انھی لوگوں میں شامل ہوں۔

اور کسی غلطی کی وجہ سے نہیں، بلکہ محض ایسے نقائص کی وجہ سے
ہم لوگ گم راہ ہیں، اور ہم کو صرف یہی تکلیف ہی کہ ہمیں دیدار کی
تمنا ہی، لیکن کوئی امید نہیں"۔

یہ سن کر میرا دل بہت آزردہ ہوا کیوں کہ میں جانتا تھا بڑے
بڑے ممتاز لوگ اس مقام پر رُکے ہوے تھے۔

"ای آقا مجھ سے کہہ، ای جناب یہ فرما" میں نے اس عقیدے پر
یقین کے ساتھ ایمان کی خواہش کر کے کہا جو عقیدہ ہر غلطی پر فتح پاتا ہی

کہ کبھی ایسا بھی ہُوا کہ کوئی شخص اپنی بھلائی کی بدولت یا دوسروں کے طفیل میں یہاں سے باہر نکل سکا یا اس پر رحمت نازل ہوئی ؟"
اور اس نے میرے جملے کے مخفی معنی سمجھ کے جواب دیا" میں ابھی اس عالم میں نیا نیا آیا تھا کہ میں نے ایک ہستیِ اعظم (حضرت عیسیٰ) کو اپنی جانب آتا دیکھا، اس کے سر پر فتح کے نشان کا تاج تھا

وہ ہم میں سے ہمارے جدِ اول (آدمؑ) کی روح کو لے گیا اور اس کے بیٹے ہابیل کی روح کو اور نوحؑ کی روح کو اور حضرتِ موسیٰؑ کی روح کو جو قانون ساز اور اطاعت گزار تھے

وہ ابراہیمؑ بزرگ، کی روح کو لے گیا اور شاہ داؤدؑ کی روح کو، اسرائیل اور اُس کے باپ اور اس کے بیٹوں کی روح کو اور راشیل کی روح کو جس کے لیے اس نے بہت کچھ کیا۔

اور بھی بہت سی روحوں کو وہ اپنے ساتھ لیتا گیا اور ان پر رحمت نازل ہوئی لیکن میں تجھے یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ ان سے پہلے کسی انسان کی روح نہیں بخشی گئی"

وہ باتیں کرتا جاتا تھا اور ہم چلے جا رہے تھے۔ اس درمیان میں روحوں کے بھرے ہوئے جنگل سے ہم گزر رہے تھے۔

میرے سوکے اٹھنے کے بعد ابھی ہم نے زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا تھا کہ میں نے ایک جگہ آگ سلگتی دیکھی جو تاریکی کے ایک نصف کرے پر حاوی تھی۔

ہم اب بھی اس سے کچھ دُور تھے مگر زیادہ دُور نہیں۔ کیوں کہ

میں کچھ کچھ دیکھ سکتا تھا کہ کیسے کیسے معزز لوگ اس جگہ موجود تھے۔
"اے وہ کہ جو ہر علم و فن کی عزت کرتا ہے بتا یہ لوگ کون ہیں جن کی اتنی عزت کی جا رہی ہے کہ وہ اس طور پر عام لوگوں سے الگ کر دیے گئے ہیں۔"

[شعرائے متقدمین] اور اس نے مجھے جواب دیا "ان کے ناموں کی عزت اور شہرت جس کا چرچا تو اپنی زندگی میں سنتا ہے، دوسری دنیا میں بھی ان کی عزت کراتی ہے اور وہ یہاں بھی ممتاز ہیں۔"

اس اثنا میں میں نے ایک آواز سنی "شاعرِ اعظم کی تعظیم کرو۔ اس کا سایہ جو یہاں سے چلا گیا تھا، واپس آگیا۔"

جب وہ آواز رک کے خاموش ہوگئی تو میں نے بڑی روحوں کو اپنی طرف آتے دیکھا جو صورت سے مسرور معلوم ہوتی تھیں نہ آزردہ۔

اور نیک استاد نے کہنا شروع کیا "اس کو دیکھ جو تلوار لیے تینوں کے آگے آ رہا ہے گویا ان کا سردار ہے،

وہ ہومر ہے، شاعروں کا سرتاج۔ دوسرا جو آ رہا ہے ہوریس[1] ہے، ہجویہ شاعر۔ تیسرا اووِڈ[2] ہے اور آخر میں لیوکن[3] ہے۔

ان میں سے ایک نے مجھے[4] جس نام سے پکارا ہوں کہ ہر ایک مجھے اس نام کا مستحق سمجھتا ہے اس لیے سب میری عزت کرتے ہیں اور یہ

---

[1] لاطینی شاعر (Horace) [2] لاطینی شاعر جس کی عشقیہ شاعری مشہور ہے (Ovid) [3] لاطینی شاعر (Lucan) [4] عام طور پر ورجل کو ہومر کے بعد سب سے بڑا شاعر مانا جاتا تھا۔

ان کی عنایت ہے۔"

اس طرح میں نے اعلیٰ ترین شاعروں کے سرداروں کی اس جماعت کو یک جا دیکھا۔ یہ عقابوں کی طرح سب سے بلند پرواز کرتے ہیں۔

کچھ عرصے تک وہ آپس میں باتیں کرچکے تو میری طرف پلٹے اور سلام کا اشارہ کیا۔ اور اس پر میرا ہادی مسکرایا۔

اور اس سے بھی زیادہ انھوں نے میری توقیر کی۔ کیوں کہ انھوں نے مجھے اپنے گروہ میں شامل کرلیا۔ اس طرح میں ان روحوں میں چھٹا تھا۔

ہم اس روشنی کی طرف بڑھے۔ ہم اُن چیزوں کے متعلق گفتگو کررہے تھے جن کے متعلق اب خاموشی مناسب ہے، جیسے کہ جہاں میں اس وقت تھا وہاں ان کے متعلق گفتگو مناسب تھی۔

ہم ایک قلعۂ معلیٰ کے تلے پہنچے جس کے اطراف سات عالی شان دیواروں کے حلقے تھے اور ایک بھلی سی ندی اس کے اطراف حفاظت کے لیے بہتی تھی۔

ہم نے اُسے یوں عبور کیا کہ گویا وہ مضبوط زمین تھی۔ ان داناؤں کے ساتھ میں سات دروازوں سے ہوکر گزرا۔ ہم ایک ایسے سبزہ زار میں پہنچے جہاں سبزہ تازہ تازہ تھا۔

وہاں ایسے لوگ تھے جن کی آنکھیں مدھم اور سنجیدہ تھیں، جن کی وضع قطع سے بڑی قابلیت و اجتہاد کا اظہار ہوتا تھا جو بہت کم بات چیت کرتے تھے اور کرتے بھی تھے تو نرم لہجے میں۔

یوں ہم ایک طرف پلٹے، ایسی جگہ جو کھُلی ہوئی اور روشن اور اونچی تھی اور جہاں سے سب کچھ نظر آتا تھا۔

وہاں سے براہِ راست فرشِ مینا پر مجھے وہ عظیم روحیں دکھائی گئیں کہ ان کو دیکھ کے میں فخر کرتا ہوں ۔

میں نے الترا[1] کو بہت سے ساتھیوں کے ساتھ دیکھا جن میں سے میں نے ایتورے[2] اور اے نیا[3] کو پہچانا ۔ قیصر[4] کو بھی جس کی آنکھیں شکرے جیسی تھیں ۔

میں نے کامیلا[5] اور پن تے سی لیا[6] کو دیکھا اور دوسری طرف میں نے لاطینی بادشاہ[7] کو دیکھا جو اپنی بیٹی لیونیا[8] کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا ۔

میں نے برو تو[9] کو دیکھا جس نے تارکوئی نو[10] کو باہر نکال کیا ۔ لوکرے تسیا[11] جولیا[12] ، مارتسیا[13] اور کورنیلیا[14] کو اور سب سے الگ تھلگ میں نے سلاح الدین[15] کو دیکھا ۔

---

[1] (Elettra) انگریزی میں الکٹرا (Electra) شہر ٹرائے کے بانی ڈارڈانس کی ماں [2] ایتورے (Ettore) انگریزی میں ہیکٹر ٹرائے کا بہادر سردار ۔

[3] اے نیا (انگریزی میں 'اے نیاس') ٹرائے کا بہادر سردار ۔

[4] جولیس سیزر [5] (Camilla) جس نے اطالیہ میں اہل ٹرائے کا مقابلہ کرتے ہوئے جان دی [6] (Pentensilea) ایمزن جنگجو عورتوں کی ملکہ جس نے ہیکٹر کے مرنے کے بعد اہل ٹرائے کی مدد کی [7] لاطینی بادشاہ سے Latinus مراد ہے ۔

[8] (Lavinia) لاتی نس کی بیٹی اور اے نیاس کی بیوی ۔ [9] و [10] و [11] برو تو (Bruto) ۔ یہ "بروٹس" جولیس سیزر والا بروٹس نہیں بلکہ وہ شخص ہے جس نے تارکوِن (تارکوی نو) کو تخت سے اتارا ۔ تارکوی نو کے بیٹے نے لوکرے تسیا Lucrezia یا لوکریس کو بے عصمت کیا تھا ۔

[12] جولیا جولیس سیزر کی بیٹی اور پومپی کی بیوی [13] Marzia کاتو کی بیوی [14] Corniglia

(باقی صفحہ ۱۰۸ پر)

میں نے جو ذرا اوپر نظر اٹھائی تو اُن سب کے آقا (ارسطو) کو دیکھا
جو داناہیں اور جو فلسفیوں کے خانوادے میں بیٹھے ہیں۔
سب اس کو دیکھتے ہیں۔ سب اس کی عزت کرتے ہیں یہاں میں نے
سقراط اور افلاطون کو دیکھا جو سب سے آگے اس کے بالکل قریب
کھڑے ہیں۔
دیمو قریطس[1] کو دیکھا جو دنیا کے وجود کو اتفاق پر محمول کرتا ہے
اور دیو جی نیس[2] کو، اناساگورا[3] کو، اور تالے[4] کو، ایمپی ڈوکلیس[5] اور
اراکلی تو[6] کو، اور تسے نونے[7] کو
اور میں نے جامع الخصائص یعنی دیوس کوری دے[8] کو دیکھا اور
میں نے آرفیو[9]، تولیو[10]، اولی نو[11] اور سے نے کا[12] عالم اخلاقیات کو دیکھا۔

(بقیہ صفحہ ۱۰۷) سی بیو افری کانس کی بیٹی۔ اور کائیس اور ٹائی بے ریس کی ماں [10] سلطان صلاح الدین ایوبی۔ اس سے ظاہر ہے کہ اس زمانے میں اہل یورپ اس کے نام کی کتنی عزت کرتے تھے۔ اسے دانتے نے ان لوگوں میں رکھا ہے جن تک ہدایت (عیسائیت) کی روشنی پہنچنے نہیں پائی لیکن جو فی الحقیقت گم راہ نہ تھے۔

[1] Democrito [2] Diogenes [3] Anassagora

[4] تالے Tale [5] Empedocles [6] Eraclito

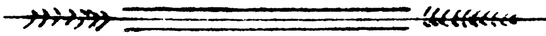
[7] ZENONE (یہ ساتویں سے لے کے چوتھی صدی قبل مسیح تک کے یونانی فلسفی ہیں) [8] Diosride ایک یونانی جس نے طب پر ایک رسالہ لکھا

[9] آرفیو (Orfeo) یا Orpheus یونانی علم الاصنام میں ایک مطرب [10] Tullio. یا سسرو جس کی اخلاقی تصانیف قرون وسطیٰ میں بہت مقبول تھیں [11] لی نو Lino. یونانی علم الاصنام میں ایک مغنی [12] Seneca

علم ہندسہ کے فاضل اقلیدس کو، بطلیموس کو، ای پوکراتے کو، ابن سینا[1] اور جالینوس کو دیکھا اور ابن رشد[2] کو جس نے شرح بسیط لکھی ہے۔ میں ان سب کی پوری تصویر نہیں کھینچوں گا۔ کیوں کہ اس مضمون کی طوالت ایسا میرا پیچھا اٹھائے ہے کہ حقیقت کے بیان کو جتنے الفاظ درکار ہیں نہیں ملتے۔

چھو (شاعروں) کی جماعت گھٹ جاتی ہے، اور صرف دو باقی رہ جاتے ہیں۔ ایک اور سڑک سے رہبر دانا مجھے خاموش کانپتی ہوئی فضا سے باہر لے چلتا ہے۔

اور میں ایک ایسے حصے میں جا پہنچتا ہوں جہاں کوئی چیز ایسی نہیں جو روشن ہو۔



---

[1] و [2] عرب فلسفیوں میں ابن سینا اور ابن رُشد کی قرون وسطیٰ کے یورپ میں بڑی تعظیم کی جاتی تھی۔ ابن رشد کی تصانیف کا تقریباً ۱۲۵۰ء میں یورپ میں ترجمہ ہوا اور اس نے بڑی شہرت حاصل کی۔ ابن سینا اور ابن رشد دونوں نے ارسطو کی شرحیں لکھیں اور ارسطو سے اس زمانے میں یورپ میں جو دلچسپی پیدا ہوئی اس کا باعث بڑی حد تک ابن رشد کی یہی شرح بسیط تھی۔

پانچواں قطعہ

[دوسرا حلقہ] اس طرح میں پہلے حلقے سے دوسرے حلقے میں اُترا جو وسعت میں کم ہے اور جس میں اس قدر تکلیف ہوتی ہے کہ گویا وہ ایک نیش ہے جس کے درد سے انسان رو پڑتا ہے۔

[می نوس] وہاں ہیبت ناک می نوس[1] بیٹھا دانت نکالے ہنس رہا تھا۔ دروازے پر وہ تمام گناہ گاروں کا امتحان کرتا جاتا، فیصلہ کرتا جاتا اور (اپنی دُم سے) اپنی کمر کے گرد حلقے بنا کے اسی مناسبت سے لوگوں کو ان کی جگہ بھیجتا۔

میرا کہنا یہ ہے کہ جب کوئی بدنصیب روح اس کے سامنے آتی ہے تو سب کچھ قبول دیتی ہے، اور وہ گناہوں کا پرکھنے والا دیکھ لیتا ہے کہ جہنّم میں کون سی جگہ اس کے لیے موزوں ہے، اور وہ اپنی دُم سے اپنے گرداگرد اتنے ہی حلقے بناتا ہے جتنے درجے وہ چاہتا ہے کہ گناہ گار جہنّم میں اُترے۔

اُس کے آگے ہمیشہ ایک جمگھٹ سا رہتا ہے۔ سب باری باری سے انصاف کے لیے اس کے سامنے پیش ہوتے ہیں، کہتے سنتے ہیں، پھر نیچے دھکیل دیے جاتے ہیں۔

می نوس نے یہ دیکھ کر کہ میں اس اہم فرض (اعترافِ گناہ) کو پورا کیے بغیر آگے بڑھ رہا ہوں مجھ سے پوچھا "اے تو جو اس تکلیف کی منزل کو جا رہا ہے

---

[1] می نوس Minos اس کے فرائض تقریباً وہی ہیں جو مالک دوزخ کے ہیں۔

میں بھی دیکھوں کہ تو کیسے اندر جاتا ہو اور کس پر تیرا ایمان ہو۔ دروازے کی چوڑائی سے دھوکا مت کھانا" میرے رہنما نے اس سے کہا "کیوں تُو اس طرح چلاتا ہو؟

اس کا راستہ تقدیر ہو چکا ہو۔ اسے مت روک۔ یہ اس کی مشیّت ہو، جس کی مشیّت جو کچھ ہو پوری ہو سکتی ہو۔ اور زیادہ مت پوچھ"۔

[بدکار] اب میرے کانوں میں فریاد بھری آوازیں آنے لگیں۔ اب میں وہاں پہنچا جہاں گریہ و زاری کی آواز دل تک پہنچتی تھی

میں ایک ایسی جگہ پہنچا جو روشنی سے بالکل محروم تھی، جہاں ایسی گرج کی آواز آتی تھی جیسے طوفانی سمندر کی آواز جو جنگ جو ہواؤں کے نرغے میں ہو۔

جہنّم کا یہ طوفان کبھی نہیں رُکتا۔ اپنی رَو میں سمندر ان روحوں کو بہاتا چلا جاتا ہو، چکّر دے کے اور طمانچے لگا لگا کے انھیں ہراساں کرتا ہو۔

جب وہ کھنڈر کے پاس پہنچتے ہیں تو چیخیں، آہیں اور فریادیں نکلتی ہیں تب وہ طاقتِ خداوندی کو کوستے ہیں۔

مجھے معلوم ہوا کہ بدکاروں (زانیوں) کے لیے یہ عذاب ہو جو عقل پر شہوت کو ترجیح دیتے ہیں۔

اور جیسے ستورنے کی (پرندوں) کے بال و پر جاڑوں میں انھیں اُڑائے جاتے ہیں اور ان کے دَل کے دَل اڑتے پھرتے ہیں۔ اسی طرح یہ طوفان ان بُری روحوں کو

اِدھر اُدھر اوپر نیچے لیے پھرتا، کوئی امید کبھی ان کی ڈھارس

نہیں بندھاتی۔ تکلف کی کمی کی امید بھی نہیں۔

اور جس طرح کُلنگ اپنے گیت الاپتے جاتے ہیں اور ہوا میں اڑتے ہیں تو لمبی دھاریوں کی طرح معلوم ہوتے ہیں۔ بس میں نے ایسے ہی سایوں کو دیکھا جو فریاد کرتے جاتے تھے۔

ہواؤں کے تھپیڑے انھیں بہائے لیے جاتے تھے۔ اس پر میں نے کہا "استاد یہ لوگ کون ہیں جن کو کالی ہوایوں کوڑے لگا رہی ہے؟"

"جن لوگوں کے متعلق تونے سوال کیا" اس نے جواب دیا "ان میں سے پہلی کئی زبانوں والی ملکہ[1] ہے

عیاشی کے عیب سے اس نے یوں شکست کھائی کہ اس نے اپنے حکم سے قانون اور شہوت کو ایک کر دیا، تاکہ جو الزام اس پر آتا تھا، نہ آئے۔

وہ سیمی رامیس ہے جس کے متعلق ہم یہ پڑھتے ہیں کہ وہ نی نو[2] کے بعد تخت نشین ہوئی اور اس کی بیوی تھی۔ وہ اس زمین کی ملک تھی جس پر اب سلطان کی حکومت ہے۔

اور دوسری[3] وہ ہے جس نے محبت کی وجہ سے اپنی جان خود لی۔ سی کیو[4]

---

[1] ملکہ سیمی رامس Semiramis اشوریا کی ملکہ "کئی زبانوں والی ملکہ" اس وجہ سے کہ اس کی حکومت بابل پر بھی تھی جہاں بھانت بھانت کی بولیاں بولی جاتی تھیں [2] Nino یا Ninus [3] دی دو (Dido) ملکۂ قرطاجنہ۔ جو اپنے شوہر کے مرنے کے بعد اینیاس کے عشق میں مبتلا ہوئی اور اس کے فراق میں چتا میں گر کے جان دے دی۔

[4] سی کیو (Sicheo) یا (Sichaeus) دی دو کا شوہر۔ دی دو نے عہد کیا تھا کہ وہ اس کے مرنے کے بعد دوسرے سے دل نہ لگائے گی۔ پھر بھی وہ اینیاس کے عشق میں مبتلا ہوئی۔

کی مشتِ خاک سے اس نے جو قسم کھائی وہ توڑی۔ اور وہ تیسری جو چلی آرہی ہی عیش پرست کلوپیٹرا ہی۔

اور وہ دیکھ ہیلینا[1] کو جس کے باعث اتنے عرصے تک منحوس زمانہ گردش میں رہا۔ اچی لس[2] اعظم کو دیکھ جو بالآخر عشق سے لڑ پڑا۔

پیرس[3] کو دیکھ اور ترستینو[4] کو" اور اس نے ایک ہزار سے زیادہ سائے مجھے بتائے اور انگلی کے اشارے سے دکھا کے ان لوگوں کے نام بتائے جنھیں محبت نے ہماری زندگی سے چھڑایا۔

جب میں نے استاد سے ان قدیم عورتوں اور پرانے بہادروں کے نام سنے تو میں نے درد کا جذبہ محسوس کیا اور میں حیران سا رہ گیا۔

[فرانچیسکا اور پاولو] میں نے کہا "شاعر مجھے ان سے دو باتیں کرکے بڑی خوشی ہوگی جو ساتھ ساتھ جا رہے ہیں اور ہوا پر اس قدر سُبک معلوم ہورہے ہیں۔"

اور اس نے مجھ سے کہا "جب وہ ہمارے قریب پہنچیں گے تو تو انھیں دیکھے گا تب تو انھیں عشق کا واسطہ دینا جو انھیں بہائے لیے جاتا ہی اور وہ آجائیں گے۔"

جوں ہی ہوا انھیں ہمارے پاس بہا لائی میں نے اپنی آواز بلند کی۔ "ای تھکی ماندی روحو! اگر کوئی مانع نہیں تو آکے ہم سے

---

[1] ٹرائے والی ہیلن (Helen) اسی کے اغوا کی وجہ سے یونانیوں نے ٹرائے پر فوج کشی کی

[2] اچی لس (Achilles) یونانی بہادر اور جنگجو پیرس کی بہن پولی زینا کے عشق میں مارا گیا۔

[3] پیرس ٹرائے کا شہزادہ جس نے ہیلن کو اغوا کیا [4] (Tristano) یا (Tristan)

شاہ آرتھر کے دربار کا ایک سردار۔ Iseult اسے اس کا معاشقہ یورپ کی مشہور ترین داستانِ الفت ہے۔

باتیں کرو۔"

جس طرح قمریاں جب ان کا دل چاہتا ہی تو پر تولے ہوے، ہوا میں اڑتی اپنے پیارے آشیانے کی طرف آتی ہیں، ان کا ارادہ انھیں کھینچ لاتا ہی

اسی طرح یہ اس گروہ سے نکلیں جس میں دی دو تھی۔ ذہن کے تھپیڑوں کا مقابلہ کرتی ہوئی ہماری طرف آئیں۔ کیوں کہ میری درد انگیز آواز میں بڑا اثر تھا۔

(فرانچسکا[1] نے کہا) "ای نیک دل و خوش خُلق انسان جو زندہ کالی ہوا سے گزر رہا ہی اور ہمارے پاس آیا ہی ہم نے زمین کو اپنے خون سے آلودہ کیا۔

اگر کائنات کا بادشاہ ہمارا دوست ہوتا تو ہم اس سے دعا کرتے کہ وہ تجھے شانتی دے۔ اس وجہ سے کہ ہماری بدبختی پر تجھے ترس آیا۔

تو جو چاہتا ہی پوچھ اور سُن، ہم تجھ سے باتیں کریں گے اور سنیں گے اور یہ اس وقت تک جب تک یہ ہوا جواب ہمارے لیے ساکن ہی،

---

[1] فرانچسکا کی شادی جان چیوتو (Gianciotto) سے ہوئی تھی جو ریمی نی Rimini کے نواب کا بڑا بیٹا تھا لیکن کوزہ پشت اور بدشکل تھا۔ فرانچسکا کو اپنے شوہر کے بھائی پاؤلو (Paolo) سے محبت ہوگئی۔ ایک دن اس کے شوہر نے اس کو اور پاؤلو کو ہم آغوش پایا اور دونوں کو وہیں قتل کردیا۔ دانتے نے ان سے متعلق ایک مقبول روایت کو صحیح تسلیم کیا ہی کہ شادی کے موقع پر پاؤلو ہی کو دولھا بنانے کے تمام رسوم میں شریک کیا گیا مگر شادی جان چیوتو سے ہوئی۔ شادی کے بعد فرانچسکا کو اس دھوکے کا علم ہوا مگر وہ پاؤلو کے عشق میں گرفتار ہو چکی تھی۔ "شیریں تخیل" اسی روایت کی طرف اشارہ ہی۔

ساکن رہے۔

وہ گانو[۵۱] جہاں میں پیدا ہوئی، اس حصے میں ہی جہاں دریائے پو نیچے اترکر اپنے باج گزاروں کے ساتھ آرام پاتا ہی۔

عشق جو نازک سے دل میں فوراً پھنس جاتا ہی، اس نے اسے دبا (لوکو) اس حسین جسم سے گرفتار کیا جس سے (جان لے کے) میں چھڑا دی گئی۔ اور یہ سب اس طرح پیش آیا کہ مجھے اب تک اس کا قلق ہی۔

عشق نے جو کسی معشوق کو محبت سے حیلہ جوئی کرنے کی اجازت نہیں دیتا میرے لیے اس میں (پاؤلو میں) ایسی دل فریبی پیدا کی کہ تو دیکھ رہا ہی عشق نے مجھے ابھی تک نہیں چھوڑا۔

عشق سے ہم دونوں کو ساتھ ساتھ موت آئی۔ کائی نا[۵۲] اس کا منتظر ہی جس نے ہماری جان بجھا دی۔" یہ الفاظ ہم تک پہنچے۔

جب میں نے ان زخمی روحوں کی باتیں سنیں تو سر جھکا لیا اور اس وقت تک سر جھکائے رہا جب تک شاعر (ورجل) نے مجھ سے پوچھا "تو کیا سوچ رہا ہی؟"

میں نے جواب میں کہا "آہ کیسا شیریں تخیل، کیسی تمنائیں ان کو اس افسوس ناک تباہی کی طرف لائی!"

پھر میں ان دونوں کی طرف پلٹا اور ان سے بات کی۔ فرانچسکا جو تو عذاب بھگت رہی ہی اس پر رنج اور درد سے مجھے رونا آتا ہی۔

---

۵۱ Ravenna سی شہر کے پاس دریائے پو بحیرۂ اڈریاٹک میں گرتا ہی۔

۵۲ Caina جہنم کا وہ طبقہ، جہاں قریبی عزیزوں کے قاتلوں کو سزا ملتی ہی۔

لیکن مجھے یہ بتا کہ لطیف اور گہری سانسیں بھرتے وقت کیوں کر
اور کیسے محبت نے ان مبہم تمناؤں سے آگاہ کیا ؟"

اور وہ مجھ سے بولی" بدنصیبی کی حالت میں خوشی کی گھڑیوں کو یاد
کرنے سے بڑھ کے اور کوئی تکلیف نہیں ۔ اور تیرا استاد
جانتا ہے ۔

لیکن اگر تجھے ہماری محبت کی اصلی جڑ معلوم کرنے کی ایسی ہی
آرزو ہے تو میں تجھے یوں سناؤں گی جیسے کوئی روتا جاتا ہے اور
سناتا جاتا ہے ۔

ایک دن وقت گزاری کے لیے ہم لانچی لوتو[1] کا قصہ پڑھ رہے
تھے کہ محبت نے کس طرح اس پر جبر کیا ۔ ہم دونوں اکیلے تھے
اور ہمارے دل میں کوئی داغ نہ تھا ۔

اُس قصے کو پڑھتے پڑھتے ہماری آنکھیں کئی بار مجبور ہو کر ملیں
اور ہمارے چہروں کا رنگ دگرگوں ہو گیا ۔ پھر ایک لمحہ ایسا آیا کہ
ہم پر غالب آگیا

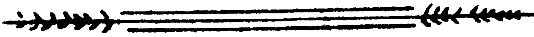
جب ہم نے یہ پڑھا کہ محبت بھری مسکراہٹ پر اس کے عاشق
نے بوسہ لیا، تو اس نے بھی مجھ سے اب کبھی جدا نہ ہو گا ۔
سر سے پیر تک کانپ کے میرے منہ کا بوسہ لیا ۔

---

[1] Lancillotto انگریزی میں Sir Lancelot
فرضی شاہ آرتھر کے دربار کا مشہور سردار لانسیلاٹ ، شاہ آرتھر کی ملکہ جیوینور کا عاشق تھا
اور اس کی خاطر اس نے بڑی بڑی مہمات سر کیں ۔ قرونِ وسطیٰ میں لانسیلاٹ اور جیوینور
کا قصہ بہت مقبول تھا ۔

گالیوتو[1] اس کتاب کا مصنف تھا اور پھر اس دن ہم اس کتاب کو
اور زیادہ نہ پڑھ سکے "۔

جب ایک کی روح مجھ سے یہ بیان کر رہی تھی۔ تو دوسرا اس طرح
رویا کہ مجھے ترس سے غش آگیا گویا میں مر رہا تھا۔
اور میں یوں گر پڑا جیسے کسی کا مردہ جسم گرتا ہے۔



لہ Galeotto کے لفظی معنی " بھڑانے والے" کے ہیں۔ اس شخص نے لانسیلاٹ اور جیوینور کو ایک دوسرے سے ملانے کی بڑی کوشش کی۔ اور فرضی روایت یہ ہے کہ لانسیلاٹ کا قصہ اسی نے سب سے پہلے تحریر کیا۔

چھٹا قطعہ

[تیسرا حلقہ] ان دو عزیزوں کی مصیبت پر مجھے جو تکلیف پہنچی تھی اس سے میں
بے حس و حرکت اور بے ہوش ہو گیا تھا - اس کے بعد جب مجھے
ہوش آیا

تو دیکھتا کیا ہوں کہ نئے نئے عذاب ہیں اور نئے نئے گرفتار عذاب۔
جدھر میں مڑتا، پلٹتا، دیکھتا یہی پاتا

میں تیسرے حلقے میں ہوں، یہ حلقہ دوامی، ملعون، سرد و سخت
بارش کا ہے۔ اس کا قاعدہ اور اس کی خاصیت کبھی نہیں بدلتی

بڑے بڑے اولے اور گندا پانی اور برف کالی سی ہوا میں
موسلا دھار برستے ہیں۔ زمین جس پر یہ برسات ہوتی ہے اس سے
بڑی سخت بدبو نکلتی ہے -

چربے رو[1] ایک عجیب اور خوف ناک دیو، جس کی تین گردنیں ہیں
کُتے کی طرح ان لوگوں پر بھونکتا ہے جو اس زمین میں دھنسے پڑے ہیں۔

اُس کی آنکھیں سرخ ہیں، اس کی داڑھی چکنی اور سیاہ، توند
بڑی ہے اور ہاتھ پنجوں کے سے - وہ ان روحوں کو دبوچتا ہے، ان
کی کھال اُدھیڑتا ہے اور ان کی تکّے بوٹیاں کرتا ہے -

بارش کی وجہ سے وہ کتّوں کی طرح چلّاتے ہیں۔ ایک بازو سے

---

[1] چربے رو Cerbero یا سربے رس Cerberus یونانی
علم الاصنام سے دانتے نے اس کو اس موقع کے لیے مستعار لیا ہے -

دوسرے کو ڈھانکتے ہیں۔ اکثر وہ کروٹیں بدلتے ہیں۔ وہ ناپرہیزگار
بدنصیب

جب اس قوی ہیکل کیڑے چربے رؤ نے ہمیں دیکھا تو اس نے
اپنے جبڑے کھولے اور اپنے بڑے بڑے دانت دکھائے اس کا کوئی
عضو ساکن نہیں تھا۔

میرے رہبر نے ہاتھ پھیلا کے مٹی اٹھائی۔ اور مٹھیاں بھر بھر کے
اس کی مرجھکی حلقوں میں جھونک دیں۔

جیسے کوئی کتا بھونکنا چاہے اور نوالہ چبانے سے خاموش ہو جائے۔
کیوں کہ وہ ساری قوت اور زور اس میں لگا دیتا ہے کہ لقمے کو نگلے۔
اسی طرح اس دیو چربے رو کے تینوں غلیظ منہ بند ہو گئے ——
اس کے جو روحوں پر اس طرح گرجتا ہے کہ وہ بہری ہو جانے کی آرزو
کرتی ہیں۔

بسیار خور ہم ان روحوں پر سے ہوتے ہوئے گزرے جنھیں شدید بارش
زمین پر گراتی ہے، ہم نے اپنے تلوے اس خلا پر رکھے جو جسم معلوم
ہوتا تھا۔

سوائے ایک کے سب زمین پر پڑے تھے لیکن ان میں سے
ایک نے جب ہم کو گزرتے دیکھا تو فوراً اٹھ بیٹھا۔

اس نے مجھ سے کہا " اے تو جو اس جہنم میں لے جایا رہا ہے، اگر مجھے
پہچانتا ہے تو پہچان لے۔ میرے بگڑنے (مرنے) سے پہلے تو بنا "
اور میں نے اس سے کہا " تجھے جو تکلیف ہے اس کی وجہ سے
میری یاد کام نہیں کرتی اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے میں نے

تجھے نہیں دیکھا۔

لیکن تو جو ایسی اذیت میں مبتلا ہے اور ایسے رنج دہ مقام میں رکھا گیا ہے، مجھے بتا کہ تو کون ہے۔ تیری اذیت ایسی ہے کہ ممکن ہے اس سے زیادہ سخت اذیت اور بھی کوئی ہو لیکن اس سے زیادہ ناخوش گوار کوئی اذیت نہیں۔"

اس نے مجھ سے کہا "تیرے شہر میں جہاں حسد اتنا زیادہ ہے کہ پیمانے سے چھلک چکا ہے۔ میں بھی اپنی ظاہری زندگی کے دور میں رہتا تھا۔

تم شہری مجھے چیاکو (خنزیر) کہتے تھے۔ بسیار خوری کے مضر جرم کے باعث میں اس بارش میں پڑا ہوا ہوں۔

اور میری بدنصیب روح اکیلی نہیں کیوں کہ اوران سب نے یہی جرم کیا تھا اور یہی سزا وہ بھگت رہے ہیں۔" اس نے بس اتنا کہا۔

میں نے اسے جواب دیا "چیاکو تیری شدید اذیت میرے دل پر اتنی بھاری ہے کہ مجھے رونا آتا ہے لیکن اگر تو کہہ سکتا ہے تو مجھ سے کہہ کہ اس خانہ جنگی کرنے والے شہر[1] کے باشندوں کا کیا حشر ہوگا؟ کیا

---

[1] فلارنس دانتے کا وطن اس زمانے میں بڑی خانہ جنگیوں اور گشت وخون میں مبتلا تھا۔ دو بڑی جماعتیں سیاہ گویلف (Guelf) اور سفید گویلف ایک دوسرے سے ۱۳۰۰ء میں برسرِ پیکار ہوئے۔ سنہ ۱۳۰۱ء میں سفید گویلف جماعت" یا جنگل والی جماعت" نے فتح حاصل کی۔ لیکن بونی فاتسیو ہشتم کی در پردہ امداد اور طاقت کے باعث سیاہ گویلف جماعت پھر غالب آئی اور ان کے مخالفین کو ۱۳۰۲ء میں بڑی ہی سخت (باقی صفحہ ۱۲۱ پر)

ان دو گروہوں میں سے کوئی حق پر ہے۔ اور مجھے اس کی وجہ بتلا کہ وہ شہر ایسے نفاق میں کیوں مبتلا ہے؟"

اور اس نے مجھ سے کہا "مدتوں کے جھگڑے کے بعد دونوں گروہوں کا خون خرابہ ہوگا اور جنگل والی جماعت دوسری جماعت کو بڑی زیادتیاں کرکے نکال باہر کرے گی

لیکن آفتاب کی تین گردشوں کے بعد یہ ظہور میں آئے گا کہ ایک ایسے شخص کی طاقت سے، جو ابھی سے رہنمائی کر رہا ہے، دوسری جماعت غالب آجائے گی

بہت دنوں تک اس کا زور بندھا رہے گا، اور وہ دوسرے کو بُری طرح دبائے رکھے گی، لیکن بہرحال اس پر وہ روئے گی اور شرمائے گی۔

وہاں دو آدمی[1] حق پر ہیں لیکن ان کی کوئی نہیں سنتا۔ غرور، حسد اور بخل یہ تین چنگاریاں ہیں جنھوں نے سب کے دلوں میں آگ لگادی ہے۔"

یہاں اس کی افسوس ناک آواز رکی اور میں نے پوچھا "اب بھی میری یہ خواہش ہے کہ تو مجھے آگاہی دے اور مجھ سے اور کچھ فرمائے

(بقیہ صفحہ ۱۲۰) شکست ہوئی۔ چیاکو دانتے سے ان سب واقعات کی پیشین گوئی کر رہا تھا۔ دانتے کو اپنے وطن فلارنس سے اس قدر محبت تھی اور اس شہر کے حال زار پر ایسا رنج تھا کہ بار بار وہ اپنے پیارے فیورن تسا (فلارنس) کا ذکر کرتا ہے۔

[1] جن دو آدمیوں کا چیاکو نے ذکر کیا ہے ان سے غالباً خود دانتے اور اس کا دوست اور ہم عصر شاعر گوئیدو کاول کانتی Guido Cavalcanti مراد ہیں۔

فاریناتا[1] اور تے گیائیو[2] جو اس قدر معزز تھے۔ جاکوپو رستی کوچی[3] اری گو[4] اور موسکا[5] اور دوسرے جو دل سے بھلائی کرنا چاہتے تھے مجھے بتا کہ وہ سب کہاں ہیں۔ اور بتا کہ میں انھیں کیسے پہچانوں۔ کیوں کہ بڑی آرزو مجھے یہ معلوم کرنے کو اکسائی ہو کہ جنت انھیں تسلی دیتی ہو یا دوزخ ہنس دیتا ہو۔"

اور اس نے کہا " وہ سب سیاہ ترین روحوں میں ہیں۔ مختلف قسم کے گناہ انھیں تہ کی طرف دبالے گئے۔ اگر تو اور نیچے اترے گا تو نھیں دیکھ سکے گا۔

لیکن جب تو پیاری دنیا میں واپس پہنچے تو میں تیری منت کرتا ہوں وہاں لوگوں کو میری یاد دلا۔ اس سے زیادہ تجھ سے نہ کہوں گا۔ اس کے بعد میں تجھے جواب نہ دوں گا۔"

پھر اس نے اپنی سیدھی آنکھیں ترچھی کرکے گھمائیں۔ ذرا میری طرف دیکھا۔ پھر اپنا سر جھکایا اور سر کے بل اپنے بے بصر ساتھیوں کے ساتھ گر پڑا۔

[قیامت کا ذکر] اور میرے رہبر نے مجھ سے کہا " وہ اس وقت تک بیدار نہ ہوگا جب تک صورِ ملک اُسے بیدار نہ کرے۔ جب ملحدوں کا طاقت ور دشمن (مسیح) آئے گا۔

اور ہر ایک اپنی محزون قبر کو واپس پلٹے گا۔ پھر سے گوشت پوست کا

---

[1] Farinata [2] Tegghiaio [3] Jacopo Rusticucci [4] Arrigo [5] Mosca فلارنس کے ان پانچوں معززین کا ذکر دانتے نے "جہنم" کے آیندہ قطعات میں کیا ہو۔

جسم اور اپنا قالب اختیار کرے گا، اور وہ (فیصلہ) سنے گا جس کی ساری عرصۂ جاوداں میں دھوم ہے"۔

یوں ہم ارواح اور بارش کے اس غلیظ مرکب سے ہو کر گزر رہے تھے۔ ہم آہستہ آہستہ چل رہے تھے اور حیاتِ مستقبل کا کچھ ذکر کر رہے تھے۔

اس پر میں نے کہا " اے آقا، اس فیصلۂ عظیم کے بعد یہ عذاب زیادہ شدید ہو جائیں گے یا کم ہو جائیں گے یا ان میں اتنی سوزش باقی رہے گی؟"۔

اور اس نے مجھ سے کہا " تو اپنے علم کی طرف رجوع کر جس کی رو سے جو چیز جتنی مکمل ہو وہ اتنی ہی راحت اور اسی طرح اتنی ہی تکلیف محسوس کرتی ہے

اگرچہ یہ ملعون اشخاص صحیح تکمیل کو کبھی نہ پہنچ سکیں گے، لیکن انھیں امید ہے کہ اس فیصلۂ عظیم کے بعد پہلے سے زیادہ (تکمیل) کے قریب ہوں گے"۔

اس بل کھائی ہوئی سڑک پر ہم برابر چلے جا رہے تھے اور میں جو دُہرا رہا ہوں اس سے بہت زیادہ باتیں ہم نے کیں۔ ہم اس مقام پر پہنچے جہاں اُتار شروع ہوتا ہے۔

اور یہاں ہم نے اس بڑے دُشمن پلوٹو کو دیکھا۔

ساتواں قطعہ

[چوتھا حلقہ] "بابا شیطان - بابا شیطان - اے پے"۔ پلوتو[1] نے کٹکٹا کٹکٹا کے کہنا شروع کیا - اور اس بزرگ نیک دل (ورجل) نے جو یہ سب کچھ جانتا تھا
مجھے تسلّی دیتے ہوے کہا" اپنے خوف سے آزار نہ پا - کیوں کہ اس کی (پلوتو کی) طاقت کتنی ہی کیوں نہ سہی - یہ تجھے اس چٹان سے نیچے اترنے سے روک نہیں سکتا"۔
پھر اس کے پھولے ہوے جبڑے کی طرف پلٹ کے اس نے کہا" خاموش ای ملعون بھیڑیے! اپنے لالچ بھرے غصّے کے جوش میں اندر ہی اندر اپنے آپ کو کھا جا
بلا مقصد ہم اس گہرائی کا سفر نہیں کر رہے ہیں - اُس بلندی پر اِس سفر کو مشیت نے منظور کیا ہی جہاں میکائیل نے اس متکبرانہ گناہ کا بدلہ لیا تھا"۔
جیسے ہوا سے پھولے ہوے بادبان، مستول کے ٹوٹتے ہی الجھ کے گر پڑتے ہیں، ویسے ہی وہ ظالم عفریت زمین پر گر پڑا -
پس، اس تاریک کنارے کے ساتھ ساتھ چلتے ہوے جس میں ساری کائنات کی بدی بندہی، ہم قعرِ چہارم میں پہنچے -

---

[1] Pluto جہنم کے نچلے حصّے کا دیوتا یونانی علم الاصنام میں۔ Plutus دولت کا دیوتا۔ دانتے نے دونوں دیوتاؤں کی خصوصیات اس کردار میں جمع کر دی ہیں۔

اے عدلِ خداوندی کون ان تازہ عذابوں اور تکالیف کو بیان کرسکتا ہے
جو مجھے وہاں نظر آئے اور کیوں ہماری خطا ہمیں یوں ہلاک کرتی ہے؟
[مسرف اور بخیل] جیسے کاری دی[1] کے گرداب کے پاس سمندر کی موج
اس موج سے آکر ٹکراتی ہے جو اس کے مقابل ہے، اسی طرح یہاں کے
لوگوں کو ایک دوسرے کے خلاف ناچنا پڑتا ہے۔

یہاں میں نے پہلے حصے میں اور دوسرے حصے میں ہر جگہ سے زیادہ
لوگ دیکھے جو غراتے جاتے تھے اور جو سینے کے بل بڑے بڑے وزنوں کو
دھکیلتے تھے۔

ایک دوسرے پر وہ یہ وزن دھکیلتے تھے اور پھر ایک وہیں پلٹ
پڑتا، واپس وزن کو دھکیلتا اور چلاتا "تو یہ جمع کیوں کر رہا ہے؟" "تو یہ پھینک
کیوں رہا ہے؟"

پھر دونوں طرف وہ اپنے اپنے تاریک نصف گردوں کو واپس لوٹتے
اور پھر اپنے اپنے نصف کرّے کے مخالف سرے کا رخ کرتے اور اسی طرح
ایک دوسرے پر چلاتے جاتے اور ملامت کرتے جاتے۔

پھر جب ان میں سے ہر ایک (اس مخالف سرے پر پہنچ جاتا) تو اسی
طرح پہلے سرے کی طرف پلٹتا اور پھر ٹکراتا۔

اور میں نے، جو یہ محسوس کر رہا تھا کہ گویا میرے دل پر کسی نے ڈنک
مارا ہے، کہا "میرے آقا مجھے بتا کہ یہ لوگ کون ہیں؟ اور ہمارے
بائیں میرے پر (بخیلوں کے نصف کرّے میں) جن لوگوں کے سر
منڈے ہوئے ہیں کیا وہ پادری ہیں؟"

---

[1] Cariddi آبنائے سینا میں ایک گرداب

اس نے مجھ سے کہا " اپنی پہلی زندگی میں ان کے ذہن کی نظر ایسی بھینگی تھی کہ انھوں نے اعتدال سے خرچ نہیں کیا۔

اب جب وہ اس کرّے کے دونوں سروں پر پہنچتے ہیں، جہاں متضاد گناہ دونوں کو الگ الگ کر دیتا ہے تو اُن کی آوازیں بھونک بھونک کے گناہ کا اقبال کرتی ہیں۔

یہ لوگ جن کے سروں پر بال نہیں، پادری، اسقف اور پاپا ہیں۔ ان لوگوں میں بخل اپنی انتہا کو پہنچتا ہے "۔

اور میں نے کہا " استاد اس طبقے میں ضرور کچھ لوگوں کو تو میں پہچان سکوں گا "۔

اور اس نے مجھ سے کہا " تیرے خیالات مہمل ہیں کیوں کہ ان کی تمیز نہ کرنے والی زندگی، جس نے انھیں کمینہ بنایا تھا، اسی نے اب انھیں اس قدر مسخ کر دیا ہے کہ انھیں پہچانا نہیں جا سکتا۔

ابدالآباد تک وہ یوں ہی ایک دوسرے سے ٹکراتے رہیں گے۔ جب وہ اپنی قبروں سے اٹھیں گے تو ان کی مٹھیاں بند ہوں گی اور ان لوگوں (پادریوں) کے سر اسی طرح منڈے ہوئے ہوں گے۔

ٹھیک طرح داد و دہش نہ کرنے اور نامناسب فضول خرچی نے ان لوگوں کو نورانی دُنیا سے محروم کیا اور اس باہم لڑائی کی سزا دی۔ اور یہ لڑائی کیسی ہے؟ اس کو بیان کرنے کو لفاظی کی ضرورت نہیں۔

لیکن میرے فرزند دیکھ کہ تقدیر جو مال و دولت دیتی ہے اس کا کھیل کتنا مختصر ہوتا ہے، مگر بنی نوعِ انسان اسی کے لیے آپس میں لڑتی ہے۔

کیوں کہ چاند کے نیچے جتنا سونا ہے وہ سب کا سب ان تھکی ہوئی روحوں
میں سے کسی ایک کو بھی آرام نہیں دے سکتا ۔

[تقدیر] میں نے اس سے کہا "اے اُستاد اب مجھے بتا کہ یہ تقدیر جس کا تو نے
ابھی اشارتاً ذکر کیا، آخر کیا ہے؟ کہ دُنیا کی ساری اچھی چیزیں اس کے
پنجے میں ہیں"

اور اس نے کہا "بے وقوف انسانو! کیسی سخت جہالت تم پر طاری
ہے ۔ اب میں چاہتا ہوں کہ تو تقدیر کے متعلق میری رائے سنے ۔

اس نے ، جس کا شعور سب پر حاوی ہے ، آسمان بنائے اور ان کو
رہبر (ستارے) عنایت فرمائے ، چنانچہ ہر حصّہ دوسرے حصّے کے
لیے روشن ہے

اور برابر روشنی تقسیم کرتا ہے ۔ اسی طرح دنیاوی شان و شوکت کے
لیے اس نے ایک عام وزیر ، ایک رہبر بھیجا ۔

جو وقت بہ وقت بے حقیقت مال و دولت کو کچھ لوگوں سے لے کے
کچھ لوگوں کو دیتا رہے ۔ ایک طرح کے لوگوں سے لے کے دوسری طرح
کے لوگوں کو دے ۔ انسانی عقل و فہم اس کو روک نہیں سکتی ۔

یہی وجہ ہے کہ کچھ لوگ راج کرتے ہیں اور کچھ مصیبت جھیلتے ہیں ۔
اُس کے (تقدیر کے) فرمان کی اطاعت کرتے ہیں ۔ وہ یوں چھپی رہتی ہے
جیسے گھاس میں سانپ ۔

تمھارا علم اِس کو سمجھ نہیں سکتا ۔ وہ اسباب مہیا کرتی ہے ، فیصلے
کرتی ہے اور اپنی حکومت یوں چلاتی ہے جیسے دوسرے دیوتا اپنی اپنی
حکومت چلاتے ہیں ۔

اس کی تبدیلیاں ایسی ہوتی ہیں کہ اُن کی کوئی روک نہیں۔ ضرورت
اس کی مقتضی ہے کہ وہ تیزی سے کام کرے۔ تبدیلی اکثر ہوتی ہے۔
یہ وہی ہے کہ جس کو وہ لوگ بھی بُرا بھلا کہتے ہیں جن کو اس کی تعریف
کرنی چاہیے تھی، کیوں کہ وہ بے سبب اس پر الزام دھرتے ہیں اور
گالیاں دیتے ہیں۔

لیکن تقدیر کو پورا اطمینان حاصل ہے، وہ یہ گالیاں نہیں سنتی۔ دوسری
ازلی ہستیوں کے ساتھ وہ خوش ہے۔ وہ اپنے کُرے کو پہیے کی طرح گھماتی
ہے اور لطف اٹھاتی ہے۔

لیکن چلو اب اور نیچے اتر کے اس سے بھی زیادہ سخت عذاب کا
سماں دیکھیں۔ جب ہم چلے تھے اس وقت جو ستارے نکل رہے تھے
وہ اب ڈوب رہے ہیں۔ زیادہ دیر ٹھیرنے کی اجازت نہیں"۔

[پانچواں حلقہ] اس حلقے کو عبور کر کے ہم دوسرے کنارے پہنچے۔ قریب ہی
ایک چشمہ تھا جو ایک شگاف سے ابھر رہا تھا، اُبل رہا تھا، اور یہ شگاف
بھی اسی نے بنایا تھا۔

اُس کا پانی بہت تاریک تھا، دھندلی موجوں کے ساتھ ساتھ چلتے
ہوئے ہم ایک عجیب و غریب راستے سے نیچے اترے۔

یہ تیرہ و تار چشمہ جب بھورے دہشت ناک کناروں کے نیچے
پہنچتا ہے تو ایک دلدل بن جاتا ہے جس کا نام استی جے[۵۰] ہے۔

[مغضوب الغضب] میں نے، جو مستعدی سے اِدھر اُدھر دیکھ رہا تھا، اُس
دلدل میں، کیچڑ میں لت پت لوگوں کو دیکھا جو بالکل ننگے تھے اور اُن کی

---

۵۰ Stige یا Styx جہنم کی ایک دلدل بنانے والی ندی (یونانی علم الاصنام)

نگاہوں میں غصّہ تھا۔

آپس میں ایک دوسرے کو وہ مار پیٹ رہے تھے، اور صرف ہاتھوں ہی سے نہیں، بلکہ سر سے، سینے سے، پیروں سے، دانتوں سے وہ ایک دوسرے کو تکّا بوٹی کر رہے تھے۔

مہربان استاد نے کہا "بیٹے! اب اُن لوگوں کی روحوں کو دیکھ جو مغضوب الغضب تھے اور میں چاہتا ہوں کہ تو یقین کے ساتھ یہ بھی مان لے

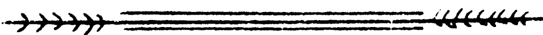
کہ اس پانی کے اندر بھی لوگ ہیں جو ہچکیاں لے لے کے روتے ہیں اور اس سے پانی کی سطح پر بلبلے بنتے ہیں۔ تو جدھر جا ہے نظر ڈال، ہر جگہ تو یہی دیکھے گا۔

کیچڑ میں پھنسے ہوئے ہیں اور یہ کہتے ہیں ——— "خوش گوار ہوا میں جس کو سورج فرحت بخشتا ہے، ہم اُداس رہتے تھے، ہم اپنے دلوں میں کاہلی کا دھنواں لیے پھرتے تھے۔

اب ہم اس کالی دلدل میں اُداس پڑے ہیں' ——— یہ بھجن وہ اپنے حلقوں میں گڑگڑاتے رہتے ہیں کیوں کہ اب وہ پورے الفاظ ادا نہیں کر سکتے"۔

یوں خشک ساحل پر اُس سڑی ہوئی دلدل کے کنارے کنارے ہم نے بہت بڑا چکر کاٹا۔ ہماری آنکھیں ان لوگوں کو تک رہی تھیں جو اس گندگی کو نگل رہے تھے۔

بالآخر ہم ایک مینار کے دامن میں پہنچے۔



آٹھواں قطعہ

(پانچواں حلقہ) سلسلۂ بیان جاری رکھتے ہوئے مجھے یہ بیان کرنا ہے کہ اس

مینار کے دامن تک پہنچنے سے پہلے ہی ہماری نظریں اوپر اس کی چوٹی کی

طرف اٹھیں،

وجہ یہ تھی کہ ہم نے اوپر دو چھوٹے چھوٹے شعلے اٹھتے دیکھے،

اور ایک شعلے نے بہت دور پر ان کا جواب دیا۔ یہ دوسرا شعلہ اس قدر

دور تھا کہ نظر مشکل سے اس کو دیکھ سکتی تھی۔

اور میں نے اس بحرِ فراست (ورجل) کی طرف پلٹ کے پوچھا۔

"اس کا کیا مطلب ہے؟ اور یہ دوسرا شعلہ کیا جواب دیتا ہے؟ اور کس نے

ان شعلوں کو جلایا؟"

اس نے مجھ سے کہا" اس کا مطلب تجھے خود نظر آجاتا، مگر دلدل

کی دھند اُسے تیری نظر سے چھپاتی ہے"

زِہ سے تیر بھی اس تیزی سے نہ نکلتا ہوگا جس تیزی سے میں نے

ایک چھوٹی سی کشتی کو آتے دیکھا

جو پانی پر ہماری طرف آرہی تھی۔ ایک ملاح اکیلا اس کی ناخدائی

کر رہا تھا اور اس نے کہا" اب تو آپہنچی، اے مہلک رُوح"

"فلے گیاس، فلے گیاس" میرے آقا نے کہا" اس بار تو بے کار

چلا رہا ہے۔ ہم تیرے پاس بس اتنی ہی دیر رہیں گے جتنی دیر ہمیں اس

پانی کے پار کرنے میں لگے گی"۔

جیسے کسی کو بڑا دھوکا دیا جائے، اور اس پر وہ بہت برہم ہو،
فلے گیاس کا بس یہی حال ہُوا۔ اسے بڑا طیش آیا۔

میرا رہبر اس کشتی میں اُترا اور مجھے بھی اترنے کو کہا، اور جب تک
میں اس کشتی میں نہیں پہنچا میں نے اپنے آپ کو بوجھل نہیں محسوس
کیا تھا۔

جوں ہی میرا رہبر اور میں اس کشتی میں سوار ہوئے کشتی کے اگلے
حصّے نے پانی کو اس تیزی سے کاٹنا شروع کیا کہ کوئی اور کشتی اتنی تیزی
سے نہ کاٹ سکتی تھی۔

[فلی پو ارجن تی] ہم اس مردہ رود بار میں اس تیزی سے چلے جا رہے تھے کہ اتنے
[غصّہ ور اور غضب ناک لوگوں کی سزا] میں ایک آدمی[1] کیچڑ میں لت پت،
میرے سامنے ابھرا اور کہنے لگا " تو کون ہے کہ اپنے وقت سے پہلے
آیا ہے؟"

میں نے اسے جواب دیا " میں آیا تو ہوں مگر ٹھیروں گا نہیں۔
لیکن تو کون ہے جو ایسا گدلا معلوم ہوتا ہے"۔ اس نے جواب دیا " تو دیکھ
رہا ہے میں وہ ہوں جو روتا ہے"۔

اور میں نے اس سے کہا " اے ملعون روح تو گریہ و رنج میں مبتلا رہ۔
کیوں کہ میں جانتا ہوں کہ تو کس قدر گندہ ہے"۔

اس پر اس نے دونوں ہاتھ بڑھا کے کشتی کو پلٹنا چاہا۔ مگر فریس
استاد نے اُسے یہ کہہ کے پیچھے دھکیل دیا " ہٹ اور دوسرے کتّوں کے

---

[1] فلی پو ارجن تی (Filipo Argenti) فلارنس کا ایک غصّہ ور شہری
جس کا خاندان دانتے کا بڑا دشمن تھا۔

ساتھ رہ۔"

تب اُس (روح) نے اپنے ہاتھ میرے گلے میں حمائل کر دیے، میرے چہرے کو چوما اور کہا "اے ناراض روح، خدا کی اس پر رحمت ہو جس کے بطن سے تو پیدا ہوا۔

تمھاری دنیا میں ایک مدتمغ شخص تھا۔ اس نے کوئی بھلائی نہیں کی جس سے اب اس کی یاد مزین ہوتی۔ اس لیے اس کی روح یہاں اس غضب میں مبتلا ہے۔

اب بھی وہاں بہت لوگ اپنے آپ کو بڑے بڑے بادشاہ سمجھتے ہیں، یہاں آکے وہ خنزیروں کی طرح اس دلدل میں پھنس گئے اور اپنے پیچھے دنیا میں صرف سخت ناپسندیدہ شکایتیں اپنی یادگار چھوڑ ہیں گے۔"

اور میں نے کہا "استاد مجھے یہ دیکھ کے خوشی ہوگی کہ قبل اس کے کہ ہم یہ دلدل پار ہوں، یہ شخص پھر اس گدلے پانی میں غوطہ کھائے۔"

اور اس نے جواب دیا "ساحل دیکھنے سے پہلے ہی تیری یہ خواہش پوری ہوگی۔ مناسب ہے کہ تیری یہ خواہش پوری ہو۔"

اس کے تھوڑی ہی دیر بعد میں نے کیچڑ میں لتھڑے ہوئے اور بہت سے آدمیوں کو اسے (فلی پو کی روح کو) نوچتے دیکھا۔ اس پر میں اب بھی خدا کا شکر ادا کرتا ہوں۔

سب چیخ رہے تھے "فلی پو ارجن تی کو پکڑو" فلارنس کی اس غضب ناک روح نے اپنے آپ کو اپنے دانتوں سے نوچنا شروع کیا۔

یہاں ہم نے اسے چھوڑا اور اب میں اس کا ذکر چھوڑتا ہوں۔ لیکن میرے کانوں میں نالہ وشیون کی ایسی چیختی ہوئی صدا پہنچی کہ میں نے

غور سے آگے دیکھنا شروع کیا۔

(شیطانی شہر) مہربان استاد نے کہا "بیٹے اب وہ شہر جو دیتےؔ کا شہر (شیطانی شہر) کہلاتا ہے قریب آ رہا ہے جس کے باشندے عالمِ زیریں والے ہیں اور جس کی آبادی کثیر ہے۔"

اور میں نے کہا "آقا مجھے اُس وادی میں اس کے گنبد ابھی سے نظر آ رہے ہیں جو اس قدر سرخ ہیں کہ گویا ابھی ابھی آگ کی بھٹی سے نکالے گئے ہیں۔"

اور اس نے مجھ سے کہا "وہ ابدی آگ جو انھیں اندر ہی جلاتی ہے، انھیں اس قدر سرخ کر دکھاتی ہے، جیسا تو انھیں اس نچلے جہنّم میں دیکھ رہا ہے۔"

اب ہم اُن گہری گھاٹیوں میں پہنچے جو اس بے نشاط شہر کے گرد خندقوں کا کام دیتی ہیں۔ دیواریں مجھے ایسی معلوم ہوئیں کہ گویا لوہے کی بنی ہوئی ہیں۔

بڑا چکّر کھانے کے بعد ہم اس مقام پر پہنچے جہاں کشتی بان نے زور سے چلّا کے کہا "چلو، اترو، یہ دروازہ ہے۔"

پھاٹک پر میں نے ایک ہزار سے زیادہ (مردود فرشتوں کی) روحوں کو دیکھا جنھیں آسمان سے بارش کی طرح پھینکا گیا تھا۔ ان روحوں نے غصّے اور تعجّب سے کہا "یہ کون ہے جو مرنے کے بغیر مُردوں کی سلطنت میں آیا ہے؟" اور میرے استادِ دانا نے اشارہ کیا کہ وہ ان سے راز میں کچھ کہنا چاہتا ہے۔

تب ان کا اندازِ حقارت ذرا کم ہوا وہ کہنے لگے "تو اکیلا آ۔ اُسے چلا جانے دے جو اتنی دلیری سے زندہ اس سلطنت میں داخل ہوا ہے۔

لہ Citta di Dite

اس احمق کو اکیلا پلٹنے دے۔ ذرا وہ کوشش تو کر دیکھے۔ کیوں کہ تو جو
اُسے تاریک ملک میں راستہ دکھاتا ہے یہاں ٹھیرا رہے گا۔"

ای ناظر نوسی انصاف کر ان الفاظ کو سن کر میری ہمت کس قدر پست ہوئی
ہوگی۔ کیوں کہ مجھے یقین ہوگیا کہ میں پھر سلامت دنیا کو واپس نہ لوٹ سکوں گا۔

میں نے کہا "ای میرے پیارے رہبر جس نے سات مرتبہ سے زیادہ
میری حفاظت کی اور مجھے اس گہرے خطرے سے بچایا جو میرے سامنے حائل تھا۔
مجھے اس بے کسی میں نہ چھوڑ۔ اور اگر ہمیں اس سے آگے بڑھنے نہ دیا
جائے تو چل ہم دونوں تیزی سے واپس چلے چلیں"۔

اور وہ آقا جو مجھے وہاں لایا تھا، مجھ سے کہنے لگا "ڈر مت کوئی ہمارا
راستہ روک نہیں سکتا، ہستیِ اعظم کی یہی مشیّت ہے۔
لیکن تو یہاں ٹھیر کے میرا انتظار کر اور اپنی تھکی ہوئی جان کو
امید سے تسلّی اور روزی دے۔ میں اس عالمِ زیریں میں تیرا ساتھ ہرگز
نہ چھوڑوں گا"۔

غرض وہ پدرِ مہربان گیا اور مجھے وہیں شک کے عالم میں چھوڑا۔
کیوں کہ "ہاں" اور "نہیں" میرے دماغ میں جنگ کر رہے تھے۔

یہ تو میں نہیں سُن سکا کہ اس نے (ورجل) کیا شرط پیش کی لیکن
اُسے وہاں ٹھیرے ہوئے کچھ ہی دیر ہوئی تھی کہ وہ سب کے سب
(مردود فرشتے) ایک دوسرے کو ڈھکیلتے ہوئے دوڑ کے اندر گئے

اور ان شیطانوں نے میرے آقا کے سامنے پھاٹک بند کر دیا۔ وہ
باہر رہ گیا اور آہستہ آہستہ میری طرف پلٹا۔

اُس کی آنکھیں زمین کی طرف جھکی ہوئی تھیں اور اس کے ابروؤں پر

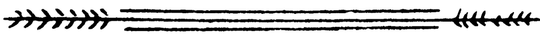
اس کی ساری جرأت کا صفایا ہو چکا تھا۔ ٹھنڈی سانس بھر کے وہ کہتا تھا
"کس نے مجھے ان تیرہ و تار مکانات کی سیر سے روکا ہے؟"

اور مجھ سے اس نے کہا "اگرچہ کہ مجھے غصہ آگیا لیکن تو پریشان مت ہو۔ کیوں کہ شہر کے اندر سے ہمیں روکنے کے لیے جو بھی زور آزمائی کی جائے گی، اس پر میں غالب آجاؤں گا۔

ان (شیاطین) کا یہ تکبر کوئی نئی بات نہیں کیوں کہ اس تکبر کا اظہار انھوں نے ایک ایسے دروازے (دروازۂ رحمت) پر بھی کیا تھا جو پوشیدہ نہیں اور جواب بھی کھلا ہوا ہے۔

اُس دروازے پر تو یہ خوف ناک کتبہ دیکھتا ہے اب کوئی دم میں، چٹان پر سے، بلا کسی رہبر کے تمام حلقوں کو طے کرتا ہوا ایک ایسا فرشتہ آرہا ہے

جو اس شہر کے دروازے کو ہمارے لیے کھولے گا۔"



نواں قطعہ

[شیطانی شہر کے باہر] جب میں نے اپنے رہبر کو لوٹتے دیکھا، اس گھڑی کم ہمتی نے میرے چہرے پر جو رنگ مل دیا تھا، اس رنگ نے اس کے (رہبر کے) نئے رنگ کو جلدی سے دبا دیا۔

توجہ کے عالم میں وہ یوں کھڑا ہوگیا گویا وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہے۔ اس کی نظر تو دور تک کام نہیں کر سکتی تھی کیوں کہ ہوا سیاہ تھی اور کہرا بہت گہرا تھا۔

"ضروری ہے کہ ہم یہ جنگ جیتیں" اس نے کہنا شروع کیا "اگر نہیں ...... ہمیں ایسی مدد ملے۔ آہ کسی کے انتظار کی گھڑیاں کیسی طویل معلوم ہو رہی ہیں!"

میں نے اچھی طرح محسوس کیا کہ شروع میں اس نے کیا کہا اور پھر کچھ اور کہہ کے کیسے اس کی تلافی کی۔ اس کا دوسرا جملہ پہلے سے مختلف تھا۔ اس کے الفاظ سے مجھے خوف معلوم ہوا کیوں کہ اس شکستہ تقریر سے میں نے جو مطلب نکالا وہ اس کے اصل مطلب سے زیادہ خراب تھا۔

میں نے اس سے یہ سوال کیا "اس خالی سیپ (شیطانی شہر) میں پہلے درجے سے کوئی ایسا شخص بھی کبھی اترا ہے جس کی واحد سزا یہ ہوتی ہے کہ اس کی ساری امیدیں منقطع کر دی جاتی ہیں؟"[1]

اس پر اس نے جواب دیا "بہت کم کوئی یہ سفر کرتا ہے جو میں اب

---

[1] دراصل دانتے یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ اس سے پہلے بھی ورجل شیطانی شہر داخل ہو سکا تھا یا نہیں۔

کر رہا ہوں۔

اس میں شک نہیں کہ اس سے پہلے بھی میں یہاں آیا تھا۔ ظالم اری تون[1] نے مجھ پر جادو کیا تھا کہ وہ روحوں کو جسموں میں واپس بلاتی تھی

میرے گوشت پوست کو مجھ سے جدا ہوئے کچھ ہی عرصہ ہوا تھا جب اس نے مجھے اس فصیل کے اندر بھیجا کہ میں جودا کے حلقے (جہنّم کے سب سے نیچے کے حلقے) کی ایک روح نکال لاؤں۔

وہ (جودا کا حلقہ) سب سے نیچے ہے اور انتہا درجے تاریک۔ اور آسمان سے بہت دور جو سب کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ میں راستہ اچھّی طرح جانتا ہوں، اس لیے تو اطمینان رکھ۔

یہ دلدل جس کی سانس سے ایسی شدید بو نکلتی ہے، ہر طرف سے اس اداس شہر کو گھیرے ہوئے ہے جہاں ہم اس وقت غم و غصّے کے بغیر داخل نہیں ہو سکتے۔"

اس نے اور بھی کچھ کہا جو مجھے اب یاد نہیں، کیونکہ میری نظر نے مجھے اس اونچے مینار کی طرف متوجہ کر دیا تھا جس کا کلس جل رہا تھا۔

یہاں دفعتاً تین دوزخی قہر کی دیویاں[2] نمودار ہوئی تھیں، خون سے آلودہ تھیں، ان کے اعضا اور حرکات و سکنات عورتوں کے سے تھے

---

[1] اری تون (Eriton) جولیس سیزر کے عہد کی ایک جادوگرنی جس نے سیزر کے رقیب پومپی کے حکم پر ایک روح کو زندہ کر کے معلوم کرنا چاہا تھا کہ جنگ میں کون جیتے گا۔ ایک روایت یہ بھی تھی کہ اس نے ورجل کی روح کو ایک اور روح نکالنے کے لیے جہنّم کے سب سے نچلے طبقے میں بھیجا تھا۔ [2] ان کو یونانی علم الاصنام سے مستعار لیا گیا ہے ان (Furies) کے جسم عورتوں کے ہوتے ہیں اور سر کے بالوں کی جگہ سانپ ہوتے ہیں۔

پانی کے سانپوں کو زیور کی طرح پہنے تھیں۔ بالوں کی جگہ ان کے سروں
پر چھوٹے چھوٹے سانپ تھے جو اُن کی پیشانیوں پر چوٹیوں کی طرح گندھے
ہوئے تھے۔

اور وہ (ورجل) جو گریہ و الم کی ملکہ[1] کی ان داسیوں کو خوب جانتا تھا،
مجھ سے کہنے لگا غضب ناک اری نے کو دیکھ
بائیں طرف میگارا[2] ہے، اور وہ جو دائیں طرف رو رہی ہو الے تو ہے
بیچ میں تے سی فونے[3] ہے! یہ کہہ کے وہ چپ ہو گیا۔

ان میں سے ہر ایک اپنے پنجوں سے اپنا سینہ نوچتی تھی۔ اپنی ہتھیلیوں
سے اپنے آپ کو تھپڑ مارتی تھی اور یہ سب اتنا چیخ چیخ کے روتی تھیں
کہ مارے خوف کے میں شاعر (ورجل) سے لپٹ گیا۔

ان سب نے نیچے دیکھ کے کہا "میڈوسا[4] کو بلاؤ کہ ہم اسے بدل
کے پتھر کر دیں ہم نے تے سیوس[5] کے حملے کا بدلہ اچھی طرح لیا تھا۔

"پیچھے پلٹ اور اپنی آنکھیں بند کرلے کیوں کہ اگر وہ گارگن میڈوسا
تیرے سامنے آجائے اور تو اسے دیکھ لے تو پھر تو کبھی پلٹ کے واپس
نہ ہو سکے گا۔"

میرے استاد نے یہ کہا اور خود مجھے پلٹایا۔ میرے ہاتھوں پر اعتبار

---

[1] یونانی علم الاصنام میں جہنم کی ملکہ Proserpine جو نچلے جہنم کے دیوتا Pluto کی بیوی تھی [2] دسکھ وتہ میگارا Megara الے تو Aletto اور تے سی فونے Tesifone قہر کی دیویوں کے نام ہیں [4] میڈوسا (Medusa) اس قدر بدہیئت تھی اور اس کے سر کے بالوں کی جگہ لٹکتے ہوئے سانپ ایسے ہول ناک تھے جو اسے دیکھتا پتھر کا ہو جاتا (یونانی علم الاصنام) [5] تے سیو یا تے سیس اثینہ کا بادشاہ تھا جو (باقی صفحہ ۱۳۹ پر)

نہ کیا بلکہ اپنے ہاتھوں سے میری آنکھیں بند کر دیں ۔

اے وہ (ناظرین) جو اربابِ عقل و دانش ہیں۔ اس مسئلے کو سمجھ لیں جو
ان عجیب مصرعوں کی نقاب میں چھپا ہوا ہے[1]

اور پھر میلے پانی پر ایک ایسے خوف ناک دھماکے کی آواز ہوئی کہ
دونوں کنارے کانپ اٹھے ،

ایسی آواز جیسی شدید ہوا کی آواز جو مخالف حدّتوں کے مقابل
گرمی دکھاتی ہے جو دم لیے بغیر جنگلوں کو زدوکوب کرتی ہے ۔

ہوا، جو شاخوں کو توڑتی ہے، گراتی ہے اور جھاڑو دے کے لے جاتی ہے۔
آگے آگے غبار سے اٹی ہوئی تندخوئی سے بڑھتی ہے اور جنگلی جانوروں
اور چرواہوں کو بھگا دیتی ہے ۔

ورجل نے میری آنکھوں پر سے ہاتھ ہٹایا اور کہا " اب اس پرانی
دلدل کے جھاگ پر نظر ڈال ۔ اُدھر دیکھ جدھر دھند بہت گہری ہے "۔

جس طرح پانی میں مینڈک اپنے دشمن سانپ کے آگے تتر بتر
ہو کے بھاگتے ہیں ، یہاں تک کہ ہر ایک تہ میں جا بیٹھتا ہے ۔

(آسمانی قاصد کا نزول) اُسی طرح میں نے ایک ہزار تباہ شدہ روحوں کو
ایک ایسی ہستی[2] کے سامنے بھاگتے دیکھا جو اسٹی جے کے پانی پر یوں

(بقیہ صفحہ ۱۳۹) دوزخ کی ملکہ پرازرپی نے کو اڑا لانے کے لیے دوزخ میں گھسا۔ وہاں اسے سزا یہ ملی کہ ہمیشہ کے لیے جہنم میں رہنا پڑا مگر ہرقلیس اسے وہاں سے نکال لایا اور قہر کی دیویوں کا انتقام نامکمل رہا [1] قہر کی دیویوں سے ضمیر کی خرابی مراد ہے جس سے قلب پتھر کا ہو جاتا ہے (میڈوسا کا اثر)۔ عقل (ورجل) اس خطرے سے بچاتی ہے مگر توفیقِ خداوندی (آسمانی قاصد) کی مدد بھی ضروری ہے [2] آسمانی قاصد

چلا آرہا تھا کہ اُس کے تلوے تک بھیگنے نہیں پاتے تھے۔

وہ اپنے بائیں ہاتھ سے اِس تیرہ و تار ہوا کو اپنے سامنے سے ہٹاتا جاتا تھا اور صرف اس زحمت کے باعث وہ ذرا تھکا ہوا تھا۔

یہ مجھ پر روشن ہوگیا کہ وہ قاصدِ آسمانی ہے۔ میں اپنے رہبر کی طرف مڑا اور اس نے اشارہ کیا کہ میں خاموش کھڑا رہوں اور جھک کے اُس (قاصدِ آسمانی) کی تعظیم بجا لاؤں۔

(قاصدِ آسمانی) معلوم ہوتا تھا کہ بڑے طیش میں ہے۔ وہ دروازے کے قریب پہنچا اور ایک عصا سے اسے کھولا کیوں کہ کوئی اس کا مزاحم نہ ہو سکا۔

"اے آسمان سے جلا وطنو۔ اے ملعون نسل" اس نے دہشت ناک دہلیز پر کھڑے ہو کے کہا "آخر یہ گستاخی کیوں؟

کیوں تم اس مشیّت کو ٹھکرانا چاہتے ہو جس کا مقصد پورا ہو کے رہتا ہے اور جو اکثر تمھاری اذیّت کو اور زیادہ بڑھاتی ہے؟

تقدیر سے مقابلہ کرنے سے کیا حاصل؟ تم کو یاد ہوگا کہ تمھارا چربے رو[1] اس قسم کی غلطی کر کے ایسا زخمی ہوا کہ اس کی ٹھڈی اور اس کی حلق کی کھال تک نُچ گئی اور اب بھی وہ ایسا ہی نظر آتا ہے!"

پھر اسی گندے راستے کو طے کرتا ہوا وہ واپس ہوا۔ ہم سے اس نے ایک لفظ بھی نہ کہا تھا مگر دیکھنے سے معلوم ہوتا تھا کہ کوئی اور فکر اسے اپنی طرف متوجہ کر رہی ہے اور بلا رہی ہے

پس ہم اگرچہ اس کے سامنے کھڑے تھے، اس نے ہماری طرف توجہ

---

[1] ہرقلیس Hercules. کا ایک بڑا کارنامہ یہ ہے کہ وہ جہنّم کے تین سر والے کتے چربے رو (سربے رس) کو جہنّم سے نکال کے دُنیا میں لے آیا اور جب کتّے نے مزاحمت کرنا چاہی تو زخمی ہوا۔

نہیں کی۔ ہم نے اس شہر کی طرف قدم اٹھایا۔ اُس قاصد کے مقدس الفاظ کے بعد ہم محفوظ تھے۔

[شیطانی شہر یا چھٹا حلقہ] ہم بلا کسی لڑائی جھگڑے کے اندر داخل ہوئے، اور میں جو اس کیفیت کے دیکھنے کو بے تاب تھا، جو اس قلعے میں پنہاں تھی جوں ہی اندر داخل ہوا، اِدھر اُدھر دیکھنے لگا اور دیکھا کہ دونوں طرف ایک بڑا چٹیل میدان ہے جو رنج و عذابِ سخت سے بھرا پڑا ہے۔

جیسے آرل[1] کے قریب دریائے رون[2] پر جمود طاری ہوتا ہوا یا جہاں خلیج کوآرنے رو[3] میں پولا کے قریب اطالیہ کا محاصرہ کرتی ہے اور اس کے ساحلوں کو دھوتی ہے۔

قبروں کی وجہ سے تمام زمین ناہموار ہے۔ وہی حال قبروں کی وجہ سے یہاں بھی ہر طرف تھا، صرف یہ کہ سماں اور بھی زیادہ تلخ تھا۔

[بدعیتوں کی سزا] کیوں کہ قبروں میں شعلے بکھرے پڑے تھے جن کی وجہ سے تمام قبریں دہک کے سرخ ہوگئی تھیں۔ دہکتے ہوئے لوہے کو بھی اس سے زیادہ تیز شعلے درکار نہیں ہوتے۔

ان مزاروں کے اوپر کے پتھر اٹھا دیے گئے تھے اور اُن کے

---

[1] Arles کے قریب Aleschans کا مقام اس لیے مشہور تھا کہ یہاں شارلیمین کی افواج عربوں کے مقابل Rocesvalles کی شکست کے بعد اس قدر کٹیں کہ ان کا قبرستان بہت دور تک چلا گیا ہے۔ اس کے بعد یہیں ولیم آف آرنج کی فوجوں نے عربوں کے مقابل شکست کھائی اور عیسائیوں کا گورستان اور بہت بڑھ گیا۔ [2] Rhone [3] Quarnero کے قریب پولا کے موضع میں بھی ایک وسیع قبرستان کی طرف دانتے نے اشارہ کیا ہے۔

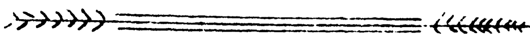
اندر سے کراہنے کی ایسی رنج دِہ آوازیں آتی تھیں کہ وہ فی الحقیقت مغموم اور مجروح روحوں کے کراہنے کی آوازیں معلوم ہوتی تھیں -

اور میں : "استاد یہ کون لوگ ہیں جو ان تابوتوں میں دفن ہیں لیکن جن کی تکلیف دِہ آہوں کی آوازیں آرہی ہیں ؟"

اور اس نے مجھ سے : "یہ ہر فرقے کے بڑے بڑے بدعتی ہیں ، اور اُن کے پیرو - جتنا تو سمجھتا ہے ، ان قبروں پر اس سے کہیں زیادہ بوجھ ہے -

اُن کے ساتھ انھی کی جیسی چیز (آگ) بھی دفن ہے . اور تمام قبریں کم و بیش گرم ہیں " پھر سیدھے ہاتھ کی طرف مڑ کے

ہم ان عذابوں کے منظر اور اونچی فصیلوں کے درمیان چلتے ہوے اور آگے بڑھے -



٭

دسواں قطعہ

[چھٹا حلقہ، مسلسل] ایک تنگ سے راستے سے جو فصیل کی دیوار اور ان غذابوں کے درمیان ہی، میرا استاد آگے بڑھتا جا رہا تھا اور میں اس کے پیچھے پیچھے تھا۔

میں نے کہنا شروع کیا "ای نیک و بلند مرتبہ انسان تو جو مجھے ان ناپاک حلقوں میں جس طرح مناسب سمجھتا ہی، چکر دے کے لے جاتا ہی، مجھ سے بات کر اور میری آرزو پوری کر۔

کیا یہ لوگ جو ان قبروں میں پڑے ہیں نظر بھی آسکتے ہیں؟ قبریں کھلی ہوئی ہیں اور ان کا محافظ کوئی نہیں"۔

اور اس نے مجھ سے کہا "یہ سب قبریں اس وقت بند ہوں گی جب جوزفات[1] سے یہ سب لوگ اپنے جسموں سمیت واپس ہوں گے، جنہیں وہ دنیا میں چھوڑ آئے ہیں۔

اس حصّے میں ابیقورس کے ساتھ اس کے تمام پیرو دفن ہیں، جو اس کے قائل ہیں کہ روح بھی جسم کے ساتھ ہی مر جاتی ہی۔

اس لیے اس حصّے میں تیرے اس سوال کی تشفّی ہو جائے گی جو تو نے ابھی کیا، اور اس خواہش کی بھی جس کو تو نے مجھ سے چھپایا"۔

اور میں نے کہا "رہبرِ مہربان، میں اپنے دل کی بات تجھ سے چھپانا نہیں چاہتا مگر محض اس وجہ سے خاموش ہوں کہ تیری ہی

ہدایت کے مطابق زیادہ بات چیت نہیں کرتا۔"

[فاری ناتا] "ای توسکا[1] کے رہنے والے جو اس شہر آتشیں سے زندہ گزر رہا ہی اور اس قدر شایستگی سے باتیں کر رہا ہی اگر طبیعت چاہے تو یہاں زرا ٹھیر جا

تیری تقریر تجھے اس معزز ملک کا باشندہ ظاہر کر رہی ہی جسے میں نے شاید بہت پریشان کیا۔"

یہ آواز ایک مزار سے نکلی تھی جس کو سُن کے خوف سے میں اپنے رہبر کے قریب آگیا۔

اور اس نے (ورجل نے) مجھ سے کہا "یہ کیا ہی؟ زرا پلٹ تو سہی۔ وہ دیکھ فاری ناتا[2] کو جو اٹھ کے کھڑا ہو گیا ہی، کمر سے لے کر سر تک وہ تجھے نظر آ سکتا ہی۔"

اتنے میں، میں پلٹ ہی چکا تھا کہ اس کو (فاری ناتا کو) دیکھوں۔ وہ کھڑا تھا اور اس کا چہرہ اور سینہ مجھے نظر آ رہا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ جہنم کو وہ بہت حقارت سے دیکھتا ہی۔

میرے رہبر کے جری اور مستعد ہاتھوں نے مجھے مزاروں کے درمیان

---

[1] Tosca یا Tuscany اطالیہ کا وہ صوبہ جس میں فلارنس واقع ہی

[2] Farinata Degli Uberti فلارنس کی گی بے لین Ghibelline جماعت کا سردار۔ اس نے Guelf گویلف جماعت کو بار بار شکست دی لیکن بعد میں گی بے لین جماعت کو گویلفوں سے مغلوب ہونا پڑا۔ دانتے کے آباو اجداد گویلف جماعت کے طرف دار تھے، اس کے بعد کے اشعار میں دانتے نے انھیں واقعات کی طرف اشارہ کیا ہی۔ دانتے خود گی بے لین جماعت سے ہمدردی رکھتا تھا۔

اس کے پاس دھکیلا" اس کا خیال رکھ کہ معدودے چند جملے کہنا"۔
جب میں فاری ناتا کی قبر کے پائیں پہنچا تو اس نے زرا میری طرف
دیکھا اور پھر تقریباً حقارت سے مجھ سے پوچھا "تیرے اجداد کون تھے؟"
میں نے جو اس کے حکم کی تعمیل کرنا چاہتا تھا، اس سے کچھ نہ چھپایا،
اسے سب کچھ بتا دیا اس پر اس نے اپنی بھویں زرا اٹھائیں
اور پھر اس نے کہا" وہ میرے اور میرے اجداد اور میری جماعت
کے بڑے سخت دشمن تھے۔ دو مرتبہ میں نے انھیں تتر بتر کیا"۔
"وہ تتر بتر تو ہوے مگر دونوں بار ہر گوشے سے وہ دوبارہ آکے
جمع ہوے" میں نے اس سے کہا "لیکن تمھارے آدمیوں نے اب تک
یہ گر نہیں سیکھا"۔
پھر اس کے قریب ہی ایک اور سایہ[1] (روح) بلند ہوا۔ جو صرف
ٹھڈی تک نظر آتا تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ گھٹنوں کے بل اٹھا تھا۔
اس نے میرے اطراف اِدھر اُدھر دیکھا کہ گویا میرے ساتھ کوئی
اور تھا جسے وہ ڈھونڈنا چاہتا تھا لیکن جب اس کی توقع غلط نکلی
تو اس نے روتے ہوے کہا" اگر اس اندھے قید خانے میں تو
محض اپنی غیر معمولی ذہانت و استعداد کی مدد سے گزر رہا ہی تو میرا بیٹا
کیوں تیرے ساتھ نہیں؟ اور وہ کہاں ہی؟"
میں نے اسے جواب دیا "میں اپنے بل بوتے پر نہیں آیا ہوں۔
وہ (ورجل) جو یہاں ٹھیرا ہوا ہی، اس جگہ میری رہ نمائی کر رہا ہی،

---

[1] Cavalcanti. Cavalcante دانتے کے دوست Guido
Cavalcanti کا باپ

تیرا گویدو[1] اس کو حقیر سمجھتا تھا"

اس کے الفاظ اور جس طرح کی سزا اسے ملی تھی، اس سے مجھ پر فوراً ہی یہ ظاہر ہوگیا تھا کہ اس کا نام کیا ہے۔ اس وجہ سے میرا جواب اتنا مکمل تھا۔

فوراً ہی سیدھا کھڑا ہو کے وہ چلایا "تو یہ کیا کہتا ہے؟ سمجھتا تھا؟ تو کیا اب وہ زندہ نہیں؟ کیا سورج کی پیاری روشنی اب اس کی آنکھوں تک نہیں پہنچتی؟"

یہ دیکھ کر کہ میں جواب دینے میں تامل کر رہا ہوں وہ پیٹھ کے بل گر پڑا اور پھر نظر نہ آیا۔

لیکن وہ دوسرا ارفاری ناتا، جس کی خواہش پر میں ٹھیر گیا تھا، اسی دبدبے کے ساتھ کھڑا رہا، اور پہلو نہ بدلا، نہ گردن جھکائی، نہ کسی طرف جھکا۔

اپنی گفتگو کا سلسلہ پھر سے قائم کرتے ہوئے اس نے کہا "اور اگر میری جماعت نے وہ گر ابھی تک نہیں سیکھا، تو یہ میرے لیے اس بستر آتشیں قبر سے زیادہ عذاب کا باعث ہے۔

لیکن اس ملکہ[2] کا چہرہ جو یہاں حکومت کرتی ہے، پچاس بار بھی روشن نہ ہونے پائے گا کہ اس گر کی سختی تجھ پر ظاہر ہو جائے گی۔

اور جب تو اس پیاری دنیا (فلارنس) کو واپس ہوگا۔ لیکن یہ بتا کہ وہاں کے لوگ اپنے آئین و قوانین سے میرے اہل خاندان اور جماعت

---

[1] گویدو کاولکانتی Guido Cavalcanti دانتے کا دوست اور ہم عصر شاعر جو دانتے کے بعد اس دور کا سب سے بڑا شاعر سمجھا جاتا تھا۔

[2] جہنم کی ملکہ Proserpina کو چاند کی دیوی Luna بھی کہتے تھے۔

کی اس قدر مخالفت کیوں کرتے ہیں؟"

"اُس تاخت و تاراج اور قتلِ عام کی وجہ سے جس نے اربیا[1] کو خون سے رنگین کر دیا؛ اس کی وجہ سے ہمارے مندر میں ایسی صدائیں بلند ہوتی ہیں"۔

ٹھنڈی سانس بھر کے اُس نے سر ہلایا اور کہا "یہ مجھ اکیلے کا قصور نہیں تھا۔ اور یقیناً بلا وجہ میں دوسروں کا ساتھ نہ دیتا۔

لیکن میں تنہا تھا اور باقی سب فلارنس بیخ و بنیاد سے تباہ کرنے پر تُلے بیٹھے تھے۔ میں نے تنہا اس کی مدافعت کی"۔

میں نے دعا کی "آہ خدا کرے کبھی تیری اولاد کو چین نصیب ہو اور وہ گُتھی سلجھے جس کی وجہ سے میری سمجھ میں کچھ نہ آتا۔

(اہلِ جہنّم کا علم) لیکن یہ کیا بات ہے کہ معلوم ہوتا ہے ماضی سے تو تم واقف ہو، مگر حال سے واقف نہیں؟"

اس نے جواب دیا "ہم چیزوں کو اس طرح دیکھتے ہیں جیسے کوئی کم زور نظر والا دیکھے۔ خدائے تعالٰے نے ہمیں (اہلِ جہنّم کو) اتنی بصارت دی ہے کہ دور کی چیزیں ہم دیکھ سکتے ہیں۔

لیکن جب وہی چیزیں قریب آتی ہیں یا حال بن جاتی ہیں تو ہمارا دماغ معطل ہو جاتا ہے اور بجز اُن خبروں کے جو دوسروں سے ہم تک پہنچتی ہیں ہم تم لوگوں (موجودہ انسانوں) کی حالت سے بالکل واقف نہیں"۔

---

[1] Arbia اطالیہ میں ایک موضع ہے سینا Siena کے قریب یہاں گی بےلین جماعت نے گویلفوں کو شکست فاش دی تھی۔

اس لیے یہ ذہن نشین کرلو کہ ہمارا تمام علم اس دم فنا ہو جائے گا جب مستقبل کا دروازہ بند ہو گا۔"

پھر گویا اپنی غلطی کی تلافی کے لیے میں نے کہا" اگر یہ بات ہی تو تم اس شخص سے جو گر پڑا (کاول کانتے کا ولِ کانتی) یہ کہ دو کہ اس کا بیٹا ابھی زندوں کے ساتھ ہی

اور اگر میں خاموش ہو گیا تھا اور اسے جواب نہ دے سکا تھا تو اس سے کہنا اس کی وجہ یہ تھی کہ میرے خیالات اس غلطی میں مبتلا ہو گئے تھے جس کی تشریح تم نے ابھی ابھی کی ہے"

اور اب میرا استاد مجھے بلا رہا تھا اس لیے میں نے اور بھی زیادہ جلدی میں اس روح سے یہ پوچھا کہ اس کے ساتھ اور کون کون ہیں۔

اور اس نے مجھے بتایا" میں یہاں ایک ہزار سے زیادہ کے ساتھ پڑا ہوا ہوں۔ فریڈرک ثانی[1] یہاں ہی۔ اور وہ اسقف اعظم[2] بھی۔ اوروں کا میں ذکر نہ کروں گا

یہ کہ کے اس نے اپنے آپ کو (قبر میں) چھپا لیا اور میں اپنے شاعرِ قدیم کی طرف چلا لیکن میں وہ فقرہ بار بار یاد کر رہا تھا جو میرے خلاف تھا۔

---

[1] فریڈرک ثانی سسلی کا بادشاہ اور مقدس سلطنتِ روما کا شہنشاہ بڑا عجیب و غریب آدمی گزرا ہی۔ اس کے دربار میں ایک طرف یورپ کے اہلِ کمال تھے تو دوسری طرف عرب کے شعرا و حکما۔ اس کی زندگی بڑے عیش و عشرت میں گزری تھی اس لیے دانتے نے اسے ابیقوریوں اور بدعتیوں میں شمار کیا ہی۔ [2] اسقف اعظم Ottaviano degli ubaldini گی بے لین جماعت کا بڑا طرف دار تھا اور اس کے متعلق بھی بدعتی ہونے کا شبہہ تھا

وہ دور چل ، آگے بڑھا اور جب ہم دونوں چل رہے تھے اس نے مجھ سے پوچھا "تو اس قدر پریشان کیوں ہے"۔ اور میں نے اس کے سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب دیا۔

"تو اپنے خلاف جو کچھ تو نے سُنا ہے ، یاد رکھ" اس رہبرِ کامل نے مجھے نصیحت کی "اور دیکھ" یہ کہہ کے اس نے اپنی انگلی اٹھائی۔

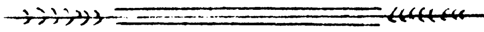
"جس خاتون[1] کی روشن آنکھ سب کچھ دیکھتی ہے ، جب تو اس کی پیاری شعاع کے سامنے جائے گا تو وہ تجھے بتائے گی کہ تیری زندگی کا سفر کیوں کر گزرے گا۔"

پھر وہ بائیں ہاتھ کی طرف پلٹا ، دیوار کا ساتھ چھوڑ کے ، ایک ایسے راستے سے جو وادی میں پہنچاتا ہے ہم بیچوں بیچ پہنچے۔

مگر وہاں تعفّن کی وجہ سے ہمارا ناک میں دم تھا

---

[1] دانتے کی محبوبہ بیاترچے Beatrice



گیارھواں قطعہ

ہم ایک بڑے اونچے ساحل پر پہنچے جس کا کرارا بڑے بڑے ٹوٹے ہوئے
پتھروں سے ایک دائرے کی شکل میں بنا ہوا تھا اور وہاں ہم نے اس سے
بھی زیادہ ظالم مجمع دیکھا۔

اور چوں کہ یہاں وہ سڑی ہوئی ناگوار بدبو جو گہری خلیج سے اٹھتی تھی،
ناقابلِ برداشت تھی اس لیے ہم
ایک بڑے لوحِ مزار کے سایے میں پناہ لیتے ہوئے بڑھے جس پر یہ
کتبہ درج تھا: "پاپا اناستاسیو[1] مجھ میں دفن ہے جس کو فوتن[2] نے راہِ راست
سے ہٹایا"۔

اُستاد نے کہا "زرا ٹھیر کے اتریں کہ ہمارے حواس اس ناگوار بدبو
کے جھونکے کے عادی ہوجائیں پھر ہم کو اس کی اتنی پروا نہ ہوگی"۔

اور میں نے اس سے کہا "اس کے بدلے کوئی ایسا کام سوچیں کہ
وقت ضائع نہ ہو" اور اس نے کہا "تو جانتا ہے کہ میں بھی یہی چاہتا ہوں"۔

(جہنم کے نچلے حصے کی تقسیم) پھر اس نے کہنا شروع کیا "میرے پسر تو دیکھ رہا ہے
کہ ان پتھروں کے درمیان بالترتیب تین حلقے ہیں جو بالکل ان حصوں کے
جیسے ہیں جن کو تو طے کرچکا ہے۔

---

[1] پاپا اناستاسیو دوم Anastasio یہاں دانتے سے غلطی ہوئی تھی۔ کیوں کہ
پاپا اناستاسیو نہیں بلکہ اس کے ہم نام اور ہم عصر شہنشاہ اناستاسیو کو [2] Fotin نامی ایک
پادری نے عیسائی عقیدے سے کسی قدر منحرف کیا تھا۔

وہ سب ملعون روحوں سے بھرے پڑے ہیں۔ لیکن اس خاطر کہ ان کو دیکھ ہی کے تو جان لے کہ وہ کون کون لوگ ہیں، سُن کہ کیوں اور کس لیے وہ گرفتارِ مصیبت ہیں۔

ہر طرح کے کینۂ وبغض سے عالمِ بالا کو بڑی نفرت ہے۔ کیوں کہ اس کا انجام ایذا رسانی ہوتا ہے اور یہ نتیجہ خواہ طاقت سے حاصل ہو یا حیلے سے، دوسروں کو تکلیف پہنچاتا ہے۔

لیکن چوں کہ حیلہ سازی ایک ایسا عیب ہے جو محض انسانوں کے لیے مخصوص ہے، اس لیے خدا اِس سے اور زیادہ ناراض ہوتا ہے۔ پس حیلہ سازوں کی جگہ اور بھی زیادہ نیچے ہے اور انھیں اور بھی زیادہ اذیت پہنچتی ہے۔

[تشدّد] نچلے حصّے کا پہلا حلقہ[1] تشدّد کرنے والوں کے لیے ہے لیکن چوں کہ تشدّد تین طرح کے لوگوں پر کیا جا سکتا ہے اس لیے اس کے مزید تین حصے کیے گئے ہیں جو ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

تشدّد خُدا پر کیا جا سکتا ہے، یا اپنے آپ پر، یا اپنے ہم سایہ پر۔ ہم سایوں کی ذات پر کیا جا سکتا ہے یا ان کی ملکیت پر۔ اور یہ تجھ پر اس بحث سے واضح ہو گا

کہ زبردستی کوئی اپنے ہم سائے کو قتل کر سکتا ہے، یا اُسے تکلیف دہ زخم پہنچا سکتا ہے اور اُس کی ملکیت کو تباہ کر سکتا ہے، جلا سکتا ہے یا جبراً چھین سکتا ہے۔

اس لیے اس (ساتویں) حلقے کا پہلا کُرہ تمام قاتلوں کو عذاب

---

[1] یعنی ساتواں حلقہ

دیتا ہی یُغض سے حملہ کرنے والوں، لٹیروں اور ڈاکوؤں کی الگ الگ ٹکڑیاں ہیں جن کو سزائیں ملتی ہیں۔

جو شخص اپنے آپ کو ہلاک یا اپنی ملکیت کو تباہ کرتا ہی وہ اس کی پاداش میں دوسرے کُرے میں کفِ افسوس ملتا رہے گا مگر لاحاصل۔

(اس گروہ میں وہ لوگ شامل ہیں) جو خودکشی کرکے دنیا چھوڑتے ہیں، یا اپنی دولت جُوے میں ہارتے ہیں یا اور کسی طرح ضائع کرتے ہیں اور بجائے خوش رہنے کے روتے ہیں۔

خدا کے خلاف بھی تشدد کیا جا سکتا ہی یعنی اگر دل میں اس کے وجود سے انکار کیا جائے یا اس کی بے حرمتی کی جائے یا قدرت اور اس نعمتوں کی تحقیر کی جائے۔

چناں چہ اس چھوٹے سے کُرے کی مہر سودوما[1] اور کاورسا[2]، دونوں شہروں پر ثبت ہی اور ان سب پر بھی جو دل میں خدا کو بُرا بھلا کہتے ہیں۔

(مکروحیلہ) مکروحیلے کو جو ضمیر کو گُھن کی طرح کھاتا ہی، کوئی شخص یا تو کسی ایسے شخص کے خلاف استعمال کرسکتا ہی جس کو اس پر اعتبار ہی، یا کسی ایسے پر جس کو اس پر اعتبار نہیں۔

ان میں سے دوسرا طریقہ فطرت کے بنائے ہوئے رشتۂ محبت کو منقطع کرتا ہی، اس لیے (جہنم کے نچلے حصّے کے) دوسرے حلقے

---

[1] Sodorna ایک گناہ گار شہر جس کا ذکر توریت میں آیا ہی۔

[2] Caorsa یا Cahora جنوبی فرانس کا ایک شہر جہاں کے باشندے قرونِ وسطیٰ میں بڑے سود خوار مشہور تھے

میں (یعنی آٹھویں حلقے میں)

ظاہردار، خوشامدی، جادوگر، دھوکے باز، چور، مذہب فروش،
بھڑوے، مقدمے باز اور اسی قسم کے لوگ رہتے ہیں۔

یہ دوسرا طریقہ وہ ہے جو فطری محبت کو بھلا دیتا ہے اور وہ محبت
بھی جس کا بعد میں اضافہ ہوتا ہے اور جس سے اعتمادِ خاص پیدا ہوتا ہے۔

اس لیے اس سب سے چھوٹے حلقے میں جو کائنات کے مرکز میں
ہے اور شیطان کی نشستِ خاص ہے ہر باغی کو ہمیشہ کے لیے جلایا
جاتا ہے"

[اوپری جہنم کے حصے] اور میں نے کہا "آقا تیری تقریر کا مطلب صاف ہے
اور اس سے اس خلیج اور اس کے بسنے والوں کا باہمی فرق اچھی طرح
واضح ہوگیا۔

لیکن یہ بتا، وہ لوگ جو اس گہری دلدل میں پھنسے پڑے تھے
وہ جن کو ہوا دھکیلتی تھی اور بارش پیٹتی تھی اور وہ جن کی زبانیں
اتنی تیز تھیں،

وہ کیوں اس سرخ شہر میں سزا نہیں پاتے؟ ان پر بھی تو خدا کا
غضب نازل ہے اور اگر نازل نہیں تو وہ ایسی اذیت میں کیوں
مبتلا ہیں؟"

اور اس نے مجھ سے کہا "تیرا دماغ ہمیشہ سے زیادہ کیوں بھٹک
رہا ہے؟ یا یہ کہ تیری توجہ ادھر منعطف نہیں؟

کیا تجھے کتاب الاخلاق[1] کے وہ الفاظ یاد نہیں جن میں عالم بالا

---

[1] ارسطو کی "کتاب الاخلاق"

تین ناپسندیدہ خصائص، نفس پرستی، کینہ توزی، اور مجنونانہ بہیمیت کو قرار دیتا ہی؟ اس میں یہ بھی اشارہ ہی کہ نفس پرستی سے خدا اتنا زیادہ ناراض نہیں ہوتا، اس لیے اس کی سزا کم ہی۔

اگر تو اس مسلک پر اچھی طرح غور کرے اور یاد کرے کہ وہ کون لوگ ہیں (جو جہنّم کے) اوپری حصّے میں سزائیں پاتے ہیں

تو فوراً تیری سمجھ میں آجائے گا کہ انھیں کیوں ظالم روحوں سے الگ رکھا گیا ہی اور انصافِ خداوندی کیوں انھیں اتنی غضب ناک سزائیں نہیں دیتا۔"

میں نے جواب دیا" اے آفتابِ حکمت جو بینائی کی تمام خامیوں کو درست کرتا ہی، جب تو بحث میں میری تشفی کرتا ہی تو میں بہت مشکور ہوتا ہوں۔ شک کی حالت میں بھی میں اتنا ہی مشکور رہوں جتنا واقف ہونے کے بعد۔

[سودخواری] لیکن اپنی بحث میں زرا واپس پلٹ۔ تو نے کہا تھا کہ سودخواری سے فضیلتِ باری ناراض ہوتی ہی زرا اس گتھّی کو سلجھا۔

اُس نے مجھے جواب دیا" ہر وہ شخص جو فلسفے کی بات سنتا ہی، اسے فلسفہ ایک جگہ نہیں بار بار یہ بتلاتا ہی کہ کیوں کہ

دانشِ خداوندی اور اُس کے ہنر سے فطرت ظہور میں آتی ہی، اور اگر تو ارسطو کی 'کتاب الطبیعیات' سے اچھی طرح واقف ہی تو ابتدا ہی میں، چند صفحوں کے بعد، تو یہ لکھا ہوا پائے گا:-

کہ تمھارا سارا ہنر پوری کوشش کرتا ہی کہ فطرت کی پیروی کرے، جیسے شاگرد استاد کی پیروی کرتا ہی۔ پس تمھارا ہنر گویا خدائے تعالیٰ کا

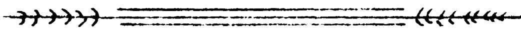
پوتا ہی۔

ان دونوں (اقوال) کے ساتھ ساتھ اگر تو "کتاب تخلیق" کے پہلے حصّے کو یاد کرے تو تجھ پر یہ ثابت ہوگا، کہ انسان کا فرض ہی کہ روٹی کمائے اور ترقی کرے۔

لیکن سود خوار بالکل ہی دوسرا راستہ اختیار کرتا ہی، وہ فطرت کی بھی تحقیر کرتا ہی اور فطرت کے پیرو (انسانی ہنر) کی بھی، اور کہیں اور امید باندھتا ہی۔

مگر اب میں آگے بڑھنا چاہتا ہوں۔ میرے پیچھے پیچھے آ۔ کیوں کہ آسمان پر برجِ ماہی کی مچھلیاں حرکت کر رہی ہیں۔ شمال مغرب میں بنات النعش چمک رہی ہیں۔

اور یہاں زرا آگے بڑھ کے ہم اس کرارے سے نیچے اتریں گے



بارھواں قطعہ

[ساتواں حلقہ] جب مقام پر ہم اب اس ارادے سے پہنچے کہ اس کنارے

سے نیچے اتریں، اس کی ڈھلوان ایسی سیدھی سیدھی تھی اور وہاں اور

بھی کچھ ایسی چیزیں تھیں کہ ہر آنکھ انھیں دیکھ کے ڈرے گی۔

جیسے ترینتو[1] سے اس طرف زلزلے کا تباہ کیا ہوا وہ حصہ جو بھونچال

کے زور سے دریائے اے دی جے[2] کے کنارے سے جا ٹکرایا،

یا پہاڑ کی چوٹی پر اس کا سہارا ایسا بودا تھا کہ وہ دھم سے میدان پر

آگرا۔ اور چٹان ایسی چور چور ہوگئی کہ کوئی اوپر سے آنا چاہے تو اسے

پتھروں کے درمیان راستہ مل سکتا ہے۔

(ساتویں حلقے کی) اس پہاڑی ڈھلوان کا اتار بھی ایسا ہی تھا اور

اس پھٹی ہوئی چٹان کے اوپر[3] وہ پڑا ہوا تھا جس کی وجہ سے جزیرۂ

اقریطش خوار ہوا۔

وہ ایک بناوٹی گائے کے بطن سے پیدا ہوا تھا اور اس نے جب

ہمیں دیکھا تو اپنے آپ کو چبانا شروع کیا، جیسے کسی کو غصّہ اندر ہی

اندر کھا جائے۔

---

[1] Trento قریب ہی ڈھلوان پر چٹان کے ٹکڑے بہت دور تک چلے گئے ہیں جو پہاڑ سے ٹوٹ کر گرے ہیں۔ [2] Adice یا Adige.

[3] دو سکہ وشہ Minotauro نیم انسان، نیم سانڈ عجیب الخلقت فرد جو اقریطش میں اس طرح پیدا ہوا کہ می نوس شاہ اقریطش Crete کی بیوی پاسی فی ئی Pasiphae کو اس سانڈ سے عشق ہوگیا تھا۔ (باقی صفحہ ۱۵۷ پر)

میرے ہادی نے اس سے چلاّ کے کہا "شاید تو یہ سمجھ رہا ہوگا کہ
شاہِ اثینہ آرہا ہے جس نے دنیا میں تجھے مارا تھا!
ای دیو یہاں سے ہٹ۔ کیوں کہ یہ جو آرہا ہے اسے تیری بہن
نے سکھا پڑھا کے نہیں بھیجا ہے، بلکہ یہ تم لوگوں کی سزائیں دیکھنے
آیا ہے۔"

جیسے کوئی سانڈ جان لیوا زخم کھا کے چھوٹ جائے تو دوڑ نہیں سکتا
مگر بلا مقصد اِدھر اُدھر جھپٹتا ہے۔

میں نے منوتارو کا یہی حال دیکھا۔ اور میرے ہادی نے
چلاّ کے مجھ سے کہا "اس راستے پر جھپٹ کر چلو، ابھی وہ غصّے سے بے بس
ہے اور بہتر یہی ہے کہ اس عرصے میں تو اتر جائے۔"

یوں ہم ان گلے ہوئے پتھروں کے راستے نیچے اُترے، جو میرے
وزن سے پھسل پڑتے۔ اس وزن کے وہ عادی نہ تھے۔

میں سوچنے لگا تو اس نے (ورجل نے) کہا "شاید تو پتھروں کے
اس افتادہ ڈھیر کے متعلق سوچ رہا ہے جس کی نگرانی منوتارو کا وہ بہیمانہ
غصّہ کرتا ہے جسے میں نے ابھی فرو کیا؟

میں تجھے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس سے پہلے جب میں اتر کے
گہرے جہنم کی سیر کو گیا تھا تو یہ چٹان گری نہیں تھی۔

(بقیہ صفحہ ۱۵۶) اور اس سے جو بچہ ہوا وہ اس ہیئت کا تھا۔ ایتھنز کے باشندے سات نوجوانوں
اور سات باکرہ لڑکیوں کو بطور خراج پیش کرتے تھے جنھیں یہ دیو کھا جاتا تھا۔ بالآخر اس کی
سوتیلی بہن اور اقریطش کی شہزادی اریادنے Ariadne کی مدد سے تھیس یس
(Thesees) شاہِ اثینہ نے اس دیو کو مارا۔ (صفحہ ۱۵۰ کا حاشیہ ۱ و ۲ صفحہ ۱۵۶ اور
۳ و ۴ کے ضمن میں ملاحظہ ہو)

لیکن اگر میرا خیال صحیح ہے تو یقیناً اُس کے (حضرت عیسٰی کے) آنے سے
زرا پہلے جب کہ وہ اوپری حلقے سے اتنا بڑا شکار (پرانے پیمبروں کی روحیں)
شیطان سے چھین کے لے گیا۔

اس گہری نفرت انگیز وادی پر ایسا زلزلہ طاری ہوا[1] کہ میں یہ سمجھا
ساری کائنات باہم عشق میں مبتلا ہے۔ کیوں کہ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں[2]
کہ کئی بار یہ دنیا ہیولیٰ میں تبدیل ہو چکی ہے۔ الغرض یہاں اور
ہر جگہ یہ پرانی چٹان پھسل کے نیچے جا گری۔

[خون کی ندی] لیکن زرا وادی پہ نظر جما کہ خون کی ندی قریب آگئی ہے۔ ہر وہ
شخص جو کسی کو تشدد سے صدمہ پہنچاتا ہے اس میں اُبالا جاتا ہے"

اے اندھی ہوس، جو بدکار بھی ہے اور احمق بھی، تو ہمیں اس مختصر سی
زندگی میں لالچ دلاتی ہے اور ابدی زندگی میں ایسی اذیت پہنچاتی ہے۔

میں نے ایک چوڑی کھائی دیکھی جو کمان کی طرح ٹیڑھی تھی اور
جیسا کہ میرے رہبر نے کہا تھا، سارے میدان کو گھیرے تھی۔

اور اس کے اور ندی کے کنارے کے درمیان قنطوروں[3] کے گروہ کے گروہ تھے جو یکے بعد
دیگرے، تیروں سے مسلح دوڑتے پھرتے بالکل اسی طرح جیسے وہ دنیا میں شکار کو نکلتے تھے۔

ہم کو نیچے اترتے دیکھ کے وہ سب ٹھہر گئے اور ان کے گروہ میں سے
تین، کمانیں اور اچھے چنے ہوئے نیزے لیے سامنے بڑھے۔

اور اُن میں سے ایک نے دور سے چلا کے کہا "تم جو اس کنارے پر اُتر رہے ہو،

---

[1] یہ زلزلہ حضرتِ عیسٰی کے صلیب پر چڑھائے جانے کے وقت سارے
جہنم پر طاری ہوا تھا۔ [2] ایمپی ڈوکلیز Empedocles کا یہی نظریہ ہے۔
[3] قنطور (یونانی علم الاصنام) نیم انسان نیم اسپ مخلوق۔

کون سا عذاب تمھارے لیے مقرر ہوا ہے؟ وہیں سے بتاؤ نہیں تو کمان کھینچتا ہوں۔

میرے آقا نے اُس سے کہا یہ جواب ہم کیرونے[1] کو دیں گے جو وہیں

سامنے ہے۔ تیری بدقسمتی یہ ہے کہ تو ہمیشہ جلد بازی کرتا رہا"

پھر اس نے مجھ سے کہا "یہ نے سوہے[2] جس نے حسین دی انیرا[3]

کے لیے جان دی اور اپنے آپ سے اپنا انتقام لیا

اور وہ جو بیچوں بیچ کھڑا اپنے سینے پر نظر جمائے ہے عظیم کیرونے

ہے جس نے اچی لے کی تیمارداری کی یہ تیسرا فولو[4] ہے جس کا غصہ مشہور تھا۔

ہزاروں کی تعداد میں یہ قنطور اس وادی میں گھومتے پھرتے ہیں اور

اگر کوئی روح خون کی اس گہرائی سے ہٹ کر نکلنا چاہتی ہے جو اس کے لیے

مقرر ہے تو یہ تیروں سے چھید دیتے ہیں"

ہم ان تیز حیوانوں کے قریب پہنچے۔ کیرونے نے ایک تیر نکالا

اور اس کے سرے سے اپنی ڈاڑھی کو اپنے جبڑے میں سمیٹا

اور جب اس نے اپنا بڑا سا منہ کھولا تو اپنے ساتھیوں سے

کہا "تم نے غور کیا کہ وہ جو پیچھے پیچھے آرہا ہے وہ جس چیز کو چھوتا ہے اسے

حرکت دیتا ہے؟

مُردوں کے قدم یہ نہیں کر سکتے" اور میرے اچھے رہبر نے جو

---

[1] Chirone قنطوروں کا سردار جو یونانی قصوں میں اچی لس (اچی لے) اور ہرقلیس وغیرہ کا استاد بتایا جاتا تھا۔

[2] و [3] Nesso ایک قنطور جس نے اپنی محبوبہ Deianira کے فراق میں خودکشی کی۔

[4] فولو Folo

اس کے سینے کے اس حصّے کے مقابل تھا، جہاں اس کو دو ماہیتیں[۱] ملتی ہیں،
جواب میں کہنے لگا" یہ ابھی زندہ ہے، اور چوں کہ یہ تنہا تھا اس لیے
میں اِسے یہ تاریک وادی دکھا رہا ہوں، مشیت اسے یہاں لائی ہے،
تفریح نہیں،
وہ[۲] جس نے یہ خدمت میرے سپرد کی الے لویا گاتے میں میرے
پاس آئی۔ یہ شخص ڈاکو نہیں اور نہ میری روح چور کی ہے۔
اُس صفت کی بنا پر، جس کی وجہ سے مجھ میں ایسے وحشیانہ راستے میں
قدم اٹھا سکنے کی طاقت ہے، کسی کو ہمارے ساتھ کر دے جو ہماری
رہنمای کرے؛
اور ہمیں بتا سکے کہ یہ ندی کہاں پایاب ہے۔ اور اسے روانتے کو)
اپنی پیٹھ پر اٹھا کے پار کرائے کیوں کہ وہ محض روح نہیں کہ ہوا پر
اُڑ سکے۔
کیرونے اپنے سینے کے دائیں جانب جھکا۔ اور نے سو سے کہنے
لگا" پلٹ۔ اور ان لوگوں کی رہنمائی کر۔ اور اگر تمھیں (قنطوروں کا)
کوئی اور گروہ ملے تو اسے پیچھے ہٹا دینا"؛
(ساتویں حلقے کے پہلے حصّے یعنی خون کی ندی میں سزا) ہم اپنے معتبر رہبر
کے ساتھ آگے بڑھے —— اس ارغوانی اُبلتی ہوئی ندی کے کنارے
کنارے جس کے اندر ابلتے ہوئے لوگ زور زور سے واویلا کر رہے تھے۔
(ظالموں کی سزا) بعض لوگوں کو میں نے بھؤوں تک خون کی ندی میں) ڈوبا دیکھا

---

[۱] پیٹ کے قریب قنطوروں کا انسانی جسم ختم ہوتا تھا اور گھوڑے کا جسم شروع ہوتا تھا
[۲] بیاترچے Beatrice

اور قنطورِ اعظم نے بتایا " یہ وہ ظالم ہیں جنھوں نے کُشت و خون اور غارت گری
کو اپنا پیشہ بنایا تھا۔

جہاں وہ اپنی بے رحمی کے گناہوں پر تاسف کرکے روتے ہیں۔
یہاں سکندر ہی، جابر ڈایونی سیس[1] بھی یہیں ہی جس نے سسلی کو کئی
سال صدمے پہنچائے

اور وہ ابرو جس کے بال اس قدر سیاہ ہیں انسولی نو[2] کی ہی اور وہ
دوسری جس کے بال ہلکے بھورے ہیں استی کے اوبت سو[3] کی ہی جو درا صل
اپنے سوتیلے بیٹے کے ہاتھ قتل ہوا " پھر میں شاعر کی طرف مڑا تو
اُس نے کہا " اس وقت وہ (قنطور نی سو) تیرا رہبر ہی، اور میری حیثیت
ثانوی ہی "

(قاتل) ذرا آگے بڑھ کے قنطور کچھ ایسے لوگوں کے پاس پہنچا جو گردنوں تک
اس ابلتی ہوئی ندی میں غرق تھے

اس نے ہمیں ایک ایسی روح بتائی جو سب سے الگ تھلگ تھی
اور کہا " اس شخص[4] نے خدا کے پہلو (کلیسا) میں اس دل کو چھیدا جس کی

---

[1] Dionysius سسلی کا جابر بادشاہ ۴۰۵ء تا ۳۶۷ء ق۔م [2]
انسولی نو ثالث III Ezzelino شمالی اطالیہ میں گی بے لین جماعت کا سردار
تھا، ۱۱۹۴ء تا ۱۲۵۹ء [3] استی Este اوبت سو ثانی II Obizzo
گو یلف جماعت کا سرگرم رکن تھا۔ دانتے اس روایت کا حامی ہی جس کی رو سے اس کو
اس کے بیٹے آتسو ہشتم Azzo نے قتل کیا [4] گائی Guy Montfort
Simon De کا بیٹا تھا۔ اس کے باپ نے انگریز بادشاہ ہنری سوم سے
بغاوت کی تھی اور قتل کیا گیا تھا۔ گائی نے اس کے انتقام میں (باقی صفحہ ۱۶۲ پر)

آج بھی دریائے ٹیمز کے کنارے حرمت کی جاتی ہے۔

پھر میں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جن کے سر اور اسی طرح بعض کے سینے ندّی کی سطح سے اوپر تھے اور ان میں سے بہتوں کو میں نے پہچانا۔

(جُوں جُوں ہم کنارے کنارے آگے بڑھتے گئے) خون کی گہرائی کم ہوتی ہوئی معلوم ہوئی۔ یہاں تک کہ ایک جگہ ایسی آئی جہاں صرف پیر اس میں اُبل سکتے تھے۔ اور یہی وہ مقام تھا جہاں ہمیں کھائی پار کرنی تھی۔

"تو دیکھ رہا ہے کہ اس حصّے میں ابلتی ہوئی ندّی کی گہرائی کم ہو رہی ہے" قنطورس نے کہا "ویسے ہی تجھے یہ بھی یقین دلانا چاہتا ہوں کہ دوسری جانب اس کی تہ اتنی ہی نیچی ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ وہ چکّر کھا کے پھر اسی جگہ مل جاتی ہے جہاں ظلم کی سزا ملتی ہے۔

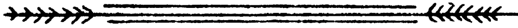
انصافِ خداوندی یہاں اتّیلا[1] کو سزا دیتا ہے جو دنیا کے لیے آفت تھا اور پیرو[2] کو اور سستو[3] کو۔ اور ابد

(بقیہ صفحہ ۱۶۱) ہنری سوم کے بھتیجے کو جس کا نام بھی ہنری تھا وِتربو Vit-rbo واقع توسکا (اطالیہ) میں ایک کلیسا میں قتل کیا۔ روایت ہے کہ ہنری کے دل کو ایک صندوقچے میں رکھ کے لندن برج یا وِسٹ منسٹر ایبے میں رکھا گیا جہاں اس کی تعظیم کی جاتی تھی [1] Attila ہنوں کا ظالم سردار جنھوں نے قرونِ اولیٰ میں یورپ میں بڑی تاخت و تاراج کی [2] Pirro سے غالباً Pyrrhus مراد ہے جو اکیلس کا بیٹا تھا اور جس نے ٹرائے کی جنگ میں پرائم شاہِ ٹرائے کو مارا [3] Sesto یعنی Sextus Pompeius جو پومپی اعظم کا بیٹا تھا اس زمانے کے (باقی صفحہ ۱۶۳ پر)

اُن آلنوؤں کو دودھ کی طرح دوُہتا ہی جن کو وہ ابال کے
ری نیر دا کارنے تو[1] اور ری نیر پات سو[2] کی آنکھوں سے نکالتا ہی جو
سڑکوں پر لڑائی برپا کرتے تھے۔

یہ کہ کے (ہمیں اتارکے) وہ واپس ہوا اور پھر سے اس نے پایاب
حصّے کو عبور کیا۔

(بقیہ صفحہ ۱۶۲) مورخین اسے بڑا ظالم بتاتے ہیں [1] و [2] Rinier da Corneto
اور Rinier Pazzo دانتے کے زمانے کے بڑے مشہور ڈاکو تھے۔



تیرھواں قطعہ

(ساتواں حلقہ۔ دوسرا حصّہ) ابھی نےسو رہم کو پار پہنچا کے واپس دوسرے کنارے تک پہنچا بھی نہ تھا کہ ہم ایک ایسے جنگل میں داخل ہوے جس میں کسی پگڈنڈی کا نام ونشان تک نہ تھا۔

(خودکُشی کرنے والے) پتوں کا رنگ سبز نہ تھا، زرد تھا۔ شاخیں سیدھی نہ تھیں بلکہ بل دار اور اینٹھی ہوئی تھیں۔ اُن میں سیب نہیں لگے تھے بلکہ مرجھائی ہوئی چھڑیاں تھیں جن میں زہر بھرا تھا۔

چےچی نا[1] اور کورنے تو[2] کے درمیان کے وہ بَن بھی ایسے گھنے یا مہیب نہ ہوں گے جن میں وہ جنگلی جانور رہتے ہیں جن کو کاشت کیے ہوے ٹکڑوں سے نفرت ہی۔

یہاں، ان درختوں پر بدشکل ہارپیوں[3] کے آشیانے تھے ریہ وہ مہیب مخلوق ہی، جس نے اہلِ ٹرائے کو استروفادے[4] سے مستقبل کی

---

[1] Cecina ایک ندی جو ضلع مارے ما Maremma کے شمال میں بہتی ہی۔ مارے ما میں زیادہ تر دلدل اور گھنے جنگل تھے [2] Corneto مارے ما کے جنوب میں ایک قصبہ [3] ہارپی (Harpy) نیم طائر، نیم عورت۔ یونانی علم الاصنام کی ایک عجیب الخلقت اور خوف ناک مخلوق [4] Strofade ورجل نے اپنی اے ینڈ میں ذکر کیا ہی کہ جزائر استروفادے میں ہارپیاں اہلِ ٹرائے کے کھانے پینے کی چیزیں کھا جاتی تھیں اور جب ان خوف ناک طائروں پر انھوں نے حملہ کیا تو انھوں نے ان کی تباہی کی پیشین گوئی کی۔

تکلیف کے اداس نغمے سنا سنا کر نکالا ۔

ان کے پَر چوڑے ہوتے ہیں اور گردنیں اور چہرے انسانوں (عورتوں) کے سے۔ مگر پیروں کی جگہ پنجے ہیں۔ اُن کے بڑی سی پیٹھ پر پَر ہوتے ہیں۔ ان عجیب درختوں پر وہ افسوس ناک لے میں چلاتی ہیں۔

میرا مہربان استاد مجھ سے کہنے لگا " قبل اس کے کہ تو آگے بڑھے، جان لے کہ تو دوسرے حصے میں ہے اور اس وقت تک یہیں رہے گا جب تک تو مہیب ریت کے کنارے نہ پہنچے گا۔ اس لیے اچھی طرح دیکھ۔ اور تو ایسی چیزیں دیکھے گا کہ جب میں نے انھیں بیان کیا تو کسی کو یقین نہ آیا "

میں نے ہر طرف نالہ و بکا کی آوازسنی مگر کوئی نظر نہ آتا تھا، اس پر مجھے اس قدر حیرت ہوئی کہ میں ٹھیر گیا ۔

میں سمجھا کہ وہ (ورجل) یہ سمجھا کہ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ ان ٹھونٹھ جیسے درختوں کے پاس سے جو آوازیں آرہی ہیں وہ اُن لوگوں کی ہیں جو ہم کو دیکھ کر ان درختوں کی آڑ میں چھپ گئے ہیں ۔

اس پر میرے آقا نے کہا " اگر تو ان درختوں میں سے کسی ایک کی کوئی چھوٹی سی ٹہنی توڑ لے تو وہ تمام خیالات جو اس وقت تیرے دل میں ہیں، تجھ پر ناقص ثابت ہوں گے "

تب میں نے اپنا ہاتھ زرا آگے بڑھایا اور ایک بڑے کانٹے والے درخت سے ایک شاخ توڑ لی اور اس درخت کے تنے نے رو کر کہا " تو کیوں مجھے اس طرح پھاڑتا ہے ؟ "

اور جب اس سے کالا خون نکلا تو وہ پھر رونے لگا " کیوں تو یوں مجھے

چیر رہا ہو؟ کیا تجھے زرا بھی ترس نہیں آیا؟
ہم پہلے انسان تھے ، اب بدل کے درخت بنا دیے گئے ہیں۔ اگر
ہم سانپوں کی روحیں ہوتے تب بھی چاہیے تھا کہ تیرے ہاتھ کو ہم پر
ترس آتا۔"

جیسے کوئی سبز مشعل جو ایک سرے پر جلتی ہو اور دوسرے سرے
سے (تیل کے) گرم قطرے ٹپکتے ہیں اور ہوا میں وہ سانپ کی طرح پھنکارتی ہو
ایسے ہی اس ٹوٹی ہوئی ٹہنی سے خون اور الفاظ دونوں نکل رہے تھے۔
اس پر میں نے اس ٹہنی کو چھوڑ دیا اور ٹھٹک کے اس طرح کھڑا ہو گیا
جیسے کسی پر خوف طاری ہو۔
"ای زخمی روح" میرے رہبر نے اسے جواب دیا "اگر میں نے جو کچھ
اپنی نظم[1] میں لکھا ہو اُس پر اسے (دانتے کو) اعتبار ہوتا
تو وہ اس طرح تیرے خلاف اپنا ہاتھ نہ اٹھاتا۔ لیکن چوں کہ اُسے
یقین نہ آتا تھا، اس لیے میں نے اسے وہ حکم دیا، جس پر اُسے اب
پشیمانی ہو
لیکن اُسے بتا کہ تو کون تھا، تاکہ تلافیِ مافات کے طور پر وہ دنیا میں
تیری شہرت تازہ کر سکے۔ کیوں کہ اسے دنیا کو واپس جانے کی اجازت ہو"۔
(پیر دے لے وی نئے کی سرگزشت) اور اس تنے نے جواب دیا " اپنے
الفاظ سے تو نے میرے مَن کو یوں موہ لیا ہو کہ اب میں ساکت نہیں
رہوں گا۔ اور اگر تم دونوں پر بار نہ ہو تو میں کچھ باتیں کروں۔

---

[1] ورجل نے "ای ینڈ" میں انسانوں کے درخت بن جانے کا ذکر کیا ہو۔

میں وہ ہوں[1] جس کے پاس فریڈری کو[2] کے دل کی دونوں کنجیاں تھیں،
میں جب چاہتا آسانی سے گھما کے اسے کھولتا یا بند کرتا۔

میرے سوا کوئی اور شخص اس کے رازوں کا شریک نہ تھا۔ اس بلند
خدمت کو میں نے اتنی وفاداری سے انجام دیا کہ اپنی نیند اور اپنی
جان تک کھو دی۔

وہ فاحشہ (حسد) جس نے (جولیس) قیصر کے مکان سے کبھی اپنی
شہوت بھری نظر نہیں اٹھائی، وہ جو تمام درباروں کی سب سے بڑی آفت
اور سب سے بڑی برائی ہے۔

اُس نے تمام دلوں کو میرے خلاف مشتعل کیا، اور انھوں نے مشتعل
ہو کے میرے شہنشاہ کو میرے خلاف اس قدر بھڑکایا کہ میری خوشی کے
اعزاز، اُداس رنج میں بدل گئے۔

میری روح نے تکبّر و حقارت کے عالم میں یہ چاہا کہ وہ اس تکبّر و
حقارت سے موت کے ذریعے بچ جائے۔ اس لیے اگرچہ کہ میں راستی پر
تھا، میں نے اپنے آپ سے راستی نہیں برتی۔

میں تم سے اس درخت کی نئی جڑوں کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ میں نے
اپنے آقا سے کبھی بے وفائی نہیں کی کیوں کہ ہر طرح کی عزت اُسے
سزاوار تھی۔

اور اگر تم میں سے کوئی دنیا کو واپس لوٹے تو میری یاد کو تقویت پہنچانا
جو ابھی تک حسد کے صدمے سے زمین پر بے ہوش پڑی ہے"۔

---

[1] Pier Delle Vigne [2] شہنشاہ فریڈرک ثانی،
شہنشاہ صقلیہ

شاعر (ورجل) کچھ دیر سنتا رہا اور پھر مجھ سے کہا "اب وہ خاموش ہوگیا ہے، وقت ضائع مت کر، اگر تو اس سے اور کچھ پوچھنا چاہتا ہے پوچھ۔"

اور میں نے ورجل سے کہا "نہیں۔ اب تو اس سے ایسی باتیں پوچھ جن سے میری تشفی ہو۔ کیوں کہ مجھے اس قدر تاسف معلوم ہو رہا ہے کہ میں کچھ پوچھ نہیں سکتا۔"

بس ورجل نے بات شروع کی "تیرے الفاظ جو درخواست کر رہے ہیں وہ پوری ہوگی۔ اے مقید روح اگر تیرا دل چاہے

تو ہم لوگوں سے بیان کر کہ اِن گانٹھوں میں روح کیسے قید کی جاتی ہے۔ اور اگر تو بتا سکتا ہے تو ہمیں بتا کہ کیا کوئی روح اپنے آپ کو کبھی اِن (درختوں کے) اعضا سے چھڑا بھی سکتی ہے؟"

تب وہ درخت زور سے سرسرایا اور اس سے جو ہوا نکلی وہ اِن الفاظ میں بدل گئی "تجھے مختصر جواب ملے گا۔

جب وحشت ناک روح زبردستی اپنے جسم کو پھاڑ کے باہر نکلتی ہے نومی نوس اسے ساتویں خلیج میں بھیجتا ہے۔

یہاں وہ جنگل میں گر پڑتی ہے۔ کوئی جگہ اس کے لیے چُنی نہیں جاتی۔ جہاں قسمت اسے پھینکے وہاں اس کی کونپلیں پھوٹ نکلتی ہیں، جیسے گیہوں کے دانے سے۔

پھر وہ بڑھ کے پودا بن جاتی ہے اور پھر مہیب سا درخت۔ ہارپیاں اس کے پتے کھا کھا کے اسے تکلیف دیتی ہیں، اور تکلیف کے نکلنے کے راستے (زخم) بناتی ہیں۔

دوسروں کی طرح ہمیں بھی (روزِ قیامت) اپنا لباس (جسمانی) ملے گا۔
لیکن ہم ابد تک کبھی اُسے پہن نہ پائیں گے۔ کیوں کہ یہ تو انصاف کی
بات نہیں کہ کسی شخص کو پھر سے وہ چیز ملے جو اُس نے خود اتار پھینکی ہو۔
ہم یہاں اپنے جسموں کو کھینچ لائیں گے اور اس محزون جنگل میں ہمارے
جسم لٹکائے جائیں گے۔ ہر جسم اپنی عذاب رسیدہ روح کے کانٹے دار
پیڑ پر لٹکا یا جائے گا۔"

[جاکومو اور لانو کی سزا] ہم ابھی اس پیڑ کی باتیں سُن ہی رہے تھے اور یہ
سمجھتے تھے کہ ابھی وہ اور باتیں کرے گا کہ ہمیں ایک طرح کے شور سے
حیرت ہوئی
جیسے کوئی بنڈیلے اور اس کے شکاریوں کو آتا سنے، جیسے جنگلی
جانوروں اور ٹوٹتی ہوئی شاخوں کی آواز آئے۔
اور ہم نے بائیں طرف دیکھا کہ دو ننگی اور نُچی کُھچی روحیں اس تیزی
سے سرپٹ دوڑ رہی ہیں کہ اُن کے راستے میں جنگل کی ہر شاخ ٹوٹ کے
گر رہی ہو۔
جو[1] آگے تھا اس نے کہا "ارے چل۔ ارے چل۔ وہ موت آئی"
اور دوسرا[2] جو اپنے آپ کو اتنا تیز نہیں پاتا تھا چلّا کے کہنے لگا "لانو
تیرے قدم توپو[3] کے کھیل میں بھی اتنے تیز نہ تھے۔"

---

[1] لانو Lano یہ شخص سی آنا کا رہنے والا تھا اور بیدردی سے دولت خرچ کرنے میں
مشہور تھا [2] جاکومو داسانت اندریا Jacomo da Sant Andrea اس کی
فضول خرچی اور بیدردی حد سے گزر گئی تھی، وہ دوسروں کی جایدادوں کو آگ لگا دیتا تھا اور اسی جرم میں
قتل کیا گیا [3] Toppo سے مراد Pieve del Toppe کا معرکہ ہے جہاں لانو نے جان بوجھ کے ۱۲۸۷ء میں جان دی۔

اور چوں کہ شاید اس کا دم ٹوٹ رہا تھا اس لیے وہ ایک جھاڑی
میں یوں چھپ گیا کہ گویا خود اسی کا ایک حصہ تھا۔

ان دونوں کے پیچھے جنگل تیز اور بے قرار شکاری کتیوں سے بھر گیا،
جو اُن شکاری کتوں کی سی تھیں جو اپنی رسّی تڑا کے کسی کے پیچھے بھاگے ہوں۔

وہ جو یوں (جھاڑی میں چھپا) بیٹھا تھا، اس کو انھوں نے اپنے دانتوں
میں دبوچا اور نوچ نوچ کے اس کے ٹکڑے کر دیے اس کے شکستہ اعضا
دبوچ لے گئیں۔

میرا رہبر ہاتھ پکڑ کے مجھے اس جھاڑی کے پاس لے گیا جو اپنے
خوں گشتہ زخموں کی زبان سے واویلا کر رہی تھی مگر لاحاصل۔

وہ[1] (جھاڑی) کہہ رہی تھی" اے جاکومو داسانت آندریا مجھے اپنا
پردہ بنانے سے تجھے کیا ملا؟ تیری گناہ گار زندگی کا مجھ پر کیا الزام؟''

میرا استاد اس کے پاس ٹھہر گیا اور پوچھنے لگا" تو کون ہے جس کے
اتنے بہت سے زخم ہیں، جن سے الم انگیز آہیں خون کے ساتھ پھوٹ
پھوٹ کے نکلتی ہیں؟"

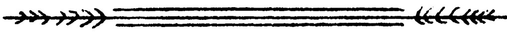
اور اس نے ہم لوگوں سے کہا" اے روحو تم نے آکے دیکھا کہ مجھے
کس بے رحمی سے نوچا پھاڑا گیا اور مجھ سے میری پتیاں نوچی گئیں۔

ان (ٹوٹی ہوئی پتیوں) کو اس آزردہ پودے کے تلے جمع کر دو۔ میں
اس شہر[2] کا رہنے والا ہوں جس نے اپنے پہلے مرشد یوحنا بپتسمی[3] کی پیروی کی،
جس کی وجہ سے مرّیخ[4]

---

[1] اس شخص کا بجز اس کے کچھ حال معلوم نہیں کہ وہ فلارنس کا رہنے والا تھا [2] فلارنس۔
دانتے کا وطن۔ [3] و [4] عیسائیت قبول کر لینے کے بعد اہلِ فلارنس نے (باقی صفحہ ۱۷۱ پر)

اپنے ہنر سے اس شہر کو ہمیشہ رنج پہنچاتا رہے گا۔ اگر دریاے آرنو
کی گزرگاہ پر اس مندر کے کچھ نشان باقی نہ رہے ہوتے۔
تو اُن لوگوں کی محنت رایگاں جاتی جنھوں نے اتی لا[لہ] کے رگشت و
خون کے بعد) چھوڑے ہوے خاکستر پر پھر سے اس مندر کو بنایا۔
میں نے خود پھانسی کو اپنا گھر بنایا"



(بقیہ صفحہ ۱۷۰) یوحنا بپتسمی کے نام پر ایک کلیسا بنایا۔ روایت ہے کہ یہ کلیسا اس مندر کو توڑ کے بنایا گیا جس میں پہلے جنگ کے دیوتا مریخ کی پرستش کی جاتی تھی کیوں کہ قبول عیسائیت سے پہلے مریخ ہی اہل فلارنس کا خاص دیوتا تھا۔ اس کے انتقام میں مریخ جو جنگ کا دیوتا تھا اہل فلارنس کو برابر لڑائیوں میں مبتلا رکھتا اور کبھی چین نہ لینے دیتا۔ لہ قبول عیسائیت سے بہت پہلے توتی لا Totila (نہ کہ Attila جیسا کہ دانتے نے غلطی سے لکھا ہے) فلارنس کو فتح کر کے شہر کو مسمار کر دیا تھا اور مریخ کا بت دریاے آرنو میں پھینک دیا تھا۔ یہ ٹوٹا ہوا بت نکال کے پھر سے مندر بنایا گیا۔ فلارنس میں عوام الناس کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر مریخ کا یہ مندر دوبارہ نہ بنایا جاتا تو فلارنس بھی دوبارہ نہ آباد ہو سکتا۔

چودھواں قطعہ

(ساتواں حلقہ، تیسرا حصہ) اپنے وطن (فلارنس) کی محبت نے مجھے
اس قدر مجبور کیا کہ میں نے وہ تمام بکھری ہوئی پتیاں اٹھا کے پھر سے
اس جھاڑی میں لگادیں، جس کی آواز اب بیٹھ چکی تھی۔
پھر ہم وہاں پہنچے جہاں دوسرے حصے کی حد ختم ہوتی ہے اور تیسرے
حصے کی حد شروع ہوتی ہے اور جہاں انصاف کا ایک بڑا ہی خوف ناک
طریقہ نظر آتا ہے۔
ان نئی چیزوں کو میں صاف صاف یوں بیان کرتا ہوں کہ ہم ایک
ایسے میدان میں پہنچے جس کے بستر سے کوئی پودا اٹھ نہیں سکتا۔
(یہ میدان) خودکشی کرنے والوں کے اداس جنگل کے حلقے سے گھرا ہوا
ہے۔ جیسے اُداس (خون کی ندی) اس اداس جنگل کے اطراف حلقے بنائے
ہوئے ہے۔ یہاں ہم میدان کے کنارے ٹھیر گئے۔
زمین ریتیلی تھی، ریت خشک اور موٹی تھی، بس ویسی ہی تھی جیسی
ریت کاتون [1] کے پیروں نے طے کی تھی۔
اے انتقام خداوندی، میری آنکھوں کو جو حالت نظر آئے، ہر ایک
جو انھیں پڑھے اُسے تجھ سے ڈرنا چاہیے۔
میں نے وہاں ننگی روحوں کے گلّے کے گلّے دیکھے جو بڑے افسوس سے
آہ و بکا کر رہے تھے اور ان کے لیے الگ الگ طریقے کی سزا تھی۔

---

[1] Caton یا Cato پومپی کی فوجوں کو لے کر لیبیا کے ریگستان سے گزرا تھا۔

کچھ تو زمین پر چت پڑے تھے، کچھ دبکے بیٹھے تھے اور کچھ مسلسل پھر رہے تھے۔

وہ لوگ جو پھر رہے تھے، تعداد میں سب سے زیادہ تھے، وہ جو چت پڑے ہوئے عذاب جھیل رہے تھے کم تھے، مگر تکلیف سے سب سے زیادہ وہی چلّاتے تھے۔

اس پورے ریتیلے میدان پر آہستہ آہستہ آگ کے پھیلتے ہوئے شعلے گر رہے تھے، اس طرح جیسے آلپ کے پہاڑوں پر برف گر رہی ہو اور ہوا نہ چلتی ہو۔

یا جیسے وہ پورے کے پورے شعلے جو سکندر نے ہندستان کے گرم خطوں میں زمین پر اور اپنی فوج پر گرتے دیکھے

اور وہ اپنے سپاہیوں کے ساتھ (گھوڑوں سے اتر پڑا اور) پیروں سے اس زمین کو کچلنا شروع کیا۔ کیوں کہ آگ کچلنے ہی سے فرو ہوتی ہے۔

یہاں اسی طرح ابدی آگ برستی تھی۔ جس کی وجہ سے ریت مشتعل ہو جاتی جیسے چقماق اور فولاد کے نیچے سوختہ۔ اس سے تکلیف دوہری ہو جاتی۔

(خدا کے خلاف تشدد) عذاب رسیدہ ہاتھوں کا رقص بے آرام تھا۔ کبھی وہ اِدھر ہلتے، کبھی اُدھر، اور نئی جلتی ہوئی آگ کو جسم سے ہٹاتے۔

میں نے کہا " آقا تو نے اُن سنگ دل شیاطین کے سوا جو ہمارے خلاف پھاٹک پر اسٹڈ کر آئے تھے، باقی سب پر فتح پائی ہے، یہ بتا کہ وہ عظیم روح[1] کس کی ہے، جس کو آگ کی پروا نہیں، اور جو اسی طرح

---

[1] کاپانو Capaneo یا Capaneus اُن سات (باقی صفحہ ۱۷۴ پر)

نخوت سے بھرا، اینٹھا ہوا پڑا ہو۔ کیا اس بارش میں وہ کھول نہیں رہا ہو؟'

اور خود وہ یہ دیکھ کر کہ میں نے اس کے متعلق اپنے رہبر سے سوال کیا ہو، کہنے لگا "میں زندگی میں جو کچھ تھا، مرنے کے بعد بھی وہی ہوں۔

جو وے[1] کا جی چاہے تو اپنے آہن گر کو تھکا مارے جس سے غصّے کے عالم میں اس نے وہ تیز بجلی کا نیزہ لیا تھا جس سے اپنی زندگی کے آخری روز میں چھد کر اکڑ گیا،

اور وہ ایک ایک کرکے مونجی بیلو[2] کی بھٹی پر اور بھی سب کو یہ چلا چلا کے بھگا کیوں نہ مارے کہ 'مدد مدد اچھے وُل کانو،[3]

جیسا کہ اس نے فلگرا[4] کی لڑائی میں کیا تھا، مجھ پر وہ اپنی پوری طاقت سے حملہ کیوں نہ کرے، لیکن اس انتقام سے اسے کبھی اطمینان نہ ہونے پائے گا۔"

تب میرے رہبر نے اتنے جوش سے جواب دیا کہ میں نے اُسے کبھی اس لہجے میں بات کرتے نہ سنا تھا" او کاپانیو، اس باعث کہ تیرا

(بقیہ صفحہ ۱۷۳) بادشاہوں میں سے ایک تھا جنھوں نے ہسپر تھیبس کا مقابلہ کیا یہ بادشاہ جوپیٹر (یونانی دیوتاؤں کے دیوتا) کی کوئی پروا نہ کرتا تھا اور اس سے مقابلے کی کوشش کرتا تھا [1] Giove انگریزی میں Jove یعنی یونانیوں کا سب سے بڑا دیوتا Jupiter جوپیٹر نے کاپانو کی سرکشی کی سزا میں اس پر بجلی گرائی، لیکن کاپانو مرنے کے لیے بھی نہیں گرا اسی طرح کھڑے کھڑے اسے موت آئی [2] مونجی بیلو Mongibello یعنی کوہ اٹنا Etna یونانیوں کا اعتقاد تھا کہ اس آتش فشاں پہاڑ پر ووُلکن یا رتھ وُل کانو Vulcano جوپیٹر کا لُہار اس کے لیے بجلیاں بناتا ہو [4] فلگرا Flegra کی لڑائی میں دیووں نے دیوتاؤں کے شہر اولمپس کو فتح کرنا چاہا تھا مگر جوپیٹر نے انھیں مار گرایا۔

غرور کم نہیں ہوتا

تیری سزا اور زیادہ بڑھی چڑھی ہے۔ تیری بکواس کے سوا کوئی اور عذاب تجھے اپنے غصّے کے برابر تکلیف نہیں پہنچا سکتا"

پھر میری طرف مخاطب ہو کے وہ نرم لہجے میں کہنے لگا "یہ اُن سات بادشاہوں میں سے ایک تھا جنھوں نے تےبے (تھیبس) کا محاصرہ کیا، تب، اور معلوم ہوتا ہے کہ اب بھی

وہ خدا کو کچھ نہیں سمجھتا، اور اس کا مقابلہ کرتا ہے، لیکن جیسا کہ میں نے کہا اس کی تبرّا بازی ایسا زیور ہے جو اسی کے سینے کو خوب زیب دیتا ہے۔

اب میرے پیچھے پیچھے آ۔ اس کا خیال رکھنا کہ جلتی ریت پر قدم نہ پڑنے پائے۔ کنارے کے جنگل ہی کے راستے چلا چل"

[جہنم کی ندّیاں] بالکل خاموش ہم ایک ایسی جگہ پہنچے جہاں ایک چھوٹی سی ندّی ملتی ہے، جو جنگل سے امنڈ کر آتی ہے اور جس کی ارغوانی سرخی یاد کر کے مجھے آج بھی کپکپی سی معلوم ہوتی ہے۔

جیسے بولی کانے[1] سے وہ چھوٹی سی ندی نکلتی ہے، جسے گناہ گار عورتیں آپس میں بانٹ لیتی ہیں۔ اس طرح کی یہ ندّی تھی جو ریت سے ہو کر گزرتی تھی۔

اس کی تہ اور اس کے دونوں کنارے تختوں کے سے اور پتھریلے تھے۔ اس سے میں سمجھا کہ یہیں ہمارا پار ہونے کا راستہ ہے۔

---

[1] Bulicame ایک چشمہ جس کا پانی گندھک کی وجہ سے سرخی مائل تھا، اس کا ایک حصّہ فاحشہ عورتوں کے غسل کے لیے مخصوص تھا۔

"جب سے ہم اس شیطانی شہر کے دروازے سے اندر داخل ہوئے
جس کے اندر داخل ہونے سے کوئی روک نہ سکا، میں نے تجھے بہت
سی چیزیں دکھائیں لیکن اُن میں سے
تیری آنکھوں نے کوئی چیز ایسی قابلِ دید نہیں دیکھی تھی، جیسی یہ
ندی، جو اُن تمام شعلوں کو بجھا دیتی ہے جو اس پر گرتے ہیں۔"
یہ میرے رہبر کے الفاظ تھے۔ تب میں نے اس سے درخواست
کی اس نے جس چیز کی اشتہا مجھے دی، اس کی خوراک بھی دے۔
اس پر اس نے کہا "سمندر کے بیچوں بیچ ایک غیر آباد ملک ہے جس کا
نام اقریطش[1] ہے اس کے بادشاہ[2] کے سائے میں ایک زمانے میں ساری
دنیا پاک تھی۔
وہاں ایک پہاڑ ہے جس کو ایڈا[3] کہتے ہیں، جو ایک زمانے میں
پانی اور سبزی سے مالا مال تھا۔ اب وہ ایسا ویران ہے جیسے کوئی
پرانا کھنڈر۔
پرانی ریا[4] نے اس کو وفاداری سے اپنے بیٹے کا جھولا بنانے
کے لیے انتخاب کیا، اور اس کو اور بھی زیادہ پوشیدہ رکھنے کے لیے
یہ انتظام کیا کہ جب وہ روئے تو کوئی اور بھی زور زور سے چیخے۔

---

[1] Crete [2] Saturn جو جوپیٹر کا باپ تھا اور یونانی علم الاصنام
میں جوپیٹر سے پہلے سب سے بڑا دیوتا تھا۔ اس کا دورِ حکومت عہدِ زریں کہلاتا ہے۔ [3] و
[4] Rhea سیٹرن کی بیوی تھی۔ پیشین گوئی تھی کہ ریا کے بطن سے ایک ایسا لڑکا پیدا
ہوگا جو اپنے باپ کو تخت سے اتارے گا۔ اسی لیے سیٹرن اپنی ہر اولاد کو
قتل کر دیتا تھا۔ جب جوپیٹر پیدا ہوا تو ریا نے کوہ ایڈا (باقی حاشیہ صفحہ ۱۷۷ پر)

پہاڑ میں ایک بڑا پیرمرد[۱] (کا مجسمہ) سیدھا کھڑا ہی، جس کے
شانے دامیے تا[۱] کی طرف اشارہ کرتے ہیں، اور جو روما کی طرف یوں
دیکھتا ہی گویا وہ اس کا آئینہ ہی۔

اس کا سر کھرے سونے کا بنا ہوا ہی۔ اس کا سینہ اور اس کے ہاتھ
خالص چاندی کے ہیں، درمیانی دھڑ تک باقی حصّہ پیتل کا ہی
وہاں سے لے کے پیر تک وہ سچے لوہے کا ہی۔ بجز اس کے کہ اس کا
سیدھا پیر پکی ہوئی مٹّی کا ہی اس کے بدن کا سارا وزن اسی پیر پر ہی
نہ کہ دوسرے پر۔

اُس حصّے کے سوا جو سونے کا بنا ہوا ہی اُس کے جسم کے ہر حصّے
میں چاک ہیں، جن سے آنسو ٹپکتے ہیں (یہ آنسو) ایک غار میں ٹپک ٹپک
کے جمع ہوتے ہیں۔

پھر چٹان در چٹان (آنسوؤں کا یہ سیل) نیچے گرتا ہی، یہاں تک
کہ اس وادی میں جمع ہوتا ہی۔ ان آنسوؤں سے اکی رونتے، استی بجے

(بقیہ صفحہ ۱۶۶) ہیں جو پیٹر کا گہوارہ لگوایا اور سے ٹرن کو دھوکا دینے کے لیے یہ انتظام
کیا کہ جب یہ بچہ روتا تو کوئی اور شخص بھی زور زور سے چیختا پکارتا کہ بچے کے رونے کی
آواز نہ آئے۔ اِس طرح جو پیٹر زندہ بچا اور آگے بڑھ کے اس نے باپ سے تخت
چھینا

[۱] اس پیرمرد کا مجسمہ گویا نسلِ انسانی کی سرگزشت کی
تمثیل ہی۔ چار دھاتیں، انسان کی زندگی کے چار دور ہیں۔ لوہے کے پیر سے روحانی قوت،
اور مٹّی کے پیر سے دنیاوی طاقت مراد ہیں۔ اس پیرمرد (انسان) کو دانتے نے جزیرۂ اقریطش میں
اس لیے کھڑا کیا ہی کہ یہ جزیرہ پرانی دنیا کے تمدن میں وسطی حیثیت رکھتا ہی۔ اس کے علاوہ ورجل نے
اے بنڈ میں بھی اسی قسم کا ایک اشارہ ہی Stige of Acheronte & Damiata

اور فلے جے تون تا[ا] (جہنم کی تین ندیاں) بنتی ہیں، اور پھر اس تنگ
نالی سے یہ پانی نیچے اترتا ہی۔

اور اس جگہ پہنچتا ہی جس سے نیچے کوئی اور جگہ نہیں۔ اور وہاں وہ
کوچی تو[۲] کی جھیل بناتا ہی۔ لیکن تو خود دیکھ لے گا کہ وہ جھیل کس طرح کی ہی
اس لیے اب میں اس کا ذکر نہیں کرتا۔"

اور میں نے اس سے پوچھا "اگر یہ چشمہ ہماری دنیا سے نکلا ہی تو
کیا وجہ ہی کہ وہ صرف یہیں (جہنم میں) ہمیں نظر آتا ہی؟"

اس نے مجھ سے کہا "تو جانتا ہی کہ یہ مقام مدوّر ہی۔ اور اگرچہ تو
مدام بائیں جانب پلٹتا، تہ کی طرف اترتا، بہت دور تک آگیا ہی
پھر بھی تو نے پورے دائرے کو طے نہیں کیا ہی۔ پس اگر ہمیں کوئی
نئی چیز نظر آئے تو اس کا اثر یہ نہ ہونا چاہیے کہ اس سے تیرے چہرے پر
تحیّر کا اثر ہو۔"

میں نے پھر کہا آقا فلے جے تون تے اور لے تے[۳] کہاں ہیں؟
کیوں کہ ان میں سے ایک ندی کا تو تو نے ذکر ہی نہیں کیا، اور دوسری
کے متعلق کہا کہ وہ اسی (آنسوؤں کی) بارش سے بنی ہی۔"

اس نے جواب دیا "تیرے سوالات سے مجھے بڑی خوشی ہوتی ہی۔

---

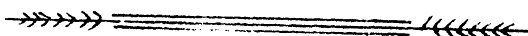
[۱] Flegetonta [۲] Cocito جہنم کا سب سے آخری طبقہ
جہاں ان ندیوں کا پانی گر کے ایک منجمد برفانی جھیل بناتا ہی۔ اس کا ذکر اس کتاب کے
آخری قطعوں میں آئے گا [۳] Lete یہ ندی انسان کے آنسوؤں سے نہیں نکلی اور
جہنم سے ہو کے نہیں بہتی۔ دانتے نے اس کا مقام اعراف تجویز کیا ہی۔ یہاں گناہ گار
اس وقت نہاتے ہیں جب ان کی خطائیں معاف کی جاتی ہیں۔

تیرے ایک سوال کا جواب (یہ کہ فلے جے تون تے کہاں ہو) تو یہی سُرخ ابلتا ہوا چشمہ ہو۔ اسے دیکھ لے۔

لے تے کو تو دیکھ لے گا، لیکن اس خلیج جہنم کے باہر اس جگہ جہاں روحیں اس وقت اپنے آپ کو دھوتی ہیں، جب ان کی توبہ قبول ہوتی ہو اور ان کا گناہ معاف ہوجاتا ہو۔"

پھر اس نے کہا "اب وقت آگیا ہو کہ ہم اس جنگل کو چھوڑیں۔ دیکھ میرے پیچھے پیچھے آ۔ کنارے کنارے۔ جہاں آگ نہیں برس رہی ہو اور ایک راستہ بنا ہوا ہو۔

ان کناروں پر ہر طرح کی آگ بجھ جاتی ہو۔"



پندرھواں قطعہ

[ساتواں حلقہ۔ تیسرا حصہ۔ مسلسل] اب ہم اس ندّی کے کڑاڑے دار کنارے پر چلے جا رہے تھے۔ ندّی سے جو دھنواں نکلتا تھا۔ اس سے اوپر سایہ سا تھا، جو ندّی اور اس کے کناروں پر چھایا ہوا تھا اور اسے آگ سے بچاتا تھا۔

جیسے فلیمنگ[1] لوگ بروژ[2] اور گوی تسانتے[3] کے درمیان، اس طوفان کے ڈر سے جو ان کی طرف جھپٹا ہوا آتا ہے، فصیلیں بناتے ہیں کہ سمندر کو روک سکیں

یا جیسے پیڈوا[4] کے باشندے برن تا[5] کے کنارے کنارے، قبل اس کے کہ کیارن تانا[6] پر گرمی کا اثر ہو، اپنے قریوں اور قلعوں کی حفاظت کا سامان کرتے ہیں۔

اس ندّی کے کنارے بھی اسی طرح کے بنے ہوئے تھے حالاں کہ جس مالک نے انھیں بنایا تھا انھیں اتنا اونچا، اتنا بلند نہیں بنایا تھا۔

---

[1] Fleming یا Flemish شمالی مشرقی بلجیم کے باشندے [2] Bruges بلجیم کا ایک شہر [3] Guizzane یہ فلینڈرس کے شہر Wissant کے نام کی اطالوی شکل ہے [4] Padua [5] برن تا (Brenta) شہر پیڈوا کے قریب ایک ندی۔ جب گرمیوں میں آلپ کا برف پگھلتا تھا تو اس ندی میں طغیانی آجاتی تھی جس سے بچنے کے لیے پیڈوا کے باشندے اونچے اونچے بند باندھتے تھے [6] Chiarentana اُس زمانے میں اس ریاست کے حدود پیڈوا تک پہنچتے تھے۔

ہم اب جنگل سے اس قدر دور آگئے تھے کہ اگر میں پلٹ کے اسے
دیکھنا چاہتا تو وہ مجھے نظر نہ آتا ۔

(وہ لوگ جنھوں نے فطرت کے خلاف تشدّد کیا ہے) ہم نے ارواح کے ایک
گروہ کو دیکھا جو کنارے کے قریب قریب آرہا تھا اور ان میں سے ہر ایک
نے ہماری طرف اس طرح دیکھا جیسے شام کے وقت لوگ
ایک دوسرے کو ہلال نمودار ہونے پر دیکھتے ہیں ۔ ہماری طرف
انھوں نے اپنی نگاہ اس طرح تیز کی ، جیسے کوئی معمر درزی اپنی سوئی کی
طرف غور سے دیکھے ۔

(برونتو لاتی نی) وہ گروہ ہمیں اس طرح دیکھ ہی رہا تھا کہ ان میں سے ایک[1]
نے مجھے پہچان کے میرا دامن پکڑ لیا اور کہا " بڑے تعجب کی بات ہے"
اور جب اس نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا تو میں نے بھی اس کے
جلے ہوئے چہرے پر اس غور سے نظریں جمائیں کہ باوجود اس کے
کہ اس کا چہرہ بھنا ہوا تھا
میں نے اسے پہچان لیا اور اس کی طرف سر جھکا کے جواب دیا

---

[1] برونتو لاتی نی Brunetto Latini کا شمار چند مشہور ترین اطالوی ادیبوں
اور سیاسوں میں تھا۔ یہ دانتے کا استاد شمار کیا جاتا ہے ۔ یہ گویلف جماعت کا ممتاز رکن تھا ۔
ایک بار سفیر بنا کے اندلس کے اسلامی دربار کو بھی بھیجا گیا ، اور بعض نقادوں کا خیال ہے
اس کی وجہ سے دانتے اسلامی روایات سے واقف ہو سکا جن سے اُسے 'طربیۂ خداوندی'
کی تشکیل میں بڑی مدد ملی۔ لاتی نی کی دو تصانیف بہت مشہور ہیں Livre deu
tresor ایک طرح کا خزینۂ معلومات ہے جو اس نے فرانسیسی میں تحریر کیا ۔ دوسری تصنیف
Tesoretto یا "خزینۂ مختصر" پہلی تصنیف کا خلاصہ ایک نظم کی صورت میں اور اطالوی میں ہے۔

"جناب برونیتو آپ یہاں؟"

اور وہ بولا "اے میرے فرزند ناراض نہ ہونا اگر برونیتو لاتی نی تھوڑی دیر کے لیے تیرے ساتھ لوٹ چلے اور اپنے ساتھیوں کو آگے بڑھ جانے دے۔"

اور میں:۔ "میں پورے زور سے آپ سے اس کی درخواست کرتا ہوں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں تھوڑی دیر آپ کے ساتھ بیٹھ کے باتیں کروں تو میں حاضر ہوں، بشرطیکہ اس کی بھی یہی مرضی ہو، جس کے جس کے ساتھ میں یہ سفر کر رہا ہوں۔"

اس نے کہا "اے میرے فرزند! اس گروہ میں جو شخص لحظہ بھر کے لیے ٹھیر جاتا ہے اُسے اس کے بعد سو سال تک یہ بھگتنا پڑتا ہے کہ جب آگ کے شعلے اس پر گرتے ہیں تو وہ ہوا بھی نہیں جھل سکتا۔

اس لیے چلا چل۔ میں تیرا دامن پکڑے اسی طرح چلتا رہوں گا۔ اور پھر اپنے گروہ میں جا کے مل جاؤں گا۔ میرا گروہ اپنے ابدی نقصانات کا ماتم کرتا ہوا برابر چلا جا رہا ہے۔"

اتنی ہمت نہ ہوئی کہ میں کنارے سے اتر کے اس کے ساتھ ساتھ (جلتی ریت پر) چلتا۔ لیکن میں تعظیماً سر جھکائے رہا

اس نے پوچھا "کون سا اتفاق یا تقدیر تجھے تیری زندگی کے آخری دن سے پہلے یہاں نیچے لے آئی؟ اور یہ کون ہے جو تجھے راستہ دکھاتا ہے؟"

میں نے کہا "وہاں اوپر جہاں زندگی صاف نمایاں ہے، زندگی کے دن ختم کرنے سے پہلے میں نے اپنے آپ کو ایک وادی میں گم پایا۔

کل ہی صبح کو میں نے زندہ دنیا کو چھوڑا، میں واپس ہی ہورہا تھا
کہ یہ (ورجل) نمودار ہوا۔ پھر اس راستے سے وہ گھر کی طرف میری
رہبری کرے گا۔"

اور اس نے (دلاتی نی نے) مجھ سے کہا" اگر تو اپنے ستارے کے
پیچھے پیچھے چلے گا تو یقیناً کسی عظیم الشان منزل تک پہنچے گا۔ جب مجھے
زندگی کی نعمت حاصل تھی تب یہ میری پیشین گوئی تھی۔

اور اگر میں اتنی جلدی نہ مرجاتا تو آسمان کو تجھ پر اس قدر مہربان
دیکھ کے اس کام میں ضرور تیرا دل بڑھاتا۔

لیکن وہ ناشکرے اور خبیث لوگ (اہلِ فلارنس) جو فی زولے[۱]
کی پہاڑیوں سے نیچے اترے اور جن میں اب تک پہاڑیوں اور
چٹانوں کا اثر باقی ہی

تیری نیکیوں کی وجہ سے تیرے دشمن بن جائیں گے اور اس کی
وجہ بھی ہی۔ ترش ناشپاتیوں کے جھنڈ میں اگر میٹھا انجیر پروان چڑھے
تو انھیں بھلا نہیں لگتا۔

دنیا میں قدیم سے یہ رائے چلی آتی ہی کہ وہ (اہلِ فلارنس) اندھے
ہیں۔ وہ کم ظرف اور حاسد اور مغرور ہیں۔ دیکھ اپنے آپ کو ان عادتوں سے
پاک رکھنا

تیری قسمت نے تیرے لیے وہ عزت کی جگہ مقرر کی ہی کہ دونوں
جماعتیں[۲] تجھے چاہیں گی، مگر بکری سے گھاس دور ہی رہے گی[۳]

---

[۱] Fiesole فلارنس کی نواح میں ایک پہاڑ [۲] دونوں جماعتیں یعنی سیاہ گویلف اور سفید گویلف [۳] یہ دانتے کی جلاوطنی کی طرف اشارہ ہی۔

نی زو لے کے درندوں کو غلاظت پھیلانے دے۔ اگر اس غلاظت میں کوئی پودا پھوٹ نکلے تو وہ اسے ہاتھ نہ لگانے پائیں گے

کیوں کہ اس پودے میں اہلِ روما کا بیج پھر سے نمودار ہی جو اس زمانے میں وہیں جمے رہے جب وہاں بغض کا نشیمن تعمیر ہو رہا تھا۔"

میں نے کہا " کاش کہ میری یہ تمنا پوری ہوتی کہ آپ کو جسمِ انسانی سے اس قدر جلا وطن نہ ہونا پڑتا۔

کیوں کہ آپ کی عزیز، پدرانہ صورت میرے دل پر نقش ہی، میری یاد پر حاوی ہی، جب آپ دنیا میں، ساعت بہ ساعت

مجھے یہ سکھاتے تھے کہ انسان کیوں کر ابدیت حاصل کر سکتا ہی۔ اور میری زبان کو یہی زیبا ہی کہ میں اپنی زندگی میں اس تشکّر کا اظہار کروں جو میں محسوس کرتا ہوں۔

میری تقدیر کے متعلق آپ نے جو کچھ کہا ہی، میں لکھے لیتا ہوں۔ اور ایک دوسرے متن کے ساتھ اسے محفوظ رکھوں گا تاکہ اگر میں ایک خاتون[1] کے پاس پہنچ سکوں تو وہ اس پر اپنی رائے دے۔

میں آپ کو صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اگر میرا ضمیر مجھے ملامت نہ کرے تو میری قسمت کو جو منظور ہی میں اس کے لیے بالکل تیار رہوں۔

یہ پیشین گوئی میرے لیے نئی نہیں۔ قسمت جس طرح چاہے اپنے پہیے کو گھمائے اور گنوار (اہلِ فلارنس) جیسے چاہیں اپنی چنائی گھمائیں۔"

---

[1] بیا تریچے

اس پر میرا آقا (ورجل) سیدھی طرف مڑا اور میری طرف دیکھ کے کہنے لگا
"اچھی طرح وہ سنتا ہے جو ذہن نشین بھی کرلیتا ہے۔
پھر بھی میں سَر برونیتو سے باتیں کرتا ہی رہا اور پوچھا کہ
اس کے ساتھیوں میں سب سے زیادہ مشہور اور بلند مرتبہ
کون لوگ ہیں۔

اور اس نے کہا "ان میں سے کچھ کو جاننا اچھا ہے۔ باقی کی
حد تک خاموشی بہتر ہے کیوں کہ اتنا وقت نہیں کہ زیادہ باتیں
کی جاسکیں

مختصر یہ جان کہ یہ سب یا تو پادری تھے یا بڑے بڑے علما۔
اور بڑی شہرت رکھتے تھے لیکن دنیا میں اسی ایک گناہ کی وجہ
سے ذلیل ہوے

اس بدنصیب مجمع میں پرسین[۱] ہے اور فرانچسکو داکورسو بھی[۲]۔ اور
اگر اس قسم کی غلاظت تجھے پسند ہے تو یہاں اس کو[۳] بھی دیکھ سکتا ہے جسے
خادم الخدام[۴] نے آرنو سے تبادلہ کرکے باکی لی یو[۵] نے بھیجا۔ جہاں

---

[۱] Priscian ایک مشہور عالم اور علمِ قواعدِ زبان کا ماہر۔

[۲] Francesco d'Accorso ایک بڑا مشہور عالم قانون جو
جامعاتِ بولونیا اور آکسفرڈ میں استاد تھا [۳] Andrea dei mozzi
آندریا دے ئی موتسی۔ ایک اسقفِ اعظم جو فلارنس کا رہنے والا تھا [۴] خادم الخدام
یا پاے اعظم کا لقب تھا یہاں بونی فاتسیو ہشتم مراد ہے جس نے آندریا کو فلارنس سے
جو آرنو پر واقع ہے تبادلہ کرکے وچن تسا بھیجا جو باکی لیو نے کے کنارے آباد ہے [۵] Bacchiglione
کے کنارے قصبۂ وچن تسا آباد ہے۔ جہاں آندریا کا تبادلہ کیا گیا تھا۔

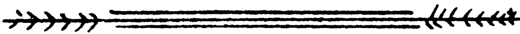
اس نے اپنے سختی جھیلے ہوئے اعصاب کا ساتھ چھوڑا۔

میں اور بھی باتیں کرتا، لیکن نہ مجھے زیادہ ٹھیرنا چاہیے نہ باتیں کرنی، کیوں کہ میں اس ریت کے صحرائے عظیم میں نیا دھنواں اٹھتا دیکھ رہا ہوں۔

ایسے لوگ آرہے ہیں جن کا میرا ساتھ ہو نہیں سکتا۔ میری کتاب "خزینہ" کو عزیز رکھ جس کی وجہ سے میرا نام زندہ ہے۔ اس سے زیادہ میں کچھ نہیں چاہتا"

پھر وہ لوٹا جیسے ویرونا کے کھلے ہوئے کھیتوں میں لوگ سبز کپڑے والی دوڑ[1] دوڑتے ہیں اور معلوم ہوتا تھا کہ وہ جیت گیا۔ وہ ہارا ہوا نہیں معلوم ہوتا تھا۔

[1] لینٹ کے تہوار کے پہلے اتوار کو ویرونا میں کسانوں اور عوام کی ایک دوڑ ہوتی تھی جو جیتتا تھا اُسے ایک سبز کپڑا انعام میں ملتا تھا۔



سولھواں قطعہ

(ساتواں حلقہ تیسرا حصہ مسلسل) میں اب ایک ایسے مقام پر پہنچ گیا تھا
جہاں دوسرے حلقے میں پانی کے گرنے کا شور اس طرح سنائی دے رہا
تھا جیسے شہد کی مکھیوں کے چھتے کے پاس بھنبھنانے کی آواز۔
(فطرت کے خلاف تشدد کرنے والے) کہ اتنے میں تین روحیں ایک
ایسے گروہ کو چھوڑ کر دوڑتی ہوئی آئیں جو اس تیز عذاب کی بارش میں
سفر کر رہا تھا۔

وہ ہماری طرف آئیں اور ہر ایک نے کہا "ٹھیر جا کہ تو لباس سے
ہمارے گم راہ ملک کا رہنے والا معلوم ہوتا ہے"

آہ میں نے کیسے کیسے زخم اُن کے اعضا پر لگے دیکھے۔ کچھ تازے
تھے، کچھ پرانے۔ ہر ایک زخم شعلے کی سوزش کا نشان تھا۔ اب بھی
جب مجھے ان کا خیال آتا ہے تو تکلیف ہوتی ہے۔

میرے استاد نے ان کی باتیں سنیں تو میری طرف رُخ کر کے کہا
"ٹھیر جا ان لوگوں سے اخلاق برتنا چاہیے،

اور اگر اس جگہ کی مناسبت سے آگ نہ برستی ہوتی تو میں کہتا کہ
پیش قدمی کر کے ان سے مل"

جب ہم ٹھیر گئے تو انھوں نے پھر سے اسی طرح گریہ وزاری شروع
کی۔ اور جب وہ ہمارے پاس پہنچے تو تینوں مل کے چکر کاٹنے لگے[1]

---

[1] اس لیے اس ریت پر ایک لحظہ ٹھیرنے کی سزا یہ تھی کہ گناہ گار (بقیہ صفحہ ۱۸۸ پر)

جیسے کسی زمانے میں برہنہ، مالش شدہ سورما چکر کاٹا کرتے تھے
تاکہ ایک دوسرے پر حملہ اور تیغ آزمائی سے پہلے ایک دوسرے کے
داؤ پیچ پہچانیں

اس طرح یہ (تینوں) چکر کاٹ رہے تھے، ہر ایک کا رُخ میری
طرف تھا، یعنی گردن کا رُخ پیروں کے رُخ کے مخالف تھا۔

اور ان میں سے ایک نے کہنا شروع کیا "اگر اس چٹیل میدان
کی تکلیف اور ہماری زخم رسیدہ اور جلی بھنی شکلوں کو دیکھ کے تو ہم کو اور ہماری
التجاؤں کو ذلیل سمجھے

تو کاش ہماری شہرت کا اثر تجھے متاثر کرے کہ تو اپنا نام بتائے
تو زندہ پیروں سے جہنم میں یوں چلتا پھرتا ہے

وہ جس کے پیچھے پیچھے میں یوں چل رہا ہوں وہ اگرچہ کہ برہنہ ہے
اور اس کی کھال تک ادھڑ چکی ہے لیکن اس کا مرتبہ جتنا تو سمجھتا ہے
اس سے کہیں اونچا تھا۔

وہ نیک گوال دارداؔ[1] کا پوتا تھا اس کا نام گویدو گیراؔ[2] تھا
اور اپنی زندگی میں اس نے سیاست اور تیغ آزمائی کا کام بہت
انجام دیا۔

دوسرا جو میرے پیچھے ریت پر چل رہا ہے تیگ یائیو الدو براندیؔ[3] ہے،

(بقیہ صفحہ ۱۸۷) سو سال تک شعلوں کی بارش میں اپنے جسم کو جھلسا بھی نہیں سکتا تھا۔ اس لیے
بجائے ٹھیرنے کے یہ روحیں دانتے سے باتیں کرتے کرتے چکر کاٹتی رہیں۔ [1] ایک بڑی
حسین عورت Gualdarda [2] Guido Guerra گویلف جماعت کا ایک
نامی رُکن [3] Teggbiaio Aldobrandi گویلف جماعت کا ایک نام ور رکن۔

جو دُنیا میں ہمیشہ شکر کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔

اور میں جو عذاب میں ان کا شریک ہوں (زندگی میں) جاکوپو رستی کو[1] تھا اور یقین جانو کہ ہر چیز سے زیادہ میری وحشی بیوی نے سب سے کاری زخم لگایا۔"

اگر میں آگ سے محفوظ رہ سکتا تو میں ضرور ان کے پاس جا پہنچتا اور اُن میں جا ملتا، اور میں سمجھتا ہوں کہ میرا استاد بھی اس کی اجازت دیتا۔ لیکن چوں کہ میرا جل بھن جانا یقینی تھا، اس لیے خوف میری اس نیک خواہش پر غالب آگیا اور میں اُن سے مل بھی نہ سکا۔

پھر میں نے کہنا شروع کیا "تمھاری حالت دیکھ کے میرے دل میں تحقیر کا نہیں بلکہ رنج کا جذبہ پیدا ہوا ہے اور ایسا شدید جذبہ کہ یہ جلد زائل نہ ہوگا۔

(یہ جذبہ میں نے) اسی وقت محسوس کیا تھا) جب میرے استاد نے مجھے بتایا کہ تم لوگ ادھر آرہے ہو۔

میں تمھارے ہی شہر (فلارنس) رہنے والا ہوں۔ ہمیشہ محبت سے میں نے تمھارے کارنامے سنے اور بیان کیے اور تمھارے ناموں کی عزت کی ہے۔

میں تلخ کو چھوڑتا ہوں اور اس رطب کی طرف جاتا ہوں جس کا میرے سچّے رہبر نے وعدہ کیا ہے لیکن پہلے یہ ضروری ہے کہ میں (مرکزِ دُنیا) کی طرف واپس جاؤں۔"

---

[1] Jacopo Rusticucci معمولی طبقے کا ایک بہادر آدمی جس کا وطن فلارنس تھا اس کی بیوی اس قدر تیز مزاج تھی کہ اس کی گمراہی کا باعث بنی۔

اُس نے (رُستی کوچی سنے) جواب دیا " خدا کرے بہت دن تیری روح تیرے اعضا کو سلامت رکھے، اور تیرے بعد تیری شہرت چمکتی رہے۔

(فلارنس) بتا کہ حسنِ اخلاق اور شجاعت اب ہمارے شہر میں پہلے کی طرح باقی ہیں یا بالکل فنا ہو گئے؟

کیوں کہ جوئیلمو بورسیسرے[1] جو تھوڑے عرصے سے یہاں عذاب جھیل رہا ہی، اور ہمارے ساتھیوں کے ساتھ سفر کر رہا ہی، ہمیں ایسی سناتا ہی جن سے سخت اذیّت ہوتی ہی"

"اے فلارنس، نَو دولتوں اور ان کے نئے منافعوں نے تجھے غرور اور بے اعتدالی میں مبتلا کر دیا ہی۔ یہاں تک کہ ابھی سے تو نے اپنی قسمت کو رونا شروع کر دیا ہی"

میں نے سر اٹھا کے، چلّا کے یہ جواب دیا۔ اور تینوں جو اس جملے کو میرا جواب سمجھے، مڑ کے ایک دوسرے کو اس طرح دیکھنے لگے۔ جیسے لوگ ایک دوسرے کو اس وقت دیکھتے ہیں جب کوئی سچّی خبر سنتے ہیں۔

ان تینوں نے جواب دیا " اگر دوسروں کو تو اتنی آسانی سے خوش کر سکتا ہی اور اگر تو اتنا خوش نصیب ہی کہ جو چاہتا ہی کہہ سکتا ہی

تو جب تو (جہنّم کے) ان تاریک خطّوں سے باہر نکلے اور واپس جا کے پھر پیارے پیارے ستاروں کو دیکھے اور جب خوش ہو کے تو یہ کہہ سکے کہ میں (وہاں گیا) تھا،

---

[1] Guglielmo Borsiere جیسا کہ نام سے ظاہر ہی۔ اس شخص کا کام تھیلیاں بنانا تھا لیکن اس نے اپنا پیشہ ترک کر کے عیش و عشرت میں زندگی تباہ کی۔

تو دیکھ انسانوں سے ہمارا بھی ذکر کرنا" یہ کہہ کے انھوں نے پہیوں کی طرح چکر کاٹنا چھوڑا اور اس تیزی سے واپس دوڑے کہ ان کے پیر پَر معلوم ہوتے تھے۔

وہ اس تیزی سے غائب ہوئے کہ اس عرصے میں کوئی لفظ "آمین" بھی کہہ نہ سکتا تھا۔ اس پر میرے استاد نے آگے بڑھنے کا قصد کیا۔

میں اس کے پیچھے پیچھے ہو لیا ہم تھوڑی دور اور بڑھے تھے کہ پانی کا شور اتنا تیز ہو گیا کہ اگر ہم آپس میں باتیں کرتے تو ایک دوسرے کے الفاظ نہ سمجھ سکتے۔

جس طرح وہ ندی[1] جو مونتے ویسو[2] سے مشرق کی طرف کو وہ
اپے نی نو[3] کے بائیں دامن میں بہتی ہے
جو اپنے نچلے بستر میں اترنے سے پہلے، بلندی پر اکوا کے تا[4]
کہلاتی ہے اور فورلی[5] پہنچنے پر یہ نام اس سے چھن جاتا ہے۔
سان بنے دیتو[6] پر پہاڑ سے شور مچاتی ہوئی نیچے گرتی ہے اور
ایسا آبشار بناتی ہے کہ جس کے نیچے ہزاروں آدمی پناہ لے سکیں۔

اسی طرح ہم نے اس رنگین آب جو کو ایک کھڑی چٹان سے نیچے گر کے شور مچاتے دیکھا اور اس کا شور اتنا تھا کہ تھوڑی دیر میں کان سُن ہو جاتے۔

میں اپنی کمر کے گرد ایک طناب پہنے تھا، کیوں کہ کچھ عرصے قبل میں نے رنگین چمڑے والے تیندوے کا شکار کھیلنے کا ارادہ

---

[1] دریائے مون تونے Montone [2] Monte viso [3] Apennino

[4] Acquacheta [5] Forli [6] San Benedetto

کیا تھا۔

جب میں اپنے رہ نما کے حکم کے بموجب اس کو اپنی کمر سے کھول چکا تو میں نے اپنے رہ نما کو وہ رسّی اسی طرح بل کھائی حوالے کی۔

وہ سیدھی جانب جھکا اور کنارے سے کچھ دور کھڑے ہوکر اس نے وہ رسّی گہری کڑاڑوں والی خلیج میں پھینکی۔

میں نے اپنے دل میں کہا "ضرور کوئی عجیب چیز اس نئے اشارے کا جواب دے گی اور اسی لیے میرا آقا اس طرف نظر جمائے ہے۔"

آہ۔ وہ لوگ عالی فکر ہوتے ہیں جو نہ صرف عمل کو دیکھتے ہیں بلکہ اپنی فراست سے خیالات تک کو تاڑ جاتے ہیں۔

اُس نے (ورجل نے) مجھ سے کہا "میں جس چیز کی توقع کر رہا ہوں وہ بہت جلد اوپر آئے گی اور تیرے خیالات جو خواب دیکھ رہے ہیں، تیری آنکھیں بہت جلد وہی دیکھ لیں گی۔"

انسان کو چاہیے کہ ایسی سچی بات کہتے ہوئے جس پر جھوٹ کا دھوکا ہو خاموش ہو جائے، یا جہاں تک ممکن ہو خاموش رہے۔ کیوں کہ اگرچہ وہ (درحقیقت) موردِ الزام نہیں ہوتا لیکن اسے ملامت کی جا سکتی ہے۔

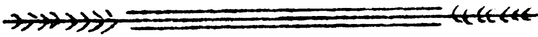
لیکن میں اس موقع پر خاموش نہیں رہ سکتا۔ اور اے ناظر میں تجھ سے اس کتاب کے نغموں کی قسم کھا کے کہتا ہوں ــــ خدا کرے ان نغموں کو ہمیشہ قبولِ عام حاصل رہے

کہ میں نے اس تاریک بھاری ہوا میں ایک ایسی شکل کو اوپر

تیرتے آتے دیکھا جو ہر مضبوط سے مضبوط دل کو عجیب معلوم ہوتی تھی۔

وہ یوں تیرتی ہوئی آئی جیسے کوئی لنگر اٹھانے کے لیے غوطہ لگا کے گیا ہو؛ ایسا لنگر اٹھانے کے لیے گیا ہو جو کسی چٹان میں یا سمندر کی کسی اور چھپی ہوئی چیز میں پھنس گیا ہو۔

اور پھر وہ ہاتھ پھیلاتا ہوا اور جسم کے پانو اٹھاتا ہوا اوپر اُبھرے۔



سترھواں قطعہ

(ساتواں حلقہ تیسرا حصہ) "اُس وحشی جانور (جیریون)[1] کو تو دیکھو، جس کی دُم
نوک دار ہے، جو پہاڑوں سے ہو کے گزرتا ہے اور دیواروں اور
ہتھیاروں کو توڑ کے پار ہو جاتا ہے، اس کو دیکھو جو ساری دُنیا کو گندہ
کرتا ہے۔"

(جیریون) میرے رہبر نے مجھ سے یوں کہنا شروع کیا اور اسے (اُس
جانور کو) اشارہ کیا کہ وہ کنارے پر ہمارے پتھریلے راستے کے ختم پر
آجائے۔

اور فریب کا وہ ناپاک مجسمہ (جیریون) آگے بڑھا۔ اپنا سر اور
سینہ خشکی پر رکھا، لیکن اپنی دُم اٹھا کر ساحل پر نہیں رکھی۔

اس کی صورت منصف مزاج آدمی کی تھی اور بہ ظاہر بڑا ہی حلیم
معلوم ہوتا تھا لیکن باقی جسم سانپ کا سا تھا۔ اس کے دو پنجے تھے۔
بغل تک گھنے بال تھے۔ گردن اور سینے اور کمر پر رنگ برنگ کی گرہیں
اور چھوٹے چھوٹے حلقے بنے ہوئے تھے۔

تاتاریوں اور ترکوں نے کبھی ایسے رنگ برنگ کے نقش کپڑے پر
نہ کاڑھے ہوں گے اور نہ اراکنے[2] نے کبھی اپنے چرخے پر ایسے جامے

---

[1] Geryon یونانی علم الاصنام میں یہ ایک ہسپانوی بادشاہ تھا جو اجنبیوں کو دھوکا دے کے بلاتا اور قتل کرتا۔ یہ ہرقلیس کے ہاتھوں مارا گیا۔ ورجل نے اسے ایک دیو قرار دیا ہے جس کے تین جسم تھے۔ دانتے نے اس کی شکل زیادہ تر انجیل سے مستعار لی ہے۔

[2] Aracne

کاتتے ہوں گے۔

جیسے کبھی ساحل پر ڈونگیاں اس طرح پڑی ہوتی ہیں کہ نصف پانی میں ہوتی ہیں اور نصف زمین پر۔ یا جیسے لڑائی کے وقت بسیار خور جرمنوں کا خود۔

اسی طرح وہ بہترین قسم کا وحشی جانور اُس کنارے پر پڑا تھا جو اس بڑے ریگستان کا پتھر سے حاشیہ بناتا تھا۔

خلا میں اس کی دُم چمک رہی تھی اور ڈنک کی طرح اوپر اٹھی ہوئی تھی۔ بچھو کی ڈنک کی طرح اس کے سرے پر جراحت کا سامان تھا۔

میرے رہبر نے کہا "اب ہمیں ذرا مڑکے وہاں جانا پڑے گا جہاں یہ خبیث جانور پڑا ہوا ہے"۔

ہم سیدھی طرف ذرا نیچے اُترے اور دس قدم کونے کی طرف بڑھے کہ ریت اور شعلوں سے بھی بچ سکیں۔

اور جب ہم اس (جانور) کے پاس پہنچے تو ریت پر میں نے کچھ اور آگے، کچھ لوگوں کو ایک خالی حصّے میں بیٹھا دیکھا۔

یہاں میرے آقا نے مجھ سے کہا "اس خاطر کہ تجھے اس حلقے کا پورا پورا علم ہو جائے ان لوگوں کی حالت دیکھ۔

(ہنر کے خلاف تشدد کرنے والے سود خوار) ان سے اختصار سے گفتگو کرنا۔ اس عرصے میں میں اس جانور سے بات چیت کروں گا کہ یہ ہمیں اپنے مضبوط کاندھوں پر اٹھائے"۔

اس طرح ساتویں حلقے کی آخری حد پر اُس جگہ جہاں یہ بدنصیب لوگ بیٹھے ہوئے تھے، میں تن تنہا پہنچا۔

آنکھوں سے ان کی تکلیف پھٹی پڑتی تھی۔ ہاتھوں سے، کبھی اِدھر
کبھی اُدھر، وہ شعلوں کو ہٹاتے، کبھی جلتی ہوئی ریت کو۔

جیسے گرمیوں میں جب کتّوں کو مکھیاں یا پسّو دق کرتے ہیں تو وہ
کبھی اپنے منہ سے، کبھی پنجے سے اپنے آپ کو بچاتے ہیں۔

جن لوگوں پر وہ اذیت رساں آگ گر رہی تھی ان میں سے کئی کے
چہروں کو میں نے غور سے دیکھا۔ اُن میں سے کسی کو نہ پہچانا لیکن میں نے
یہ ضرور دیکھا

کہ ہر ایک کی گردن سے ایک تھیلی لٹک رہی تھی۔ ہر تھیلی کا ایک
خاص رنگ تھا، اور اس پر ایک خاص طرح کی مہر لگی ہوئی تھی۔ اور
معلوم ہوتا تھا کہ ان کی نظر اسی سے سیر ہو رہی ہے۔

اور جب میں دیکھتا ہوا بڑھا تو میں نے ایک زرد تھیلی پر نیلی مُہر
دیکھی جس پر شیر کی صورت[1] نقش تھی۔

میری نظر اس کام میں مصروف تھی کہ میں نے ایک اور تھیلی دیکھی
خون کی طرح سرخ، جس پر مکھن سے زیادہ سفید ہنس[2] کی تصویر تھی۔

ایک اور شخص نے جس کی رُوپہلی تھیلی پر نیلی اور بانجھ مادۂ خنزیر[3] کی
مہر لگی ہوئی تھی، مجھ سے کہا "تو اس خندق میں کیا کر رہا ہے۔

یہاں سے چلا جا اور چوں کہ تو ابھی زندہ ہے یہ جان لے کہ میرا ہم سایہ

---

[1] فلارنس کے سیاہ گویلف Gianfigliazzi اور مشہور سود خوار کا خاندانی نشان شیر کی صورت تھا [2] فلارنس کے خاندان Ubbriachi کا خاندانی نشان۔

[3] یہ شخص پیدووا کا باشندہ Rinaldo de' Scrovegni ہے جس کا خاندانی نشان مادۂ خنزیر کی تصویر تھی۔

وتالیانو[۵۱] یہاں میرے بائیں جانب بیٹھے گا۔

ان سب اہلِ فلارنس کے درمیان میں اکیلا پیڈووا کا رہنے والا ہوں۔ بار بار وہ یہ چلا چلا کے میرے کان پھاڑتے ہیں کہ اس نام ور دل کے سرتاج کو آنے دو جو تین بکروں والی[۵۲] تھیلی لائے گا!"

پھر اس نے اپنا منہ مڑوڑا اور اپنی زبان اُس بیل کی طرح باہر نکالی جو اپنی ناک چاٹتا ہے۔

اور میں اس ڈر سے کہ اگر میں زیادہ ٹھیروں تو وہ ناراض ہوگا جس نے مجھے کم ٹھیرنے کی تاکید کی تھی، ان آگ سے تھکی ہوئی روحوں کو چھوڑ کے واپس ہوا۔

(ساتویں حلقے سے آٹھویں حلقے کا سفر) میں نے دیکھا کہ میرا رہبر اُس خوف ناک جانور کی پشت پر سوار ہو چکا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا "اب دل کڑا کر۔ اور زرا ہمت سے کام لے

کیوں کہ ہمارے نیچے اترنے کی بس ایک یہی سیڑھی ہے۔ تو چڑھ کے سامنے بیٹھ۔ کیوں کہ میں چاہتا ہوں کہ میں بیچ میں بیٹھوں اور اس جانور کی دُم تجھے گزند نہ پہنچا سکے"۔

جیسے وہ شخص جسے چوتھیا بخار کا لرزہ چڑھنے والا ہو۔ اور اس کے ناخن پیلے پڑ چکے ہوں، اور اس پر لرزہ طاری ہونے والا ہو مگر اس کا سایہ حرکت نہ کرے

اُن الفاظ کو سن کے میرا کچھ یہی حال ہوا۔ لیکن اس کی دھمکیوں سے

---

[۵۱] Vitaliano پیڈووا ایک اور سود خوار [۵۲] یہ نشان فلارنس کے ایک مشہور سود خوار Giovanni Buiamente de bicci کا تھا۔

میں نے وہ شرم محسوس کی جس کی وجہ سے نوکر اپنے عالی قدر آقا کی موجودگی میں بہادر بن جاتا ہے۔

میں اس دیو ہیکل جانور کے کاندھوں پر بیٹھنا چاہتا تھا۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ دیکھ تو مجھے پکڑے رہنا۔ مگر میرا خیال آواز بن کے نہ نکل سکا۔

مگر وہ (ورجل) جس نے اور موقعوں پر اور مشکلوں میں میری مدد کی تھی، میرے سوار ہوتے ہی، دونوں بازوؤں سے مجھ سے لپٹ گیا اور مجھے سنبھالے رہا۔

پھر اس نے کہا "جیریون۔ اب چل۔ بڑے بڑے چکر لگا، اور آہستہ آہستہ اتر۔ اس کا خیال رکھنا کہ تو غیر معمولی بوجھ اٹھائے ہے"

جیسے کشتی کبھی اپنی جگہ سے پلٹ کے پیچھے ہی پیچھے کی سمت چلتی ہے، اسی طرح وہ دیو پیکر جانور وہاں سے اس وقت روانہ ہوا جب اس نے اپنے آپ کو بالکل آزاد پایا۔

اس نے اپنے سینے تک اپنی دم اٹھائی مچھلی کی طرح اس کو جنبش دی اپنے پنجوں سے وہ ہوا کو سمیٹتا جاتا۔

میں سمجھتا ہوں کہ جب فےتون[ل] نے اپنی لگام چھوڑ دی تھی جس کی وجہ سے ابھی تک ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آسمان جل گیا ہے، اس وقت

ل Feton (Phaeton) سورج کے دیوتا اپالو کا بیٹا تھا چوں کہ اس کے نسب کی صحت پر شبہہ کیا جاتا تھا اس لیے اس نے اپالو سے اجازت چاہی کہ ایک دن سورج کی گاڑی خود چلائے۔ لیکن وہ اس قدر کم زور تھا کہ سورج پر قابو نہ رکھ سکا اور آسمان کا ایک حصہ جل گیا جو اب کہکشاں کہلاتا ہے (یونانی علم الاصنام)

بھی اسے اتنا خوف محسوس نہ ہوا ہوگا
یا جب بچارے اِکارو[1] کی کمر کی کھال موم کے پگھلنے کی وجہ سے
ادھڑ رہی تھی اور اس کا باپ چلّا کے اس سے کہہ رہا تھا " تو بُرے راستے
پر چل رہا ہے "
مجھے اتنا خوف محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے اپنے کو چاروں طرف ہوا میں
دیکھا اور دیکھا کہ نظر سے اس جانور کے سوا ہر چیز چُھپ گئی۔
وہ آہستہ آہستہ ہوا میں تیرتا چلا گیا۔ چکّر لگا کے اُترا۔ لیکن اگر نیچے
سے میرے چہرے پر ہَوا کا جھونکا نہ لگتا تو مجھے یہ محسوس ہوتا۔
سیدھے ہاتھ پر میں نے نیچے ایک گرداب کے شور کی آواز سنی
جس پر نظریں جما کے میں نے سَر آگے بڑھایا۔
تب نیچے اترتے میں مجھے اور بھی ڈر معلوم ہوا کیوں کہ میں نے
جا بجا آگ پھیلی دیکھی اور فریاد و زاری کی ایسی صدائیں سُنیں کہ میں
کانپ اٹھا۔
اور تب میں نے دیکھا ــــــ کیوں کہ اس سے پہلے میں نے
نہیں دیکھا تھا ــــــ کہ کس طرح وہ جانور چکّر لگاتا ہوا نیچے اتر رہا ہے۔
اُن عظیم عذابوں کے پاس جو اب ہر طرف قریب معلوم ہو رہے تھے۔
جیسے شکرہ جو بہت دیر تک پَر تولے اڑتا رہے، اور جب وہ

---

[1] Icaro (Icarius) کو اس کے باپ Daedalus نے دو پَر
بنا دیے اور انھیں موم سے اس کے جسم سے جوڑ دیا۔ وہ اڑتا ہوا سورج کے قریب
پہنچا۔ گرمی سے موم پگھل گیا اور پَر ٹوٹ کے گر پڑے تو وہ بھی سمندر میں گر کے غرق
ہو گیا۔ (یونانی علم الاصنام)

اُترنے لگے تو اُس کے پنجے میں کسی چڑیا یا شکار کو نہ دیکھ کے شکرہ باز
چلاّ اُٹھے "آہ آہ، تو اُتر رہا ہے ——"

اور وہ تھکا ماندہ اُترے۔ پھر تیزی سے کئی چکّر کاٹے اور اپنے
مالک سے ناراض اور خشمگیں کہیں دور جا بیٹھے۔

اسی طرح جیریون نے نشیب میں ہمیں ایک ٹوٹی پھوٹی چٹان
کے پاس اُتارا۔ اور ہمارے وزن سے نجات پا کے یوں اُڑا
جیسے کمان سے تیر۔

اٹھارھواں قطعہ

(آٹھواں حلقہ) جہنم میں ایک جگہ ہے جسے مالے بول جے[1] کہتے ہیں، جو پوری آہنی رنگ کے پتھر کی بنی ہوئی ہے، اور اس کے اطراف جو فصیل ہے وہ بھی ایسی ہی ہے۔

اس دہشت ناک مقام کے بیچوں بیچ ایک کنواں ہے بڑا ہی چوڑا اور گہرا اس کی تعمیر اور شکل کا حال میں اس وقت بیان کروں گا جب اس کا موقع ہوگا۔

باقی احاطہ جو (بیرونی فصیل) اور (بیچوں بیچ کے) کنویں کے اونچے چٹان والے کنارے کے درمیان ہے، گول (دائرہ نما) ہے، اور اس کی تہ دس وادیوں (خندقوں) میں منقسم ہے،

جیسے وہ زمین جس میں کسی قلعے کی حفاظت کے لیے یکے بعد دیگرے خندقیں کھودی گئی ہوں۔

ویسا ہی سماں یہاں نظر آتا تھا۔ اور جس طرح قلعے کے دروازوں سے باہر کے کنارے کی طرف پُل بنے ہوتے ہیں

اُسی طرح فصیل کی چٹان سے بہت سی چٹانیں یوں نکل کے بڑھی تھیں کہ وہ کناروں اور خندقوں کو عبور کرکے اس کنویں تک پہنچتی تھیں

جہاں وہ ترشی ہوئی اور اکھٹی معلوم ہوتی تھیں۔

یہاں (فصیل کے پاس) ہم لوگوں کو جیرون نے اپنی پیٹھ پر سے

---

[1] خبیثہ خندقوں کا مجموعہ Malebolge

اُتار پھینکا۔ شاعر بائیں جانب روانہ ہوا اور میں اس کے پیچھے پیچھے۔

(آٹھواں حلقہ۔ پہلی خندق) سیدھے ہاتھ کی طرف میں نے مصیبت کا ایک نیا سماں دیکھا۔ نئے عذاب دیکھے اور نئے عذاب دینے والے دیکھے جن سے پہلی خندق پُر تھی۔

اس خندق کی تہ میں گناہ گار ننگے تھے۔ کچھ لوگ ہماری طرف آرہے تھے اور کچھ اسی سمت جا رہے تھے جس سمت ہم چل رہے تھے۔ لیکن وہ تیز تیز قدم اٹھاتے تھے۔

جیسے جوبلی[1] کے زمانے میں جب بڑا مجمع ہوتا ہو تو اہلِ روما راستوں پر پل بناتے ہیں اور نیچے لوگ گزرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

چناں چہ ایک طرف تو وہ لوگ نظر آتے ہیں جن کا رخ قلعہ[2] کی طرف ہوتا ہو اور کلیسائے سان پی ترو[3] کو دوسری طرف سے لوگ آتے ہیں جو پہاڑی کی طرف جاتے ہیں۔

(بھڑوے) اُس دہشت بھری چٹان سے اِس سمت بھی اور اُس سمت بھی، دونوں طرف میں سینگ والے شیاطین کو دیکھا جن کے ہاتھ میں تازیانے ہیں وہ ان لوگوں کی پیٹھوں پر برسا رہے ہیں۔

آہ! پہلے ہی تازیانے کی مار پر وہ (گناہ گار) کیسی جلدی سے قدم اٹھاتے۔ سچ تو یہ ہو کہ کوئی دوسری یا تیسری ضرب کا انتظار نہ کرتا۔

---

[1] کلیسائے مقدس کی پہلی جوبلی پاپا بونی فاتسیو ہشتم نے ۱۳۰۰ء میں بنائی زائرین کے گزرنے کے لیے [2] Castello sant Angelo قلعہ کے پاس ایک ہنگامی پُل بنایا تھا [3] Sanpietro روما کا سب سے بڑا اور دنیا کا سب سے خوب صورت کلیسا۔

میں چلا جا رہا تھا کہ کسی سے میری آنکھیں چار ہوئیں اور میں نے فوراً کہا "اس شخص کو میں نے پہلے کہیں دیکھا ہی۔"

میں ٹھیر گیا کہ اسے پہچانوں اور میرا مہربان رہنما بھی میرے ساتھ ٹھیر گیا اور مجھے اس کی بھی اجازت دی کہ میں زرا واپس لوٹوں۔

اور اس تازیانہ زدہ روح نے اپنے آپ کو چھپانے کے لیے سر جھکا لیا مگر اس سے کچھ حاصل نہ ہوا کیوں کہ میں نے اس سے کہا "تو اپنی نظر زمین پر جھکاتا ہی

اگر تیرا چہرہ جھوٹا نہیں تو تو وِ ے نے دی کو کاچیانی می کو[1] ہی لیکن کون سا گناہ تو نے کیا ہی کہ تجھے ایسی کاٹ کاٹ کھانے والی سزا دی جا رہی ہی؟"

اور اس نے مجھ سے کہا "اپنی مرضی کے خلاف میں تجھ سے بیان کرتا ہوں۔ تیری صاف آواز سے مجھے پرانی دنیا یاد آگئی اور اس نے مجھے (اظہار پر) مجبور کر دیا ہی۔

میں ہی وہ ہوں جو حسین گزولا[2] کو لے گیا کہ وہ مارکیز ے[3] (مارکوئس) کی خواہش پوری کرے۔ یہ ناخوش گوار کہانی تجھے معلوم ہو یا نہ معلوم ہو مگر سچ ہی۔

اور میں بولونیا کا اکیلا باشندہ نہیں جو یہاں اپنی قسمت کو رو رہا ہوں

---

[1] وِنے دی کو کاچیانی می کو (Venedico de Caccianemico) بولونیا کے ایک سربرآوردہ گویلف خاندان کا رکن تھا۔ جلا وطنی کے بعد اس نے اوبت سو ثانی Obizzo II مارکیز ے (مارکوئیس) دِ ایستے کی خدمت اختیار کی اور اپنی بہن گزولا Ghisola کو ایستے کے اس نواب سے بھڑایا

نہیں، یہ مقام ہم لوگوں سے بھرا پڑا ہے۔ یہاں (میرے ہم وطن)
اتنے ہیں کہ

جتنے ساوے نا[1] اور رے نو[2] کے درمیان اب (بولونیا کے لہجے میں)
"سی پا"[3] کہنے کو زندہ موجود ہیں۔ اور اگر تو اس بات پر یقین کرنا چاہتا ہے
اور اس کا ثبوت چاہتا ہے تو ہم لوگوں کی تنگ دلی کو یاد کر۔

جب وہ یہ کہہ رہا تھا تو ایک شیطان نے اُسے تازیانہ رسید کیا
اور کہا "چل بھڑوے۔ یہاں کوئی عورتیں نہیں جن پر تو اپنا سکہ جما سکے"۔
میں پھر اپنے ہادی (ورجل) کے پاس پہنچا اور چند قدم بڑھ کے
ہم ایک ایسی چٹان کے پاس پہنچے جو کنارے سے بڑھ گئی تھی (اور اس
خندق پر پل بناتی تھی)۔

ہم آسانی سے اس پر چڑھ گئے اور سیدھی طرف مڑ کے اس
چٹان کی ناہموار اور تیز نوک پر ہم نے اس ابدی حلقے کو عبور کیا۔

جب ہم اس حصے پر پہنچے جہاں یہ چٹان نیچے سے (پل بنانے
کے لیے) شق ہو کر تازیانے کھانے والوں کے لیے راستہ بنے
میرے رہبر نے کہا "ٹھیر اور دیکھ
کہ تیری نظر ان دوسری بدبخت روحوں پر پڑے جن کے چہرے
تو اب تک اس وجہ سے نہ دیکھ سکا کہ وہ بھی اسی سمت جا رہے تھے

---

[1] و [2] ساوے نا Savena ندی بولونیا کے شہر سے دو میل مغرب اور Reno ندی دو میل مشرق کی طرف بہتی ہے۔ اہلِ بولونیا کی تنگ دلی اور بدکرداری کا فسانے بہت شائع ہے [3] اطالوی زبان میں Si کے معنی "ہاں" ہیں۔ لیکن اہلِ بولونیا بجائے Si کے Sia یا Sipa کہا کرتے تھے۔

جس سمت ہم جا رہے تھے ۔"

(دھوکا دے کے عصمت ریزی کرنے والے) اس پرانے پل پر ہم نے اس گروہ کو دیکھا جو اب ہماری طرف دوسری جانب سے آ رہا تھا۔ اور تازیانے اسی طرح انھیں بھی رگید رہے تھے ۔

مہربان آقا نے پوچھے بغیر مجھے بتایا اس عظیم روح[1] کو دیکھ جو ادھر آ رہی ہے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ اس تکلیف میں بھی اس کے آنسو نہیں نکلے۔

اس کا شاہی دبدبہ ابھی باقی ہے۔ یہ جے سن ہے جس نے اپنی ہمت اور کسی کے مشورے سے اہل کولکیا[2] کو مینڈھے کے اون سے محروم کیا۔

وہ جزیرۂ لے نو[3] سے ہو کر گزرا جب کہ بہادر اور بے رحم عورتوں نے اپنے تمام مردوں کو قتل کر دیا۔

وہاں تحائف اور چکنی چپڑی باتوں سے اس نے اِسی پی لے[4] کو

---

[1] Jason یونانی علم الاصنام کا ایک مشہور ہیرو اور مذہبی عاشق جس نے کولکس میں سنہرا اون چرایا تھا [2] و [3] و [4] یہ سب تلمیحات جے سن کے قصے سے متعلق ہیں۔ جے سن سنہری اون چرانے کے لیے ایک بہت بڑی مہم پر روانہ ہوا تھا۔ راستے میں جزیرۂ لے نو Lenno یا Lemnos کی شہزادی اِسی پی لے Insilile (Hypsipyle) کو دھوکا دے کر خراب کیا۔ اس شہزادی نے اس موقع پر جے سن کی جان بچائی تھی جب کہ اس جزیرے کی تمام عورتوں نے اپنے مردوں کو قتل کر دیا تھا۔ اس کا دوسرا گناہ یہ تھا۔ کولکیا یا کالکس (Colchis) پہنچ کے اس نے وہاں کی شہزادی میڈیا Medea سے شادی کی تھی اور اسی کی مدد سے وہ سنہری اون چرانے میں کامیاب ہو سکا تھا لیکن مطلب نکل جانے کے بعد جے سن نے ایک اور عورت Creusa کے عشق میں میڈیا کو چھوڑ دیا۔

فریب دیا جو اس سے پہلے سب کو فریب دے چکی تھی ۔

اُس نے اسے حاملہ اور بے یار و مددگار چھوڑا ۔ اس خطا کی پاداش میں وہ ایسے عذاب میں مبتلا ہی۔ اور میڈیا کا بھی بدلہ لیا جا رہا ہی۔

اُس کے ساتھ جو لوگ چل رہے ہیں انھوں نے (عورتوں کے ساتھ) ایسی ہی فریب کاریاں کی تھیں۔ پہلی وادی (خندق) اور ان لوگوں کے متعلق جن کے یہاں پرخچے اڑائے جاتے ہیں تو جتنا جان چکا کافی ہی۔"

[آٹھواں حلقہ دوسری خندق] اب ہم وہاں پہنچ چکے تھے جہاں یہ تنگ راستہ دوسرے کنارے کو عبور کرتا ہی اور آنے والے نئے پل کی پشتہ بندی کرتا ہی ۔

[خوشامدی] یہاں ہم نے لوگوں کو دوسرے غار میں کتوں کی طرح روتے اور منہ اور نتھنوں سے پھونکیں مارتے سُنا ۔ اپنی ہتھیلیوں سے وہ اپنا جسم پیٹ رہے تھے ۔

نیچے سے جو بھاپ اُٹھ رہی تھی اس سے کناروں پر خاک کی تہ جم گئی تھی۔ اب یہی (بھاپ) ان لوگوں کی آنکھوں اور ناک سے لڑائی کر رہی تھی ۔

تہ اس قدر گہری ہی کہ ہمیں اس وقت تک نظر نہ آئی جب تک ہم اس پل کی کمان کے سب سے اونچے حصّے پر نہ چڑھے، جہاں کہ یہ کمان سب سے زیادہ بلند ہی ۔

اُس پر ہم چڑھے ۔ اور وہاں سے نیچے خندق میں مَیں نے لوگوں کو فضلے میں غرق دیکھا جو معلوم ہوتا تھا انسانی جسموں کے پوشیدہ حصوں سے نکلا ہی ۔

اور جب میں اس خندق کو اپنی نظروں سے پرکھ رہا تھا تو ایک شخص پر
میری نظر پڑی جو غلاظت میں اس قدر لت پت تھا کہ کچھ پتا نہ چلتا تھا
کہ وہ عامی ہی یا پادری

اس نے جھلّا کے مجھ سے کہا " تو مجھے گھورنے پر کیوں تلا ہوا
ہی؟ آخر دوسرے بھی تو اس گندگی میں مبتلا ہیں۔" اور میں نے اس سے
کہا کہ" اگر مجھے ٹھیک یاد پڑتا ہی

تو میں نے اس سے پہلے بھی تجھے دیکھا ہی، جب کہ تیرے بال
خشک تھے۔ تو لوکا کا رہنے والا الے سیو انترمی نئی[1] ہی۔
اس لیے میں دوسروں سے زیادہ تجھے غور سے دیکھ رہا ہوں "

اور اُس نے اپنا سر پیٹ کے کہا " اُن خوشامدوں کی
وجہ سے جن سے میری زبان نہیں تھکتی تھی، میں اس حالت کو
پہنچا ہوں۔"

پھر میرے رہبر نے مجھ سے کہا " زرا سر آگے بڑھا کہ تیری
آنکھیں پوری طرح اُس ناپاک اور آشفتہ سر فاحشہ کے چہرے تک
پہنچ سکیں

جو اُدھر اپنے گندے ناخنوں سے اپنا بدن کھجا رہی ہی کبھی نیچے
جھکتی ہی کبھی پیروں کے بل کھڑی ہو جاتی ہی۔

یہ تائی دے[2] ہی، وہ قحبہ کہ جب اُس کے عاشق نے اس سے

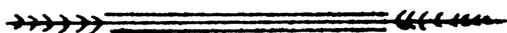
---

[1] Allessio Interminei اس شخص کا حال معلوم نہیں ہو سکا۔

[2] یہ ناپاک اور آشفتہ سر قحبہ مصر کی مشہور رقاصہ Thais تائیس ہی۔
(اطالوی میں (Taide) تائی دے)۔ رومی ڈراما نگار ٹیرنس Terence
(بقیہ صفحہ ۲۰۸ پر)

پوچھا " تو میری بہت ممنون ہی ؟ " تو اس نے جواب دیا " بے حد " اور بس اب بہتر ہی کہ ہماری نظر اس منظر سے منہ پھیر لے ".

(بقیہ صفحہ ۲۰۷) کے ڈرامے " خواجہ سرا " میں ایک کردار تھراسو اپنے خادم سے پوچھتا ہی کہ جو تحفہ اس نے تائیس کو بھیجا تھا، وہ اسے پسند آیا یا نہیں ۔ اس پر وہ تائیس کا جواب اسے سناتا ہی کہ بے حد ۔ بہ ظاہر تو ہم کو تائیس کا گناہ خوشامد سے زیادہ عصمت فروشی معلوم ہوتا ہی ۔ لیکن سسرو Cicero نے اپنی ایک کتاب میں تائیس کے اس جواب کو خوشامد کا نمونہ بتا کے نقل کیا تھا ۔ دانتے نے سسرو کی پیروی کی ہی ۔



اُنّیسواں قطعہ

(آٹھواں حلقہ تیسری خندق) اے سی مون ماگو[1]۔ اے اس کے بدنصیب پیرو، اور اے ڈاکوو، جو خدا کی ان اشیا کو جن کا عقد راست بازی کے ساتھ ہونا چاہیے تھا۔ بدکاری سے

(مذہبی خدمتیں بیچنے والے) رُپے پیسے کی خاطر بیچتے ہو۔ اب بگل تمھارے لیے بجے گا کیوں کہ تم تیسری خندق میں ہو۔ ہم اس کے بعد کے مزار (خندق) پر چٹان کے اُس حصّے پر چڑھ چکے تھے جو اس خلیج کے اوپر پل بناتی ہے۔

اے دانشِ خداوندی تو آسمان پر، دُنیا میں اور اس بدی کے عالم میں کیسا ہنر دکھاتی ہے اور اپنی نیکی کس قدر انصاف سے تقسیم کرتی ہے۔

میں نے دیکھا کہ سرخ چٹان کے کناروں پر اور تہ میں سوراخ ہی سوراخ ہیں اور سب چوڑائی میں برابر ہیں اور ہر سوراخ گول ہے۔

میں نے دیکھا کہ یہ سوراخ اُن سوراخوں سے زیادہ بڑے نہیں جو دل کش کلیسائے سان جووانی[2] میں بپتسمہ دینے والوں کے قیام کے لیے بنے ہوئے ہیں

کچھ ہی دن ہوئے کہ میں نے ان میں سے ایک کو توڑا تھا کیوں کہ ایک لڑکا اُس میں جان دے رہا تھا[3] (میرا یہ بیان) سچّائی کی مہر ہے اور

---

[1] Simon Mage کو سینٹ پطرس نے ملامت کی تھی کہ اس کے خیال میں کلیسا کی خدمتوں کی خرید و فروخت ہو سکتی تھی [2] San Giovanni فلارنس میں ایک کلیسا [3] اس کلیسا میں بپتسمہ دینے کے لیے مرمر کے سوراخ سے بنے ہوئے تھے

(باقی صفحہ ۲۱۰ پر)

سب کو چاہیے کہ وہ دھوکا نہ کھائیں (اور میری بات کو سچ جانیں)

ہر سوراخ کے منہ سے ایک گناہ گار کے پیر (اور پنڈلیوں تک ٹانگیں باہر نکلی ہوئی تھیں اور بقیہ حصّہ (اوپر کا سارا دھڑ) اندر تھا۔

ہر ایک کے دونوں تلووں پر آگ تھی، جس کی وجہ سے پیروں کے جوڑ اس زور سے لرز رہے تھے کہ بید کی شاخ یا گھاس کی رسّی کو توڑ سکتے۔

جیسے جن چیزوں پر تیل ڈالا جاتا ہے ان کا شعلہ صرف سطح ہی پر جلتا ہے اُسی طرح یہ تلوے بھی ایڑیوں سے لے کر پنجوں تک جل رہے تھے۔

"آقا وہ کون ہے[1] جو یوں بل کھا رہا ہے اور دوسروں سے زیادہ کانپ رہا ہے"۔ میں نے کہا "اور سب سے زیادہ سرخ شعلہ اسے چوس رہا ہے؟"

اور اس نے مجھ سے کہا "اگر تو کہے تو میں تجھے وہاں نیچے لے چلوں اور اس نچلے کنارے پر تجھے خود اُس سے اُس کے متعلق اور اُس کے گناہوں کے متعلق سب معلوم ہو سکے گا"۔

اور میں :- "تیری جو مرضی ہو اس کا میں مشکور ہوں۔ تو میرا آقا ہے اور تجھے معلوم ہے کہ میں تیری مرضی کا پابند رہتا ہوں۔ تجھے وہ بھی (دل کی

(بقیہ صفحہ ۲۰۹) جس میں لوگ کھڑے ہوئے تھے - ایک بار ان میں سے ایک سوراخ میں ایک لڑکا پھنس گیا تھا اور دانتے نے مرمر کا حلقہ توڑ کے اسے باہر نکالا۔ دشمنوں نے دانتے پر کلیسا کی بے حرمتی کا الزام لگایا۔

[1] پاپائے اعظم نکولس سوم ۱۲۷۷ء سے ۱۲۸۰ء تک پاپا رہا اور کلیسا کی خدمتیں ان لوگوں کو دیں جو رشوت دیتے تھے یا اس کے منظور نظر تھے

بات) معلوم ہو جاتی ہے جو زبان سے نہیں نکلتی۔"

پھر ہم چوتھے بند تک جا کے مڑے اور بائیں طرف نیچے اترے۔ وہاں جہاں کی تہ تنگ اور باریک سوراخوں سے چھدی ہوئی ہے۔

مہربان آقا نے مجھے بھی اپنے پہلو سے ہٹنے نہیں دیا، یہاں تک کہ وہ مجھے اس کی درز تک لایا جو اس طرح اپنے پیروں سے فریاد کر رہا تھا۔

"اے الم رسیدہ روح جس کا اوپر کا دھڑ کھمبے کی طرح نیچے گڑا ہوا ہے" میں نے کہنا شروع کیا "اگر ممکن ہو تو بات کر۔"

میں اس طرح کھڑا ہوا تھا جیسے کوئی راہب کسی دھوکے باز قاتل سے اس وقت اعترافِ مذہبی کرانے کھڑا ہو، جب وہ قاتل قصاص کے لیے صلیب سے باندھا جائے۔ راہب اس سے سوال کرے اور اس کی موت میں دیر ہو۔

اور اس نے چلا کے کہا "بونی فاتسیو[1] کیا تو آ ہی گیا، کیا تو ہی وہاں کھڑا ہے؟ یہ سرنوشت جھوٹی تھی کہ میں نے شمار میں کئی سال کی غلطی کی؟ کیا اس دولت سے تو اس قدر جلد چھوٹ گیا جس کی وجہ سے تجھے ذرا بھی خوفِ (خدا) نہ ہوا کہ تو نے دھوکا دے کے اس حسینہ[2] کو پھانسا اور اسے خراب و تباہ کیا!"

---

[1] پاپائے روم بونی فاتسیو ہشتم جو ۱۲۹۴ء سے ۱۳۰۳ء تک پاپائے روم رہا۔ دانتے کے جہنم کے سفر کی تاریخوں میں وہ زندہ تھا لیکن چوں کہ وہ بھی رشوت خواری اور اپنے عزیزوں کو جگہ دینے Nepotism میں بہت مشہور تھا۔ اس لیے مرنے کے بعد اس حلقے میں عذاب کی بدترین جگہ نکولس کی جگہ اسے ملنے والی تھی اور اس کے بعد کلیمنٹ کو۔ [2] یعنی کلیسا

میں اس طرح کھڑا رہ گیا جیسے کسی کو بے وقوف بنایا جائے اور وہ یہ نہ سمجھے کہ اسے کیا جواب دیا گیا اور وہ خود کوئی جواب نہ دے سکے۔

تب ورجل نے کہا "جلدی سے اس سے کہہ کہ میں وہ نہیں ہوں جو تو خیال کر رہا ہے کہ میں ہوں۔ وہ شخص نہیں ہوں"۔ مجھے جو ہدایت ہوئی تھی میں نے وہی جواب دیا۔

اس پر اُس روح نے اپنے پیروں کو بُری طرح مروڑا۔ اور پھر آہیں بھر کے روتی آواز میں اس نے مجھ سے کہا " تو پھر تو مجھ سے کیا چاہتا ہے؟

اگر تجھے یہی جاننے کی اتنی فکر ہے کہ میں کون ہوں اور یہی پوچھنے تو اس کنارے پر اُترا کہ تو جان لے کہ میں خرقۂ اعظم پہن چکا ہوں۔

اور سچ تو یہ ہے کہ میں ریچھ کی مادہ کا بیٹا تھا، جب ہی تو ریچھ کے بچوں کو بڑھانے میں اس قدر مستعد تھا۔ اوپر (دنیا میں) میں نے دولت جمع کی اور خود یہاں آن پھنسا۔

میرے سر کے نیچے اور لوگ کھینچے گئے ہیں جو مذہبی عُہدوں کی خرید و فروخت میں میرے پیش رو تھے اور وہ پتھر کی درزوں میں دبکے اور پھنسے ہوئے ہیں۔

میں تجھے جو (یعنی بونی فائسبو) سمجھا تھا۔ جب وہ یہاں آئے گا تو میں بھی گر کے وہیں پہنچوں گا۔ اسی لیے میں نے تجھ سے دفعتاً وہ سوال پوچھا تھا۔

بہت وقت گزر چکا ہے کہ میرے تلوے اس طرح تپ رہے ہیں اور میں یوں الٹا لٹکا ہوا ہوں۔ میرے بعد وہ یوں لٹکایا جائے گا

اور اس کے پیر چلیں گے۔

پھر اس کے بعد مغرب کی طرف سے ایک بے لگام چرواہا[1] آئے گا جس کے کرتوت اور زیادہ بدنما ہوں گے۔ اور اس کی وجہ سے مجھے اور اس کو (بونی فاتیسو کو) دونوں کو ذرا سایہ نصیب ہوگا۔

وہ ایک نیا جے سن ہوگا جس کا ذکر ہم ماکابےئی[2] میں پڑھتے ہیں اور جس طرح وہ پجاری اپنے بادشاہ کا فرماں بردار تھا۔ اُسی طرح یہ دنیا پاپا (کلیمنٹ) اس کا مطیع ہوگا جو فرانس کا حاکم ہے۔"

معلوم نہیں یہ میری ناسمجھی تھی یا نہیں کہ میں نے اسے جواب دیا "آہ یہ تو بتاؤ کہ کس قدر دولت ہمارے خدا نے سان پطرس سے مانگی جب اسے کنجیاں[3] دیں؟ یقیناً اس کے سوا خدا نے اور کچھ نہیں کہا کہ 'میری پیروی کر'۔

اور ماتیا[4] سے نہ پطرس کے اور نہ کسی اور نے سونا یا چاندی مانگی، جب ماتیا کو اس عہدے کے لیے انتخاب کیا جسے گناہ گار روحوں نے تباہ کیا۔

اس لیے یہیں ٹھیر کیوں کہ تیری سزا واجبی ہے اور اس بددیانتی

---

[1] یہ چرواہا۔ پاپا کلیمنٹ پنجم تھا جو فرانس کے بادشاہ فلپ کے زور سے پاپا بنایا تھا اور اس کے اشاروں پر چلتا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے زمانے میں پاپائیت کا مستقر بجائے روم کے اوی نیاں (واقع جنوبی فرانس) قرار پایا۔ [2] جے سن جو شاہ انیٹوکس Antiochus کو رشوت دے کے بڑا پجاری بنا تھا اس شرط پر بنا تھا کہ وہ بت پرستی کے بہت سے رسوم مذہب میں داخل کر دے گا [3] جنت کی کنجیاں سان پطرس کو دی گئیں [4] Mattia یا Matthias

کی دولت کو سنبھال کے رکھ جس کی وجہ سے کارلو[1] کے مقابل تو نے
اس قدر ہمت کی ۔

اور اگر مجھے اُن کلید ہائے اعظم کا ادب ملحوظ نہ ہوتا جو اُس خوشی کی
دنیا میں تیری تحویل میں تھیں

تو میں اس سے زیادہ سخت سست الفاظ استعمال کرتا کیوں کہ تمھاری
ہوس کی وجہ سے دنیا پریشان ہے۔ تم اچھوں کو کچلتے ہو اور بدمعاشوں کو
ابھارتے ہو۔

انجیلی نے تم ہی جیسے چرواہوں کے متعلق پیشین گوئی کی ہے جب
اس نے یہ دیکھا کہ وہ جو پانیوں[2] پر بیٹھتی ہے بادشاہوں کے ساتھ بدکاری
کررہی ہے۔

وہ جو سات سروں کے ساتھ پیدا ہوئی تھی، اور جس کے دس
سینگ اس وقت تک شہادت دیتے رہے جب تک اس کی عصمت
سے اس کا شوہر خوش تھا۔

تُم نے اپنے لیے سونے چاندی کا ایک خدا تراشا ہے۔ بت پرست
میں اور تم میں اس کے سوا کیا فرق ہے کہ وہ ایک بت پوجتا ہے اور
تم ایک سو؟

آہ قسطنطین[3] تو نے کتنا نقصان پہنچایا۔ عیسائیت کو قبول کرکے نہیں۔

---

[1] کارلو (Carlo) انجاؤ کے بادشاہ چارلس کے نام کی اطالوی شکل اس سے اور نکولس پاپائے روم سے سخت مخالفت تھی [2] وہ فحبہ جو کئی پانیوں پر بیٹھتی ہے "کلیسائے اعظم ہے" سات سروں سے سات نیکیاں مراد ہیں اور دس سینگوں سے دس احکام ربانی۔ پیشین گوئی یہ ہے کہ کلیسائے اعظم دولت کے لالچ میں مبتلا ہوگا [3] قسطنطین اعظم بازنطینی شہنشاہ (بقیہ صفحہ ۲۱۵ پر)

بلکہ وہ عطیہ عطا کرکے جو تو نے پادری کو پہلی بار دیا"۔

جب میں یہ اشعار اسے سنا رہا تھا تو معلوم نہیں کہ غصہ تھا۔ یا اس کا ضمیر اسے چبا رہا تھا کہ وہ دونوں پانو اِدھر اُدھر زور زور سے مارنے لگا۔

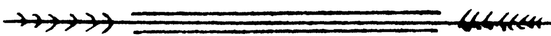
اور لاریب میرے خیال میں میرا رہبر بھی (میری تقریر سے) خوش ہوا کیوں کہ وہ بہت اطمینان سے سچّے لفظوں کے ادا ہونے کی آواز سُن رہا تھا۔

پھر اس نے مجھے اپنے دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور جب میرا سارا وزن اس کے سینے پر تھا تو وہ اسی راستے سے اوپر چڑھا جس سے ہم نیچے اترے تھے۔

اور اس طرح مجھے آغوش میں لیے چلنے سے وہ اس وقت تک نہیں تھکا جب تک اُس نے اٹھا کے مجھے اس کمان کی چوٹی تک نہیں پہنچایا جو چوتھے اور پانچویں بند کے درمیان پُل بناتی ہی۔

یہاں اس نے آہستہ سے اپنا بوجھ ٹیڑھی بنگی کراڑے دار چٹان کے اوپر رکھا، جس کا چڑھنا بکریوں کے لیے بھی مشکل ہوتا۔

یہاں سے مجھے ایک اور وادی (خندق) نظر آئی۔



(بقیہ صفحہ ۲۱۴) جو عیسائی ہوگیا اور عیسائیت کو روما کی سلطنت کا مذہب بنایا۔ اس نے سب سے پہلے ایک پادری کو انعام واکرام دیا اور پھر یہ سلسلہ قائم ہوگیا۔

بیسواں قطعہ

اب مجھے نئی سزا کے متعلق اشعار لکھنے چاہییں۔ اور چاہیے کہ پہلے حصۂ نظم کا (جو دوزخیوں کے متعلق ہے) بیسواں قطعہ لکھوں۔

(آٹھواں حلقہ۔ چوتھی خندق) میں بالکل تیار ہو گیا کہ اس گہرائی کو دیکھوں جو اب مجھے نظر آ رہی تھی اور جو کرب کے آنسوؤں میں ڈوبی ہوئی تھی۔

اور اس دائرہ نما وادی میں میں نے ان لوگوں کو دیکھا جو خاموش اور روتے ہوئے آ رہے تھے اور ان کی رفتار وہی تھی جو اُن لوگوں کی ہوتی ہے جو دعائے مغفرت پڑھتے ہوئے آتے ہیں۔

(نجومی اور جادوگر) جب میں نے انھیں اور زیادہ جھک کے دیکھا تو ہر ایک کا جسم اس کی ٹھوڑی اور سینے کے اوپر کے حصّے کے درمیان عجیب طرح مڑا ہوا نظر آیا۔

کیوں کہ ان کا سر پشت کی طرف مڑا ہوا تھا اور وہ مجبوراً الٹے پانو چل رہے تھے کیوں کہ سامنے دیکھنا ان کے لیے ناممکن تھا۔

ممکن ہے کہ فالج کسی کے جسم کو اتنا توڑ مروڑ دے۔ مگر میں نے کبھی کسی کو ایسا نہ دیکھا تھا اور نہ مجھے اس کا یقین تھا کہ یہ ممکن ہے۔

ناظر۔ خدا تجھے یہ پڑھ کے عبرت حاصل کرنے کی توفیق دے تو خود سوچ کہ (یہ دیکھ کر) میرا چہرہ کیوں کر خشک رہ سکتا۔

جب میں نے اس قدر قریب اپنی نوع کی شکل یوں بگڑی اور مڑی ہوئی دیکھی کہ وہ لوگ روتے تھے تو جسم کا پچھلا حصّہ تر ہوتا تھا

بے شک اس سخت کڑاڑے کی ایک چٹان کا سہارا لے کے میں بھی رویا۔
یہاں تک کہ میرے محافظ نے مجھ سے کہا "کیا تو بھی دوسرے بے وقوفوں
جیسا ہی؟

رحم مرجانے پر بھی اس جگہ باقی رہ سکتا ہی؟ اس سے زیادہ بے دینی
اور کیا ہوگی کہ کوئی خدا کے انصاف پر ماتم کرے؟

سر اُٹھا۔ سر اُٹھا اور اُس کو دیکھ جس کے لیے اہلِ تھیبس کی نظروں
کے سامنے زمین شق ہوئی اور اِس پر اُن سب نے چلّا کے کہا "تو کہاں
دوڑا جا رہا ہی؟

ای ان فیاراؤ[1] لڑائی چھوڑ کے کہاں جا رہا ہی اور وہ اُسی طرح،
رُکے بغیر، بے تحاشا نیچے دوڑتا ہوا مِی نوس کے پاس پہنچا جو ہر گناہ گار کو
پکڑ لیتا ہی۔

وہ دیکھ کہ اس کے کاندھے اب اس کا سینہ کیسے بن گئے ہیں۔
کیوں کہ اُس نے اپنے آگے بہت دور تک دیکھنا چاہا، اور اب وہ
پیچھے دیکھتا ہی اور پیچھے کی طرف چلتا ہی۔

تیرے سیا[2] کو دیکھ جس کی شکل بدل گئی تھی، جب وہ مرد سے

---

[1] ان فیاراؤ Anfiaro (Amphiaraus) یہ
آرگاس کا رہنے والا نجومی تھا۔ تھیبس کے محاصرے کے زمانے میں زمین شق ہوئی اور یہ اس
میں سما گیا (یونانی علم الاصنام) [2] Tiresia (Tiresias) یہ تھیبس کا ایک
مشہور نجومی۔ اووڈ نے اس کے مرد سے عورت اور پھر عورت سے مرد بن جانے کا قصہ بیان کیا ہو
جس کا خلاصہ دانتے نے نقل کیا ہی۔ مسٹر ٹی۔ اس۔ ایلیٹ نے اپنی جدید نظم "خراب آباد" میں اس کے
کردار کو "ناظرِ کامل" بنا کے پیش کیا ہی جو عورت اور مرد دونوں کے نقطہ ہائے نظر پر حاوی ہی۔

عورت بنا تھا اس کے تمام اعضا بدل گئے تھے

اور اسے اپنے عصا سے سانپ کے ملے ہوے جوڑے کو مارنا پڑا۔

تب کہیں جاکے اُسے مردانگی کے نشانات پھر سے حاصل ہوے۔

اور وہ ارونتا[1] ہی جو اِسکے پانو اس کے آگے چل رہا ہی جو لونی کے

پہاڑوں میں جہاں نیچے بسنے والے کرارا کے باشندے بیلچوں سے

پتھر نکالتے ہیں۔

مرمر کی سفید چٹانوں میں ایک غار میں رہا کرتا تھا، جہاں سے وہ

بلا کسی روک ٹوک کے ستاروں اور سمندر کا معائنہ کیا کرتا۔

اور وہ عورت جس کا سینہ اس کی لہراتی ہوئی زلفوں میں چھپا ہوا ہی

اور تجھے نظر نہیں آرہا ہی مانتو[2] ہی

جس نے کئی ملکوں کی خاک چھانی اور بالآخر وہاں جا بسی، جہاں میرا

وطن ہی۔ اس سلسلے میں اگر تو میری باتیں سنے تو مجھے خوشی ہوگی۔

(شہرِ مانتوا کی بنیاد) جب اس کے (مانتو کے) باپ کی زندگی ختم ہوئی

اور باکس کا شہر غلام بنایا جاچکا تو وہ بہت عرصے تک دنیا بھر میں

پھرتی رہی۔

خوب صورت اطالیہ کے بالائی حصّے میں ایک جھیل ہی جو آلپ

پہاڑوں کے دامن میں ہی۔ یہ پہاڑ ٹیرول سے اوپر جرمنی کی حد بندی

---

[1] Aronta (Aruns) ایک اٹرسکی نجومی جس نے جولیس سیزر کی فتح اور پومپی کی شکست کی پیشین گوئی کی تھی [2] Manto ایک جادوگرنی۔ یہ روایت عام تھی کہ ورجل کا وطن مانتوا اسی نام سے موسوم ہی یہی روایت ورجل نے یہاں دانتے سے بیان کی ہی۔

[3] یعنی شہر تھبیس۔ یہاں شراب کا دیوتا Bacchus پیدا ہوا تھا

کرتے ہیں ۔ اس جھیل کا نام[1] بناکو ہی

میں سمجھتا ہوں کہ ہزاروں چشموں بلکہ زیادہ سے گاردا[2] اور وال کامونی کا[3] کے درمیان اپے نی نو کا سلسلہ سیراب ہوتا ہی اور وہ سب پانی اسی جھیل میں اکٹھا ہوتا ہی

بیچ میں ایک ایسا مقام ہی جہاں سے اگر کوئی ترن تی نی پادری یا برشیا[4] یا وریرونا کا باشندہ گزرتا ہو تو دعائیں دیتا

ہس کیرا[5] جو ایک خوب صورت قلعہ ہی اور اہل برشیا اور اہل برگامو کے مقابلے کے لیے بنایا گیا ہی، وہاں واقع ہی جہاں جھیل کا کنارہ سب سے زیادہ پست ہی

اور وہاں وہ زیادہ پانی جو جھیل بناکو کے سینے میں ٹھیر نہیں سکتا، ہرے مرغزاروں میں اترتا ہی اور ایک ندی بن جاتا ہی۔

جوں ہی یہ پانی بہ کے نکلنا شروع کرتا ہی اس کا نام بناکو نہیں باقی رہتا بلکہ گورنو[6] تک یہ من چیو[7] (ندی) کہلاتا ہی، جہاں یہ دریاے پو میں گرتا ہی۔

یہ (من چیو) زیادہ دور تک بہنے نہیں پاتی کہ اسے اتھلی زمین ملتی ہی اور وہ پھیل کے ایک دلدل بناتی ہی اور گرمیوں میں کبھی کبھی ناخوش گوار معلوم ہوتی ہی۔

---

[1] بناکو Benaco اب اس جھیل کو گاردا جھیل Lago Di Garda کہتے ہیں [2] Garda [3] Val Camonica لومبارڈی (شمالی اطالیہ) میں ایک پچاس میل لمبی وادی ہی [4] Brescia [5] Peschiera [6] Governo [7] Mincio ندی کا نام

وہ ظالم دوشیزہ (مانتو) اس راستے سے گزری تو اس نے دلدل کے بیچوں بیچ زمین دیکھی جس پر کوئی آبادی نہ تھی۔

تمام انسانوں سے الگ تھلگ رہنے کے لیے اس نے وہاں قیام کیا۔ اُس کے موکّل اُس کی خدمت بجالاتے۔ وہیں وہ رہنے لگی اور وہیں اس نے اپنا بے جان جسم چھوڑا۔

اُس کے بعد وہ لوگ جو اطراف میں آباد تھے اس مقام پر جمع ہوگئے کیوں کہ وہ ہر طرف دلدل سے گھرا ہوا تھا اور اس کی حفاظت آسانی سے کی جاسکتی تھی۔

ان لوگوں نے اس کی مری ہوئی ہڈیوں پر شہر بسایا اور اس کے نام پر جس نے اس مقام کو سب سے پہلے آباد کیا تھا اس کا نام مانتوا رکھا۔ لیکن ان لوگوں نے ساحری نہ کی۔

جب تک بے وقوف کاسالودی[1] نے پنامونتے[2] سے دھوکا نہیں کھایا تھا اس کی آبادی بہت گھنی تھی۔

پس میں تجھے تاکید کرتا ہوں کہ اگر تو میرے شہر کی بنیاد اور کوئی قصہ سُنے تو اس کو جھوٹ سمجھنا اور سچ پر حاوی نہ ہونے دینا۔"

اور میں اب — "استاد تیرے الفاظ پر مجھے اس قدر ایمان ہے اور

---

[1] بریشیا کے کاسالودی Casalodi خاندان کے نواب نے ۱۲۷۲ء میں مانتوا پر قبضہ کرلیا۔ لیکن یہ خاندان یہاں بالکل مقبول نہیں تھا [2] Pinamonte نے کاسالودی نواب کو یہ مشورہ دیا کہ وہ شہر کے تمام رؤسا کو نکال باہر کرے۔ جب رؤسا نکالے جاچکے تو اس نے عام باشندوں کا سردار بن کے بغاوت کی، بڑا کشت وخون کیا اور نواب کو نکال باہر کیا۔

تیرے الفاظ میرے اعتقاد پر اس قدر حاوی ہیں کہ اور کسی کی بات میرے
لیے بجھے ہوئے کوئلے سے بڑھ کر نہ ہوگی۔

لیکن یہ لوگ جو گزر رہے ہیں ان کے متعلق بتا کہ تو ان میں سے
کسی ممتاز شخص کو جانتا ہے۔ بار بار انھی لوگوں کی طرف میرا دھیان
جاتا ہے۔"

[دو سے ساحر اور نجومی] تب اس نے مجھ سے کہا "وہ شخص[1] جس کی داڑھی
اس کے رخ سے اس کے بھورے کاندھوں تک لٹک رہی ہے
اس زمانے میں ساحری کرتا تھا جب یونان میں مردوں کی اتنی کمی
ہوگئی تھی

کہ گہواروں تک میں وہ باقی نہ رہے تھے۔ آلس[2] میں وہ کالکاس[3]
کے ساتھ تھا اور اس نے وقت بتایا کہ لنگر کب کاٹا جائے۔
اس کا نام یوری پی لو ہے اور میری اعلیٰ حزنیہ نظم[4] ایک جگہ یوں اس کا
ذکر کرتی ہے۔۔ تو اس سے خوب واقف ہے کیوں کہ تو پوری نظم سے خوب
واقف ہے۔

وہ دوسرا جس کی ٹانگیں اس قدر پتلی ہیں مائیکل اسکاٹ[5] ہے اور یہ

---

[1] و [2] و [3] Euripilo (Eurypylus) کے نجومی ہونے کا صرف ورجل نے
ذکر کیا ہے وہ دراصل کالکاس Calchas کا شریک کار نہ تھا۔ کالکاس بڑا مشہور یونانی ساحر
اور نجومی تھا جب یونانی ٹرائے کا محاصرہ کرنے کو جانے لگے تو کسی طرح Aulis کی بندرگاہ سے
جہازوں کا لنگر نہ اٹھتا تھا اس پر کالکاس نے شاہ اگامم نان کو مشورہ دیا کہ وہ اپنی لڑکی انی جے نیا
کی قربانی کرے۔ یونانیوں کے مردوں کی آبادی کی کمی سے یہ مطلب ہے کہ سب ٹرائے کا محاصرہ
کر رہے تھے۔ [4] ورجل کی نظم اے نیڈ [5] مائیکل اسکاٹ Michael Scott
(بقیہ صفحہ ۲۲۲ پر)

حقیقت ہی کہ جادو کے فریب کا کھیل وہ کھیل سکتا تھا۔

اور دیکھ وہ گویدو بوناتی[1] ہی۔ اور وہ اس دن تے[2] ہی جو اب یہ خواہش کرتا ہوگا کہ کاش وہ اپنے چمڑے اور دھاگے ہی سے لگا رہتا مگر اب پچھتانے سے کیا ہوتا ہی۔

اور اُن بدنصیب عورتوں کو دیکھ جنھوں نے سوئی، تکلی اور تکلا چھوڑا اور پیشین گوئیاں کرنی شروع کیں۔ جڑی بوٹیوں اور پتلیوں سے جادوگری کی۔

مگر اب چل۔ کیوں کہ قابیل اور اس کے کانٹے (چاند) دونوں نصف کرے بن چکے ہیں اور اشبیلیا کے نیچے موجوں پر چاندی لہرا رہی ہی۔ (یعنی صبح ہو رہی ہی)

اور کل ہی رات کو چاند کی شکل گول تھی۔ کیوں کہ یہ تو تجھے یاد ہوگا کہ جب تو تاریک جنگل میں تھا (تو پورے چاند کی روشنی کی وجہ سے) تجھے کوئی گزند نہیں پہنچنے پایا"۔

اس نے مجھ سے یہ کہا اور اس درمیان میں ہم آگے بڑھتے گئے۔

(بقیہ صفحہ ۲۲۱) سنہ ۱۱۹۰ء تا سنہ ۱۲۵۰ء۔ قرون وسطیٰ کا مشہور اسکاچستانی فلسفی اور عالم جس نے آکسفورڈ میں تعلیم پائی اور ارسطو کا ترجمہ کیا۔ اس نے کئی رسالے ساحری اور علوم رمل و نجوم کے متعلق لکھے اس وجہ سے دانتے نے اسے جہنم میں جگہ دی ہی۔

[1] Guido Bonati فورلی کا رہنے والا تھا۔ اس نے علم نجوم پر ایک کتاب لکھی

[2] Asdente اس دن تے ذات کا چمار تھا مگر اپنی پیشین گوئیوں کی وجہ سے تیرھویں صدی کے نصف آخر میں اس نے کافی شہرت حاصل کر لی تھی۔ دانتے نے اپنی ایک اور تصنیف Convivio میں اس کا ذکر کیا ہی۔

اکیسواں قطعہ

[آٹھواں حلقہ۔ پانچویں خندق] یوں ہم ایک پُل سے دوسرے پُل پر آئے
اور دوسری چیزوں کے متعلق باتیں کر رہے تھے جن کا اعادہ میری
"طربیہ" کے لیے ضروری نہیں۔ ہم چوٹی پر پہنچے، اور پھر
ہم نے خاموش کھڑے ہو کے مالے بولجے کی اس نئی خندق کو
دیکھنا چاہا اور لوگوں کی لاحاصل گریہ و زاری کی صدائیں سُنیں۔ مجھے یہ
(نئی خندق) اتنی تاریک معلوم ہوئی کہ تعجب ہوا۔

جیسے اہلِ وینس کے اسلحہ خانوں میں سرما کے زمانے میں،
لجلجی قیر کو جوش دیا جاتا ہے کہ نقصان رسیدہ جہازوں کی درزیں
بند کی جائیں۔

جو یوں پانی پر چل نہیں سکتے اور ان کے بجائے کوئی نئے جہاز
بناتا ہے، اور کوئی اس جہاز کی مرمت کرتا ہے جو اس سے پہلے کئی سفر
کر چکا ہے۔

کچھ لوگ سامنے کے حصّے کو ہتوڑوں سے ٹھیک کرتے ہیں، کچھ
عرشے کو۔ کچھ بادبان بناتے ہیں اور کچھ رسّیاں بٹتے ہیں۔ کوئی
حالہ کو ٹھیک کرتا ہے تو کوئی بڑے بادبان کو۔

اِسی طرح آگ سے نہیں بلکہ خداوندی ہنر سے وہاں (خندق
میں) گاڑھی قیر اُبل رہی تھی اور دونوں کناروں پر گوند کی طرح
چمٹی ہوئی تھی۔

یہ تو میں نے دیکھا لیکن اس کے سوا کچھ نظر نہ آیا کہ اس کے اُبال
کی وجہ سے بُلبُلے اٹھتے ہیں، اور پوری قیراوپ اُبل کے اُبھرتی ہو اور
نیچے بیٹھ جاتی ہو
جب میں نظر جمائے یہ دیکھ رہا تھا تو میرے رہبر نے کہا "بچو بچو"
اور جہاں میں کھڑا تھا وہاں سے اس نے مجھے اپنے پاس گھسیٹ لیا۔
تب میں اس شخص کی طرح مڑا جو وہ منظر دیکھنا چاہتا ہو جو اُسے
نہ دیکھنا چاہیے۔ اور جس پر سخت خوف یوں فوری حملہ کرتا ہو
کہ وہ دیکھنے کی خاطر وہاں سے بھاگ جانا نہیں بھولتا۔ میں نے
دیکھا کہ ہم لوگوں کے پیچھے ایک کالا عفریت چٹان پر دوڑتا آرہا ہو۔
آہ وہ کتنا ہیبت ناک نظر آرہا تھا۔ اور اس کے انداز میں بڑی
ہی سختی و درشتی تھی، اس کے پر پھیلے ہوئے تھے اور پیر سبک تھے۔
(جھگڑالو اور رشوت خوار) اُس کے اونچے اور نوک دار کاندھوں پر
ایک گناہ گار[1] کولھوں کے بل لدا ہوا تھا۔ اور عفریت اس کے
دونوں پیر مضبوط پکڑے تھا۔
اس نے (عفریت نے) کہا "اے ہمارے پُل کے مالے برانکے
دیکھو یہ سانتا زیتا[2] کے اعلیٰ لوگوں میں سے ہو۔ اس کے نیچے ڈھکیلو
میں اور دوسروں کو لانے جاتا ہوں۔
اس شہر کو جہاں میں نے ان لوگوں کی بڑی تعداد فراہم کی ہو۔

---

[1] اس گناہ گار رشوت خوار کا نام معلوم نہیں ہوسکا [2] شہر لوکا
Lucca، مقدس بزرگ زیتا Zita یہاں کا رہنے والا
تھا۔

وہاں بون تورد[1] کے سوا ہر شخص رشوت خوار ہے۔ وہاں کے لوگ زر کی خاطر 'ہاں' یا 'نہیں' کہتے ہیں۔"

اس نے اسے نیچے دھکیلا۔ اور پھر اس چقماق جیسی چٹان پر واپس ہوا۔ شکاری کتا بھی اس تیزی سے چور کے پیچھے کیا جھپٹے گا۔

[مالے براںکے عفریت] گناہ گار نے غوطہ کھایا اور پیچ کھاتا ہوا گولا بن کے پھر ابھرا۔ لیکن وہ عفریت جو پل کے نیچے چھپے ہوئے تھے چلّانے لگے "یہاں یہ مقدس چہرہ زیب نہیں دیتا۔

یہاں تیرنے کا طریقہ، سرکیو[2] میں تیرنے کے طریقے سے بالکل مختلف ہے۔ اس لیے اگر تو ہمارے اوزاروں کا امتحان نہیں چاہتا تو اس تیر کے اوپر مت ابھر۔"

پھر سو سے زیادہ دو شاخوں سے انھوں نے اسے مار گرایا۔

"یہاں تجھے سطح کے اندر ناچنا پڑے گا تاکہ اگر یہاں تو چوری کر بھی سکے تو چھپ کے چوری کرے۔"

(انھوں نے بالکل وہی کیا) جس کی باورچی اپنے ماتحت نوکروں کو ہدایت کرتے ہیں کہ وہ ابلتے ہوئے پانی کے بیچوں بیچ اپنے کانٹوں سے گوشت کو غوطہ دیتے رہیں اور گوشت کو سطح پر نہ تیرنے دیں۔

میرے مہربان استاد نے مجھ سے کہا "اس خاطر کہ کوئی تجھے یہاں دیکھ نہ لے کسی نوک دار چٹان کے پیچھے دبک جا اور اسے اپنا پردہ بنا۔

---

[1] Bonturo لوکا کی عام پسند جماعت کا صدر اور رشوت خوری میں بھی سب کا سرتاج تھا۔ عفریت طنزاً یہ کہتا ہے کہ اس کے سوا لوکا کے سب باشندے رشوت خوار ہیں۔ [2] Serchio شہر لوکا سے کچھ میل کے فاصلے پر ایک ندی۔

اور مجھ سے کیسا ہی دراز دستی کا سلوک کیوں نہ کیا جائے تو نہ ڈرنا۔
کیوں کہ میں ان معاملات کو جانتا ہوں اور اس سے پہلے بھی ایک بار
اسی طوفانِ بدتمیزی سے گزر چکا ہوں۔
اور جب وہ پُل کی چڑھائی سے اترتا ہوا چھٹے بند کے قریب پہنچا
تو اس نے ضرورت محسوس کی کہ پامردی سے کھڑا ہو کے مقابلہ کرے۔
(کیوں کہ) جس غضب سے کتے طوفان کی طرح اس غریب آدمی پر
جھپٹتے ہیں، جو جہاں چلتے چلتے ٹھہر جاتا ہے بھیک مانگنے لگتا ہے۔
اسی طرح یہ عفریت پُل کے نیچے سے نکل کے اس کی طرف جھپٹے۔
اور اس پر اپنے تمام دوشاخے اٹھائے مگر اس نے چلّا کے کہا "تم
لوگوں میں سے کوئی دراز دستی نہ کرے۔
قبل اس کے کہ تم میں سے کوئی مجھے اپنے دوشاخے سے چھوے،
ذرا کوئی آکر میری بات تو سنے اور پھر عقل سے مشورہ کرے کہ مجھے پکڑنا
چاہیے یا نہیں۔"
سب نے چیخ کر کہا" مالاکودا[1] کو بڑھنے دو" اس پر اور سب تو اپنی
اپنی جگہ جمے کھڑے رہے نگران میں سے ایک آگے بڑھا۔ اور اُس کے
دو رجل کے، قریب آکر کہنے لگا " اس سے تجھے کیا فائدہ حاصل ہوگا؟"
میرے آقا نے کہا " مالاکودا کیا تو یہ سمجھتا ہے کہ تم لوگوں کی ساری
رکاوٹوں کے باوجود میں یہاں تک جو آیا ہوں
سو بغیر خدا کی منشا اور قسمت کی سازگاری کے آیا ہوں؟ مجھے
یہاں سے گزرنے دو کیوں کہ آسمان کی مرضی یہی ہے کہ میں ایک اور

---

[1] Malacoda ایک عفریت کا نام

شخص کو یہ وحشی راستہ دکھاؤں ۔

ان الفاظ سے اس کے رذالا گو دا کے دل و جگر کو ایسا صدمہ پہنچا کہ اس کا دو شاخہ اس کے پیروں کے پاس گر پڑا اور اس نے دوسروں سے کہا "اس پر حملہ نہ کرنا"

اور میرے رہبر نے مجھ سے کہا "اے تو کہ پل کی بڑی چٹانوں کے پیچھے دبکا دبکا یا بیٹھا ہے، اب اطمینان سے میرے پاس آ"

اس پر میں نے جنبش کی اور فوراً اس کے پاس جا پہنچا اور تمام عفریت گھس کے سامنے آ گئے جس سے مجھے اندیشہ ہوا شاید وہ اپنے عہد پر قائم نہ رہیں گے

اور اسی طرح اس سے پہلے میں نے ایک پیدل دستے کے لوگوں کو دیکھا تھا جو کاپرونا[1] سے صلح کر کے بڑھے تھے مگر جب انھوں نے اپنے آپ کو دہشت سے دشمنوں کے درمیان پایا تو ڈر گئے ۔

میں اپنا سارا جسم سمیٹ کے اپنے ہادی سے اور قریب ہو گیا اور اپنی آنکھیں اُن لوگوں کے تیوروں پر جمائے رکھیں جن کے تیور برے معلوم ہوتے تھے ۔

انھوں نے اپنے دو شاخے نیچے کی طرف جھکائے۔ اور ایک دوسرے سے برابر کہتے جاتے تھے "میں اس کی کمر پر نشانہ جماؤں" اور جواب دیتے جاتے تھے "ہاں مگر دیکھنا دندانے اچھی طرح لگیں"

لیکن وہ عفریت جو میرے رہبر سے باتیں کر رہا تھا فوراً مڑ کے

---

[1] یہ اس لڑائی کی طرف اشارہ ہے جس میں توسکانا کی گویلف جماعت نے کاپرونا کا قلعہ فتح کیا تھا۔ دانتے اس لڑائی میں شریک تھا۔

کہنے لگا" خاموش۔ خاموش۔ اسکارمی لیونے[۱]"

پھر اس نے ہم سے کہا" اس چٹان پر اور آگے جانا ممکن نہ ہوگا کیونکہ چھٹا پل ٹوٹا ہوا تہ میں پڑا ہے۔

لیکن اگر تم لوگوں کو آگے جانے کی خواہش ہو تو کنارے کنارے جاؤ۔ قریب ہی ایک اور چٹان ہے جس پر سے راستہ ہے (اگلی خندق کا ایک اور پل ہے)

کل، اب جو وقت ہے اس سے پانچ گھنٹے بعد، ایک ہزار دو سو چھیاسٹھ سال پورے ہوں گے کہ یہاں کا پل ٹوٹا تھا[۲]۔

میں اپنے کچھ ساتھیوں (عفریتوں) کو اس طرف بھیج ہی رہا ہوں کہ دیکھیں وہاں کوئی گناہگار (سطح پر اُبھر کے) ہوا تو نہیں کھا رہا ہے۔ اُن کے ساتھ جاؤ۔ وہ تم کو دغا نہیں دیں گے۔"

پھر اس نے حکم دینا شروع کیا" الی کی نو[۳] اور کالکا بری نا[۴] آگے بڑھو۔ اور تو بھی کانیا تزو[۵]۔ بار باری چیا[۶] اس جماعت کی سرداری کرے۔

اور اس کے ساتھ بی بی کوکو[۷] بھی جائے اور دراگیا ناتسو[۸] اور نوکیلے دانتوں والا چریاتو[۹] اور گرافی کانے[۱۰] اور فارفاریلو[۱۱] اور غضب ناک روبی کانتے[۱۲]

---

۱ Scarmiglione عفریت کا نام ۲ جب حضرت عیسیٰ کو مصلوب کیا گیا تھا تو جہنم میں سخت زلزلہ آیا تھا ۳ تا ۱۲ عفریتوں کے نام:۔ Alichino

Draghianazzo Libicocco Cagnazzo Calcabrina

Rubicante Farfarello Graffiacane Ciriatto

ابلتے ہوئے گوند کے اطراف اچھی طرح دیکھنا اور ان دونوں کو حفاظت سے اس اگلی چٹان تک پہنچا دینا جو صحیح سلامت اگلی خندق پر سے گزرتی ہو"۔

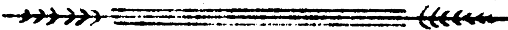
میں نے کہا "میرے آقا۔ میں کیا کروں؟ میں کیا دیکھ رہا ہوں۔ اگر تجھے راستہ معلوم ہو تو بہتر یہی ہو کہ ہم ان لوگوں کی معیت کے بغیر تنہا چلے چلیں۔ مجھے ان لوگوں کا ساتھ پسند نہیں۔

اگر تو ہمیشہ کی طرح اب بھی اتنا ہی ہوشیار تھا تو تو نے دیکھا تھا کہ ہم کو دیکھ کے ان لوگوں نے کس طرح دانت کٹکٹائے تھے اور ہمیں گزند پہنچانے کی دھمکی دی تھی"۔

اور اس نے مجھ سے کہا "میں یہ نہیں چاہتا کہ تو ڈرے جتنا ان کا جی چاہے دانت کٹکٹائیں۔ کیونکہ وہ ان ابلتے ہوئے بدنصیبوں پر دانت کٹکٹا رہے ہیں"۔

وہ بائیں کنارے پر مڑے۔ مگر پہلے ہر ایک نے اشارے کے لیے سامنے دانتوں کے بیچ اپنی زبان دبائی

اور اس نے اپنی زبان کو بگل کی طرح استعمال کیا۔



بائیسواں قطعہ

[آٹھواں حلقہ پانچویں خندق] اس سے پہلے ہم نے شہسواروں کو منزل سے بڑھ کے حملہ کرتے دیکھا ہے انھیں صفیں جماتے دیکھا ہے اور کبھی کبھی بچاؤ کے لیے پیچھے ہٹتے دیکھا ہے۔

اے اہلِ اریتی نو میں نے تمھاری سرزمین پر شہ سواروں کو دیکھا ہے۔ میں نے چارہ جمع کرنے والوں کو بڑھتے دیکھا ہے۔ میں نے شہسواروں کے مقابلوں کی دہشت دیکھی ہے۔ میں نے نیزہ بازوں کی دوڑ دیکھی ہے۔

لیکن اس بے ہنگم پن سے حکم برداری کرتے ہوئے نہ میں نے کبھی سواروں کو بڑھتے دیکھا نہ پیادوں کو اور نہ جہاز کو جو زمین یا ستاروں کی نشانی پر چلتا ہے۔

ہم دس عفریتوں کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے۔ آہ کیا ڈراؤنا ساتھ تھا۔ لیکن دستور ہی کلیسا میں بزرگوں کے ساتھ گزاروں اور شراب خانے میں بلانوشوں کے ساتھ۔

پھر بھی میں تیر کی طرف متوجہ تھا۔ کیوں کہ میں اس خندق کی اور ان لوگوں کی جو اس میں ابل رہے تھے، ہر کیفیت دیکھنا چاہتا تھا۔

جیسے توی ہیکل مچھلیاں اپنی پیٹھ کی کمان سے ملاحوں کو اشارہ کرتی ہیں کہ اپنے جہاز کو بچانے کی تیاری کریں۔

اسی طرح، کبھی کبھی اپنی سزا ذرا ہلکی کرنے کو کوئی گناہ گار اپنی پیٹھ

دکھاتا، اور پھر چشم زدن میں غوطہ لگاتا۔

اور جس طرح گڑھے میں پانی کے کنارے مینڈک اس طرح کھڑے ہوتے ہیں کہ صرف ان کی تھوتھنیاں باہر ہوتی ہیں اور ان کی ٹانگیں اور باقی جسم چھپا ہوتا ہے،

اسی طرح دونوں طرف یہ گناہ گار کھڑے ہوئے۔ لیکن جوں ہی باربریچیا بڑھا انھوں نے ابلتے ہوئے تیر کے اندر غوطہ لگایا۔

میں نے دیکھا اور اس پر میرا دل اب بھی کانپ اٹھتا ہے کہ ان میں سے ایک[1] اس طرح باقی رہ گیا جیسے ایک مینڈک باقی رہ جائے اور دوسرے سب ڈبکیاں لگائیں۔

اور گرافی کانے نے جو اس سے سب سے زیادہ قریب تھا اس کے قیر آلودہ بالوں کو کانٹے سے پکڑ کے اسے اوپر اٹھایا اور وہ (گناہ گار) مجھے اود بلاؤ جیسا معلوم ہوا۔

میں ان سب عفریتوں کے نام سے واقف ہو گیا، کیوں کہ جب ان کا انتخاب ہو رہا تھا میں ان کے نام توجہ سے سن رہا تھا، اور جب وہ ایک دوسرے کو مخاطب کر رہے تھے تو میں غور سے سن رہا تھا کہ وہ کیا نام لیتے ہیں۔

پوری لعین جماعت نے چلا کے کہا "اے ربی کانتے دیکھ، اس جسم میں اپنا پنجہ گاڑ کے اس کی کھال ادھیڑنا!"

اور میں نے کہا "آقا اگر تجھ سے ممکن ہو تو دریافت کر کہ یہ بے چارہ کون ہے جو اس طرح اپنے دشمنوں کے ہتھے چڑھا!"

میرے رہبر نے اس کے قریب جا کے اس سے پوچھا کہ وہ کہاں سے

---

[1] اس شخص کا نام چیام پولو Ciampolo تھا

آیا اور اس نے جواب دیا میں نوار کی سلطنت میں پیدا ہوا۔
میری ماں نے مجھے ایک امیر کبیر کی خدمت پر مقرر کیا۔ کیوں کہ میرا
باپ جس نے اپنی جایداد کو ضائع کیا بے ادب اور مسرف تھا۔
پھر میں اچھے بادشاہ تی بالدوؔ[له] کے گھر میں خدمت کرتا رہا اور
یہاں میں نے رشوت ستانی شروع کی جس کا مواخذہ مجھ سے اس
گرمی میں ہو رہا ہے۔

اور چریاتو نے جس کے منہ سے دونوں طرف دو بڑے بڑے
دانت نکلے ہوئے تھے، جیسے جنگلی سور کا دانت ہوتا ہے، دکھا دیا کہ یہ
دانت (گوشت کو) کس طرح پھاڑتا ہے۔
چوہا بُری بلیوں میں آپھنسا تھا، لیکن باربی چیا نے اسے اپنے
دونوں بازوؤں میں مقفّل کر لیا اور کہا " جب تک میں اسے پکڑے ہوئے
ہوں الگ رہو۔"

اور میرے استاد کی طرف اشارہ کر کے اس نے کہا " اس سے پہلے
کہ کوئی اور اس کا کام تمام کرے اگر تم اس سے کچھ معلوم کرنا چاہتے ہو تو
پوچھتے جاؤ۔"

اس پر میرے رہبر نے کہا " تیر کے اندر تو اور جن گناہ گاروں کو
جانتا ہے ان میں کوئی لاطینی بھی ہے؟" اس نے جواب دیا " میں ابھی
ایک ایسے شخص سے رخصت ہو کے آیا ہوں جو دوسری جانب
ان کا (لاطینی گناہ گاروں کا) ہم سایہ تھا۔ کاش میں ابھی اس کی
آڑ میں ہوتا تاکہ مجھے کسی کے پنجے یا کانٹے کا ڈر نہ ہوتا۔

له تی بالدو ثانی Tebaldo II. شاہ نوار جس نے ۱۲۵۳ء سے ۱۲۷۰ء تک حکومت کی۔

اور بی بی کو کو نے چلا کے کہا "ہم بہت برداشت کر چکے" اور کانٹے سے اس نے اس گناہ گار کا بازو پکڑا اور پھاڑ کے اس کے ایک عضلے کا ایک حصّہ نوچ لے گیا۔

دراگیا ناتسو بھی اس کی ٹانگوں کو نوچنا ہی چاہتا تھا مگران کا سردار اس کے اطراف گھومنے لگا اور ..لانے کو بُری صورت بنالی۔

جب وہ (عفریت) ذرا خاموش ہوے تو میرے رہبر نے اس (گناہ گار) سے پوچھا جو برابر اپنے زخم کو تک رہا تھا۔

"وہ کون شخص تھا جس سے جدا ہونے کے متعلق تو نے کہا کہ یہ تیری بدنصیبی تھی کیوں کہ پھر تو کنارے پر آیا؟" اور اس نے جواب دیا "وہ راہب گومی تا[1] تھا۔

وہ گےلورا[2] کا رہنے والا تھا جو ہر فریب کا مسکن ہے۔ اس کے مالک کے تمام دشمن اس کے ہاتھ میں تھے او ... نے ان کے ساتھ ایسا سلوک کیا کہ وہ سب اس کی تعریف کرتے ہیں۔

وہ رشوت لیتا تھا اور چکنی چپڑی باتیں کر کے انھیں بڑھا دیتا تھا اور ... دوسری کارگزاریوں میں بھی وہ معمولی آدمی نہیں تھا، رشوت خواروں کا سرتاج تھا۔

اس کے ساتھ لوگو دورو[3] کا رہنے والا ...ن کلیل تسانکے[4] بھی ہے۔

---

[1] Gomita ایک رشوت ستاں راہب [2] گےلورا Gallura واقع سارودی نیا کے ایک منصفِ عدالت Nino Visconti کا ملازم تھا [3] Logodoro جزیرۂ ساروی نیا کا شمال مغربی حصّہ [4] Michel Zanche [5] Enzio شاہِ ساروی نیا نے لوگو دورو میں اپنا نائب مقرر کیا تھا۔ جب ان تسیو قید ہو گیا تو

(باقی صفحہ ۲۴۴ پر)

اور جب وہ ساری دنیا کا ذکر کرتے ہیں تو ان کی زبانیں نہیں تھکتیں۔

آہ۔ دیکھو وہ دوسرا (عفریت) دانت نکالے ہنس رہا ہے۔ میں اور بھی کچھ کہتا مگر مجھے ڈر معلوم ہو رہا ہے کہ وہ میری چندیا پر پنجہ مارنے ہی والا ہے "

اور ان عفریتوں کے بڑے سردار نے فار فاریلو کی طرف جو حملہ کرنے کے لیے اپنا کانٹا گھما ہی رہا تھا، مڑ کے کہا " چل یہاں سے بدمعاش چڑیا "

خوف زدہ گناہ گار نے پھر سے کہنا شروع کیا " اگر تم اہلِ توسکا یا اہلِ لومباردی کو دیکھنا اور ان کی باتیں سننا چاہتے ہو تو میں انھیں بلواتا ہوں

لیکن ذرا ان خبیث پنجوں کو تو ہٹواؤ کہ وہ (گناہ گار جن کو میں بلانا چاہتا ہوں) ان کے انتقام سے نہ ڈریں میں یہیں بیٹھا رہوں گا سیٹی بجا کے اپنے ایک کے بدلے میں سات کو بلاؤں گا۔ جب ہم میں سے کوئی باہر نکلتا ہے تو (میدان صاف دیکھ کے) وہ یہی اشارہ کرتا ہے "

کانیاتسو نے یہ الفاظ سن کے اپنی تھوتھنی اٹھائی اور سر ہلا کے کہا " دیکھو اس نے (دوبارہ) غوطہ لگانے کو کیا شرارت سوچی ہے "

اس پر اس (گناہ گار) نے جس کو بہت سی مکاریاں یاد تھیں جواب دیا " کیا کہنا۔ بے شک۔ بڑی شرارت کی بات ہے کہ میں اپنے ساتھیوں کے لیے اور زیادہ مصیبت کا انتظام کر رہا ہوں "

(بقیہ صفحہ ۲۳۳) اس نے اس کی بیوی کو طلاق دلوا کے خود اس سے شادی کرلی۔

اس پر الی کی نو خاموش نہیں رہا اور دوسروں کی مخالفت میں اس نے کہا ٥ اگر تو جھکے گا تو میں تیرے پیچھے دوڑوں گا بلکہ تیر کے اوپر پر پھڑ پھڑاتا ہوا تیری نگرانی کرتا رہوں گا۔

ہم بلندی کو چھوڑتے ہیں اور کنارے کو اوٹ بناتے ہیں۔ دیکھیں گے تو اکیلا کیسے ہم سب کو جیت سکتا ہے!"

اے ناظر اب تو ایک نیا لطیفہ سنے گا۔ سب نے دوسری طرف نظر جمائی، سب سے پہلے اس نے جو اس کام کے لیے سب سے کم تیار تھا

نوار کے رہنے والے (گناہ گار) نے اس موقع سے خوب کام لیا۔ زمین پر اپنے پنجے جمائے اور ایک لمحے میں غوطہ لگا کے اپنے آپ کو ان لوگوں کے (بے رحمی کے) ارادے سے بچا لیا۔

اس پر ہر ایک (عفریت) اپنے آپ کو قصوروار سمجھ کے پیچ و تاب کھانے لگا۔ مگر سب سے زیادہ وہ جو اس غلطی کا باعث ہوا تھا۔ اس لیے وہ دوڑا اور چلایا" یہ پکڑا "

مگر سب بے کار تھا کیوں کہ پر بھی اتنے تیز نہیں لے جا سکتے جتنا تیز خوف لے جاتا ہے۔ گناہ گار نے غوطہ لگایا اور وہ (ن) کی نو) جو اُڑ رہا تھا اس نے اپنا سینہ بلند کیا۔

جیسے مرغابی شکرے کو جھپٹتا دیکھ کے فوراً غوطہ لگاتی ہے اور شکرا شکست خوردہ اور غصے سے بھرا الٹا اوپر اُبھرتا ہے۔

کالکابری نا جس کو اس چالاکی پر بڑا غصہ تھا اس کے پیچھے پیچھے اُڑ رہا تھا، چاہتا تھا کہ گناہ گار کسی طرح بچ جائے تاکہ اسے لڑنے کا موقع ملے۔

اور جب وہ رشوت خوار نظر سے اوجھل ہو گیا تو اس نے اپنے ساتھی پر

اپنا پنجہ جمایا۔ اور خندق کے اوپر (ہوا میں) دونوں ایک دوسرے سے گتھ گئے۔

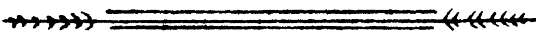
لیکن وہ دوسرا (الی کی نو) بھی باز سے کچھ کم نہ تھا۔ اس نے بھی خوب نوچا۔ اور دونوں ابلتی ہوئی خندق میں گر پڑے۔

حدت نے انھیں ایک دوسرے سے الگ کر دیا۔ لیکن وہ اُٹھ نہیں سکتے تھے۔ اُن کے پیر (تارکول) کے گوند سے جم گئے تھے۔

باز باری جیا جو دوسروں کے ساتھ افسوس کر رہا تھا اس نے ان میں سے چار کو کانٹے کے دوسرے کنارے پر اڑ کر پہنچنے کا حکم دیا۔

اور بہت تیزی سے اس کنارے اور اس کنارے وہ کھڑے ہونے کی جگہ جا اترے۔ اور اپنے کانٹے اس پھنسے ہوئے جوڑے کی طرف بڑھائے جن کی کھال تک ابل چکی تھی۔

ہم انھیں اس گڑبڑ اور ہنگامے کی حالت میں چھوڑ کر آگے بڑھے۔



تیئیسواں قطعہ

[آٹھواں حلقہ۔ پانچویں خندق] خاموش، الگ اور بلا ان لوگوں کی معیت کے ہم آگے بڑھے ۔ ایک آگے اور دوسرا ([illegible]) پیچھے جیسے چھوٹے درجے کے راہب سفر کرتے ہیں ۔

اس جھگڑے کو دیکھ کر مجھے ایسپ کی وہ کہانی یاد آگئی جس میں وہ مینڈک اور چوہے کا ذکر کرتے ہیں ۔

کیوں کہ اگر غور سے کوئی دونوں قصّوں کی ابتدا اور انتہا پڑھے تو یہ قصہ اس دوسرے قصّے سے اس قدر مشابہ ہے جیسے "ہاں" اور "[illegible]" ۔

اور جیسے ایک خیال سے دوسرا خیال پیدا ہوتا ہے، اسی طرح اس دوسرے خیال سے میرے دل میں ایک ایسا خیال پیدا ہوا کہ میرا پہلا خوف دُگنا ہوگیا ۔

میں یہ سوچنے لگا " یہ (عفریت) ہماری وجہ سے ذلیل ہوئے ان کا اتنا نقصان ہوا اور ان کو اتنی خفت اٹھانی پڑی کہ میں سمجھتا ہوں وہ بہت ناراض ہوں گے ۔

اگر ان کی بدی اور شرارت کے ساتھ غصہ بھی جمع ہو جائے تو وہ اس کُتّے سے زیادہ تیزی سے ہمارا پیچھا کریں گے جو خرگوش کے بچّے کو جا دبوچتا ہے "

میرے سر کے بال خوف سے کھڑے ہوگئے اور غور سے پیچھے دیکھتے

ہوئے میں نے کہا " آقا اگر تو جلدی سے
مجھے اور اپنے آپ کو نہ چھپائے تو مجھے تانتے پر لٹکے (عفریتوں)
سے ڈر معلوم ہو رہا ہے ۔ وہ ہمارے پیچھے آہی رہے ہیں ۔ میں پہلے بھی
یہی سمجھتا تھا ۔ اور اب انھیں آتا سن رہا ہوں "
اور اس نے کہا " اگر میں سیسے اور شیشے کا بنا ہوا ہوتا تب بھی
تیرے جسم کو میں اس تیزی سے اپنے پاس کھینچ کے بچا لیتا جس تیزی سے
میں تیرے قلب پر اندر سے اپنا اثر جذب کرتا ہوں ۔
ابھی ابھی تیرے خیالات اور میرے خیالات یکساں تھے ۔ ان کا
عمل اور ان کی صورت وہی تھی ۔ دونوں کے متعلق میں نے ایک
ارادہ کر لیا ہے
اگر سیدھے کنارے کا نشیب دوسری خندق کی طرف اترتا ہے
تو ہم اس تعاقب سے بچ جائیں گے جس کا تجھے اندیشہ ہے "
وہ ابھی اپنے اس ارادے کا پورا اظہار بھی نہ کر پایا تھا کہ میں نے
عفریتوں کو پر پھیلائے آتے دیکھا وہ زیادہ دور نہیں تھے اور ہم
لوگوں کو پکڑنے کی نیت سے آرہے تھے ۔
میرے رہبر نے مجھے اس طرح پکڑ لیا جیسے کوئی ماں شور و غوغا کی آواز
سے جاگ اٹھے اور اپنے پاس شعلے دہکتے دیکھے
اور جلدی سے اپنے بچے کو اٹھا کے بھاگے ۔ اپنے سے زیادہ
اس کی جان کی فکر کرے اور مڑ کے دیکھنے کو بھی نہ ٹھیرے ۔
سخت کنارے کی بلندی سے پیٹھ کے بل وہ اس جھکی ہوئی چٹان پر
پہنچا جو اگلی خندق کا بند بناتی ہے ۔

دھار کا پانی جو پن چکّی کا پہیّا گھماتا ہے وہ بھی پٹیوں کے پاس پہنچتے وقت اتنا تیز نہ ہوتا ہوگا۔

جتنی تیزی سے میرا استاد مجھے اپنے سینے پر اٹھائے ہوئے اترا اس طرح جیسے کوئی اپنے ساتھی کو نہیں اپنے بیٹے کو اٹھاتا ہے۔

ہم اگلی خندق کی تہ میں پہنچے ہی تھے کہ وہ (عفریت) ہمارے اوپر بلندی سے نمودار ہوے، لیکن اس سے اُسے (ورجل کو) کوئی خوف نہیں ہوا۔

کیوں کہ شانِ پروردگاری ہی نے، جس نے انھیں پانچویں خندق کی نگرانی سپرد کی۔ اُن سے اِس خندق کو چھوڑنے کی طاقت سلب کرلی۔

[آٹھواں حلقہ۔ چھٹی خندق] وہاں (چھٹی خندق) میں نیچے ہم نے ایسے لوگوں کو دیکھا جن کے چہرے رنگے ہوے تھے جو بہت ہی آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوے گھوم رہے تھے اور رو رہے تھے۔ اور ان کی نگاہوں سے تھکن اور رقت برستی تھی۔

[ریاکار] وہ لبادے پہنے ہوے تھے۔ اور آنکھوں کے سامنے ایسی موٹی موٹی ٹوپیاں تھیں جن کی شکل اُن ٹوپیوں کی سی تھی جو شہرِ کولون میں راہبوں کے لیے بنائی جاتی ہیں۔

باہر سے (لبادوں پر) سونے کا ملمّع تھا جس سے آنکھیں چکاچوند ہوتی تھیں مگر پورا لبادہ سیسے کا بنا ہوا تھا اور اتنا وزنی تھا کہ فریدرک[1] کو

---

[1] Fredrico فریڈرک ثانی ان لوگوں کو جو غدّاری کرتا تھا سیسے کے لبادے پہنواتا اور پھر آگ سے اس سیسے کے لبادے کو اُن کے جسم پر پگھلواتا۔

کے بنائے ہوئے لبادے ان کے مقابل پھوس کی طرح ہلکے تھے۔

یہ لبادہ ابد تک تھکاتا رہے گا۔ ہم ان لوگوں کے ساتھ ساتھ بائیں ہاتھ کی طرف مڑے۔ ہم ان لوگوں کی بے لطف گریہ و زاری سن رہے تھے۔

لیکن وہ لوگ اپنے بوجھ سے تھکے ہوئے اس قدر آہستہ آہستہ چل رہے تھے کہ ہر قدم پر ہمارے ساتھی نئے لوگ ہوتے۔

اس پر میں نے اپنے ہادی سے کہا "دیکھ شاید تجھے کوئی ایسا آدمی ملے جو اپنے کام یا نام کی وجہ سے مشہور ہو۔ چلتے چلتے اِدھر اُدھر نظر دوڑاتا رہ۔"

اور ایک[1] جو توسکا کی بولی سمجھتا تھا۔ ہمارے پیچھے سے چلا کے کہنے لگا "اے وہ لوگو جو اس تھوڑی ہوا میں اس تیزی سے دوڑے چلے جا رہے ہو، ذرا اپنے قدم تو روکو۔

شاید میں تمھیں وہ جواب دے سکوں جو تم چاہتے ہو۔" اس پر میرے رہ نما نے مڑ کر کہا "ٹھیر جا اور پھر اسی کی رفتار سے ساتھ ساتھ چل۔"

میں ٹھیر گیا اور اس نے دو آدمیوں کو دیکھا جو معلوم ہوتا تھا کہ دل سے میرے پاس تک پہنچنے کی بڑی کوشش کر رہے ہیں مگر وزن اور راستے کی تنگی کی وجہ سے مجبور تھے۔

---

[1] یہ ایک راہب تھا جس کا نام Catalano تھا۔ اس کے ساتھی کا نام Loderingo تھا۔ دونوں بولونیا کے رہنے والے تھے لیکن اس خیال سے کہ یہ دونوں غیر ملکی ہونے کی وجہ سے عدل سے حکومت کریں گے انھیں فلارنس کا حاکم مقرر کیا گیا تھا جہاں انھوں نے بڑی ریاکاریاں کیں۔

جب وہ ہمارے برابر آگئے تو ترچھی نظر سے انھوں نے مجھے بڑی دیر تک بِلا کچھ کہے ہوئے دیکھا۔ پھر وہ ایک دوسرے کی طرف مخاطب ہوئے اور آپس میں کہا

" یہ شخص گردن کی حرکت کی وجہ سے زندہ معلوم ہوتا ہے اور اگر یہ دونوں مردہ ہیں تو انھیں کیا حق ہے کہ وزنی لبادے کے بغیر یوں چلیں ؟ "

پھر انھوں نے مجھ سے کہا " اے توسکانا کے رہنے والے جو غم زدہ ریاکاروں کے مدرسے میں آیا ہے، ہمیں یہ بتانے میں کہ تو کون ہے عذر نہ کریو"

اور میں نے اُن سے کہا " خوب صورت ندی آرنو کے کنارے اس بڑے شہر (فلارنس) میں پیدا ہوا اور پروان چڑھا۔ یہاں میں اس جسم کے ساتھ ہوں جس سے میں کبھی جدا نہیں ہوا۔

مگر تم ؟ تُم کون ہو جن کے رخساروں سے میں اتنا رنج ٹپکتا دیکھ رہا ہوں ؟ اور تمھیں کیا سزا ملی ہے جو (اوپر سے) یوں چمکتی ہے ؟ "

اور اُن میں سے ایک نے مجھے جواب دیا " ہمارے سُنترے کے رنگ کے رسنہرے) لبادے دراصل اتنے موٹے سیسے کے ہیں کہ ان کے وزن سے ان) کے ترازو (ہمارے جسم) چٹخے پڑتے ہیں۔

ہم بولونیا کے رہنے والے خوش باش راہب تھے۔ میرا نام کاتالانو تھا اور اس کا لودے رنگو اور تیرے شہر نے ہم دونوں کو امن قائم رکھنے کے لیے انتخاب کیا، حالاں کہ عموماً ایک ہی شخص کا انتخاب کیا جاتا ہے۔ اور ہم ایسے نکلے کہ ... کا اندازہ

اب بھی گارڈنگو[1] میں ہو سکتا ہی

میں نے کہنا شروع کیا" اے راہبو، تمھاری بدکاری . . . ."

لیکن میں اس سے زیادہ نہ کہہ سکا کیوں کہ میری نظر اب ایک ایسے شخص

رکائیافاس[2] پر پڑی جو تین لکڑیوں کی صلیب پر بندھا زمین پر جکڑا

ہوا پڑا تھا۔

اور جب اس نے مجھے دیکھا تو سر سے پانو تک کانپا اور اپنی ڈاڑھی

میں ٹھنڈی سانسیں بھریں۔ راہب کاتالانو نے جب یہ دیکھا

تو مجھ سے کہا " وہ جکڑا ہوا شخص جسے تو نے دیکھا وہی ہی جس نے

فاریسیوں کو یہ مشورہ دیا تھا کہ لوگوں کے فائدے کے لیے ایک شخص کو

اذیت دے کے مارنا مناسب ہی۔

اس راستے کے عرض پر وہ ننگا پڑا ہی جیسا کہ تو دیکھ رہا ہی۔ اور

ہر شخص کے وزن کو، جو ادھر سے گزرتا ہی، اس کا جسم محسوس کرتا ہی۔

اور اس کا خسر[3] بھی اسی طرح اس خندق میں جکڑا پڑا ہی اور ساتھ

ہی اس مجلس کے تمام اراکین جنھوں نے یہودیوں کے لیے بدی کے

بیج بوئے۔"

---

[1] Gardingo فلارنس کا وہ حصہ جو اب Piazza di Firenze

کہلاتا ہی۔ اس زمانے میں شہر کی سیاسی زندگی میں یہ مقام بہت اہمیت رکھتا تھا

اور اوبرتی Uberti کا محل یہیں تھا [2] Caiapas فارسی Pharisee

طبقے کا بڑا پجاری تھا اور مجلس میں اس نے مشورہ دیا تھا کہ عوام الناس کے لیے ایک آدمی کو

اذیت دے کے مارنے میں کوئی برائی نہیں۔ [3] ملاحظہ ہو انجیلِ مقدس میں کتاب

یوحنا حصہ ۱۸۔

پھر میں نے ورجل کو تعجب سے اس شخص کی طرف دیکھتے دیکھا جو اس قدر خواری سے صلیب پر بندھا، اس ابدی جلاوطنی کے عالم میں پڑا تھا۔

اس کے بعد اس نے (ورجل نے) راہب کو خطاب کر کے یہ الفاظ کہے "ناراض نہ ہونا۔ لیکن اگر قانوناً تمھیں یہ بتانے کی اجازت ہو کہ سیدھے ہاتھ کی طرف کوئی ایسا راستہ ہے

جس سے ہم دونوں یہاں سے نکل کے باہر جا سکیں؟ تاکہ سیاہ فرشتوں کو یہاں آ کے ہمیں اس تہ سے باہر نکالنے کی زحمت نہ اٹھانی پڑے۔

اس نے یہ جواب دیا "تیری امید سے بھی زیادہ قریب تجھے ایک چٹان ملے گی جو بڑی فصیل سے نکلی ہے اور جو تمام ظالم (وادیوں، رخندقوں) پر پل بناتی ہے۔

صرف اس خندق میں وہ ٹوٹ گئی۔ اور اس کا پل نہیں بناتی۔ لیکن اس کے شکستہ حصے پر سے تم چڑھ کے پار ہو سکتے ہو جو اطراف میں ڈھلوان سا ہے اور بیچ میں ایک ڈھیر کی طرح ہے"۔

ہادی تھوڑی دیر تک سر جھکائے کھڑا رہا اور پھر کہنے لگا وہ (عفریت) جو اس طرف کانٹوں سے گناہ گاروں کو پکڑتا ہے، اس نے غلط راستہ بتایا"۔

اور راہب نے کہا "ایک دفعہ میں نے بولونا میں شیطان کی بہت سی برائیوں کا ذکر سنا تھا۔ جن میں سے ایک برائی میں نے یہ بھی سنی تھی کہ وہ جھوٹا اور جھوٹ کا باپ ہے"۔

پھر تیزی سے میرا ہادی آگے بڑھا۔ اس کا چہرہ غصے سے زرا برہم تھا۔ اس پر میں ان بوجھ سے لدی ہوئی روحوں سے رخصت ہوا۔

اور اس کے عزیز نقوشِ قدم پر روانہ ہوا

چوبیسواں قطعہ

[آٹھواں حلقہ - چھٹی خندق ٹوٹا ہوا پُل] نوجوان سال کے اس حصے میں
جب آفتاب برج الماء کے نیچے اپنی زلفیں گوندھتا ہے اور آدھے
دن کے بعد کی راتیں غائب ہونے لگتی ہیں۔
جب پالا زمین پر اپنی سفید بہن کی تصویر کی نقل اُتارتا ہے لیکن
اس کے قلم کا زور تھوڑی ہی دیر تک باقی رہتا ہے۔
کسان جس کے پاس گھاس چارہ باقی نہیں رہا، باہر نکل کے دیکھتا
ہے اور تمام کھیتوں کو سفید پاتا ہے اس پر وہ اپنی ران پر دو ہتھڑ مارتا ہے۔
گھر واپس جاتا ہے اور افسوس کرتا اِدھر اُدھر ٹہلتا ہے، جیسے کوئی
بے چارہ یہ نہ جانے کہ اب کیا کرے۔ پھر باہر آتا ہے اور پھر اس کی
امید تازہ ہوتی ہے۔
یہ دیکھ کر کہ اتنی ذرا سی دیر میں دنیا کی صورت کتنی بدل گئی۔
اور پھر اپنا ڈنڈا لے کے اپنے میمنوں کو چرانے لے جاتا ہے۔
اسی طرح جب میں نے اپنے آقا کے ابرو پر اس قدر پریشانی کے
آثار دیکھے تو میں نا امید ہو گیا اور اسی طرح جلد ہی زخم کا مرہم بھی مل گیا۔
کیوں کہ جب ہم اس پُل پر پہنچے تو میرا ہادی میری طرف اسی لطف
کے انداز سے بڑھا جو میں نے پہلے پہاڑ کے دامن میں دیکھا تھا۔
اس نے دل میں کوئی تدبیر سوچ کے اپنا آغوش وا کیا۔ اس تباہ شدہ
پل کی طرف دیکھا اور پھر مجھے اپنی گرفت میں لیا۔

اور اس شخص کی طرح جو کام سے پہلے اندازہ لگاتا ہو اور ہمیشہ پورا
اہتمام کرتا ہوا معلوم ہوتا ہو اس نے مجھے ایک بڑے پتھر کے
اوپر اٹھایا، اور دوسرے شکستہ پتھر کو دیکھ کر کہنے لگا " اس پر
چڑھ جا، مگر پہلے یہ دیکھ لینا کہ وہ تیرا بوجھ سنبھال سکتا ہو یا نہیں "
یہ راستہ ایسا نہیں تھا کہ اس پر سیسے کا لبادہ پہننے والے
خوشامدی چل سکیں کیوں کہ اس کا (ورجل) سبک جسم اور میں بہ دشواری
ایک ناہموار چٹان سے دوسری ناہموار چٹان پر چڑھ رہے تھے ۔
اور اگر اس طرف چڑھائی دوسری جانب کے مقابل کم نہ ہوتی
تو اس کے (ورجل) متعلق تو میں کہہ نہیں سکتا لیکن میں ضرور
شکست کھاتا

لیکن مالے بولجے بنا ہی اس طرح ہو کہ وہ سب سے نیچے کے
کنوئیں کی طرف جھکتا چلا گیا ہو اس لیے ہر وادی (خندق) میں یہ بات ہو
کہ ایک کنارہ اونچا ہو تو دوسرا نیچا۔ بالآخر ہم اس مقام پر
پہنچے جہاں سے پل کا آخری پتھر ٹوٹا تھا۔
میرے پھیپھڑوں سے جو سانس نکلی تھی اس سے میں ایسا تھک
گیا تھا کہ جب اوپر پہنچا تو اور آگے نہ بڑھ سکا۔ نہیں بلکہ وہاں
پہنچتے ہی بیٹھ گیا۔
آقا نے کہا " مناسب یہ ہو کہ تو یہ سستی چھوڑے کیوں کہ
نیچے بیٹھے رہنے یا سائے میں بیٹھے رہنے سے کسی نے شہرت نہیں حاصل کی۔
اور اس کے (شہرت کے) بغیر جس نے اپنی زندگی بسر کی
وہ دنیا پر ایسا ہی اپنا نشان چھوڑتا ہو جیسے ہوا میں دھواں یا پانی پر

جھاگ۔

پس اُٹھ۔ کوشش کر کہ تیری پھولی ہوئی سانس پر تیری روح غالب آئے۔ کیوں روح ہی ہر جنگ میں غالب آتی ہے۔ بشرطیکہ اپنے بھاری جسم کی وجہ سے وہ بھی تہ میں نہ جا بیٹھے۔

ابھی ہمیں یہ اونچی سیڑھی بھی چڑھنا ہے۔ صرف اتنی بلندی کو طے کر لینا کافی نہیں اگر تو میری بات سمجھتا ہے تو وہ کام کر جس میں تیرا فائدہ ہے۔"

میں اٹھا۔ اور میری جو حالت تھی اس کے مقابل بہت اچھی طرح سانس لینے لگا اور کہا" چلو کہ میں مضبوط ہوں اور ارادے پر قائم ہوں۔"

ہم چٹان پر اوراوپر چڑھے۔ یہ چٹان سخت تنگ اور مشکل تھی۔ اور پہلی چٹان سے زیادہ کڑاڑے دار تھی۔

میں باتیں کرتا جاتا تھا کہ تھکا ہوا اور ڈھان ہمت نہ معلوم ہوں کہ اتنے میں اگلی خندق سے ایک آواز آئی جس کے الفاظ ٹھیک ٹھیک دہرا نہیں سکتے۔

ساتویں خندق] میں نہیں جانتا کہ اس آواز نے کیا کہا حالاں کہ میں اس محراب کے کنارے پر تھا جو اس خندق پر پل بناتی ہے۔ لیکن وہ جس بات کی تھی معلوم ہوتا تھا کہ اسے غصّہ ہے۔

میں نے نیچے کی طرف دیکھا، لیکن میری زندہ آنکھیں تاریکی کی تہ تک نہ پہنچ سکیں اس پر میں نے کہا" آقا دیکھنا

کہ ہم دوسری طرف اس بند سے نیچے اتریں۔ کیوں کہ میں یہاں

آواز تو سن رہا ہوں مگر کچھ سمجھ نہیں سکتا اور پھر نیچے دیکھتا ہوں تو کچھ نظر نہیں آتا۔"

اس نے جواب دیا "تیری خواہش پر عمل کرنے کے سوا میں تجھے اور کوئی جواب نہ دوں گا۔ کیوں کہ جب درخواست مناسب ہو تو وہ خاموشی سے پوری کرنی چاہیے"۔

ہم پُل سے نیچے کی طرف سرے کے پاس پہنچے جہاں وہ آٹھویں بند سے ملتی ہے اور تب یہ خندق مجھے صاف صاف نظر آئی۔

میں نے اس کے اندر خوف ناک سانپ بھرے دیکھے۔ اور یہ دیکھنے میں ایسے عجیب معلوم ہوتے تھے کہ ان کو یاد ہی کر کے میرا خون سرد ہوا جاتا ہے۔

لی بیا اپنے ریگ زار پر ناز نہ کرے کیوں کہ اگرچہ وہاں کیلی دری اور جاکولی اور پاریے اور کنکر (بھانت بھانت کے سانپ) ہوتے ہیں۔

لیکن اتنی کثیر اور طاعونی شکلیں نہ وہاں ہیں نہ تمام حبش میں، اور نہ اس سرزمین میں جو بحرِ قلزم کے کنارے ہے۔

[چور] سانپوں کے اس ظالم اور ہیبت ناک نرغے میں برہنہ اور خوف زدہ لوگ دوڑ رہے تھے۔ ان کو نہ کسی گوشۂ عافیت کی امید تھی۔ نہ (علاج کے لیے) سورج مکھی کی۔

سانپوں ہی سے اُن کے ہاتھ پیچھے جکڑے ہوئے تھے۔ ان سانپوں کے سَر اور دُمیں ان کی رانوں سے بندھی ہوئی تھیں اور سامنے گرہ لگی ہوئی تھی۔

اور دیکھنا۔ ایک آدمی ہمارے ساحل سے قریب تھا۔ اس پر ایک سانپ اُچھلا اور اسے اس جگہ کاٹا جہاں گردن شانوں سے ملتی ہے۔

کوئی اتنی جلدی "او" (ہ) یا آئی "ئ" کیا لکھے گا، جتنی جلدی اس کے تمام جسم میں آگ دوڑ گئی اور جلنے لگا اور راکھ ہو کے گر پڑا۔

اور جب وہ خاکستر بن کے زمین پر گر پڑا تو خود بخود خاکستر اکٹھی ہوئی، اور اس نے پھر اپنی پرانی صورت اختیار کر لی۔

بزرگوں نے لکھا ہے کہ ہر پانسو سال پورے ہونے سے پہلے قفنس اسی طرح مرتا ہے اور پھر دوبارہ پیدا ہوتا ہے۔

زندگی میں وہ (قفنس) نہ سبزی کھاتا ہے نہ دانہ بلکہ صرف عود اور اموسیا۔ آخر میں وہ مر اور بال چھڑ کے دھنویں میں جلتا ہے۔

اور اس شخص کی طرح جس کو شیطان کا زور زمین پر پچھاڑ گراتا ہے، یا کسی اور چیز کا زور جو انسانوں کو جکڑے ہوئے ہے۔

اور جب وہ شخص اٹھتا ہے تو اِدھر اُدھر نظر دوڑاتا ہے اور جس عذابِ عظیم سے ہو کر وہ گزرا ہے اُس کی وجہ سے بہوت ہوتا ہے اور اس کی نظر سے سرد آہیں برستی ہیں۔

وہی حال جب یہ گناہ گار اُٹھا تو اس کا بھی تھا۔ اے طاقتِ خداوندی تو کس قدر سخت ہے۔ جب تو انتقام کے لیے ایسی کڑی مار مارتی ہے۔

رہبر نے اس سے اس کا نام پوچھا تو اس نے جواب دیا "کچھ دن ہوئے میں اس دہشت ناک نالی میں توسکا سے برسا تھا۔

انسانی نہیں بلکہ حیوانی زندگی سے میں خوش ہوتا تھا۔ کیوں کہ میں
خچر جیسا تھا۔ مجھ وحشی درندے کا نام وانی فوچی[1] ہے اور پسٹوئیا[2]
میرے لیے موزوں غار تھا"۔

اور میں نے اپنے ہادی سے کہا۔ اُس سے کہنا کہ ہچکچائے نہیں۔
اور یہ پوچھنا کہ کس گناہ نے اسے یہاں لا دھکیلا۔ ایک زمانے میں
جب میں اُسے جانتا تھا تو وہ غضب ناک اور خونی تھا"۔

اور اس گناہ گار نے جب یہ سنا تو کوئی بہانہ نہیں کیا بلکہ اپنا
دماغ اور چہرہ دونوں میری طرف رنج و شرم کے ساتھ پھیرا۔
پھر اُس نے کہا" مجھے اس وجہ سے اور بھی زیادہ تکلیف معلوم
ہو رہی ہے کہ تو مجھے اس مصیبت کے عالم میں یوں دیکھ سکا۔ اتنی
تکلیف مجھے مرتے وقت بھی نہ ہوئی تھی۔

تو جو پوچھتا ہے، تجھے بتانے سے میں انکار نہیں کر سکتا۔ میں یہاں
اتنی نیچے اس لیے دھکیلا گیا کہ میں نے کلیسائے مقدس سے سامان
چرایا...

اور یہ الزام دوسروں کے سر تھوپا۔ لیکن اس خاطر کہ تو اس منظر کو
دیکھ کر خوش نہ ہو، اگر تو ان تاریک مکانوں سے بچ نکلنے والا ہے۔

---

[1] Vanni Fucci ایک مشہور چور جس نے کلیسائے سان تسے تو سے
مقدس سامان چرایا تھا [2] Pistoia شہر کا نام [3] فوچی اس واقعے کی پیشین گوئی
کر رہا ہے کہ سفید گویلف ۱۳۰۱ء میں سیاہ گویلف جماعت کو پسٹوئیا سے نکالیں گے
مگر ان کے ہاتھ سے بھی فلارنس کی حکومت نکل جائے گی "کالوں" سے سیاہ گویلف مراد ہیں
فوچی خود اس جماعت کا ایک فرد تھا۔

تو میں جو کہہ رہا ہوں وہ کان کھول کے سُن اور یاد رکھو۔ پہلے پستونیا میں "کالوں" کی آبادی کم ہوگی پھر فلارنس نئے سرے سے اپنی آبادی اور اپنے قانون کو بدلے گا۔

مریخ[1] ماگرا[2] کی وادی سے ایک آتش ناک بھاپ اُڑائے لا رہا ہے، جو گدلے بادلوں میں لپٹی ہوئی ہے اور غضب ناک اور شدید طوفان کے ساتھ

پچن[3] کے میدان میں جنگ ہوگی۔ جہاں یہ بھاپ پھٹے گی اور ہر سفید[4] اس سے مجروح ہوگا

اور میں نے تجھے یہ اس لیے سنایا کہ تجھے یہ سن کر رنج ہو[5]"

---

[1] جنگ کا دیوتا [2] Magra [3] Piccn جہاں سخت جنگ ہوئی تھی جس کی پیشین گوئی فوجی ــے کی ہے [4] سفید گویلف جماعت [5] یہ دانتے کی جلا وطنی کی پیشین گوئی ہے۔



پچیسواں قطعہ

[آٹھواں حلقہ ۔ ساتویں خندق] اپنے الفاظ یہ ۔۔۔ کر کے چور (فوجی) نے [چور] اپنے دونوں انگوٹھے آسمان کی طرف (حقارتاً) یہ چلاتے ہوئے اٹھائے " اللہ میاں ان کو لینا ۔ میں انھیں نشانہ لگا کے تیری طرف پھینکتا ہوں ۔"

پس اس وقت سے سانپ میرے دوست بن گئے ۔ کیوں کہ ایک سانپ اس کی گردن میں حمائل ہو گیا گویا زبانِ حال سے کہہ رہا تھا " تو اور زیادہ بکنے نہ پائے گا ۔"

اور ایک اور اس کے بازوؤں سے لپٹ گیا ، اور اسے باندھ کے اپنے آپ کو اس طرح گرہ دے لی کہ چور اپنے ہاتھ زرا بھی ہلا نہ سکتا تھا ۔

آہ پستوئیا ۔ پستوئیا کاش تو جل کے خاک ہو جاتا کہ تجھے یہ نو نہ بھگتنا پڑتا کہ تیری اولاد اس طرح بدکاری میں مبتلا ہو ۔

جہنم کے تاریک حلقوں میں کہیں میں نے کسی روح کو خدا کے مقابلے میں اس قدر مغرور نہیں پایا تھا ۔ اس کو بھی نہیں جو تھیبس کی دیواروں کے نیچے گر پڑا تھا ۔

وہ (فوجی) بغیر کچھ اور کہے بھاگا ۔ اور میں نے دیکھا کہ ایک قنطور غصے میں بھرا چلاتا چلا آرہا ہے ۔ " کہاں گیا ؟ وہ طیش کھانے والا ، کہاں گیا ؟ "

Cap...eus جس کا ذکر پندرھویں قطعے میں آچکا ہے ۔ ملاحظہ ہو متن اور حاشیہ

مجھے یقین ہی کہ مارے ما[1] میں بھی اتنے سانپ نہ ہوں گے جتنے اس

قنطور کی پیٹھ پر اس جگہ تھے جہاں سے اس کے جسم کا انسانی حصہ[2] شروع

ہوتا ہی۔

سر کے پیچھے اس کے کندھے پر پر پھیلائے ایک اژدہا پڑا تھا،

جو اپنے سامنے کی ہر چیز کو (پھونک مار کر) آگ لگا دیتا۔

میرے استاد نے کہا "یہ قنطور کاکو[3] ہی جو کوہِ اون تی نو[4] کی

چٹان کے نیچے اکثر خون کی جھیل بنا تا تھا۔

وہ اپنے دوسرے بھائیوں کے ساتھ اس سڑک[5] پر نہیں چلتا،

کیوں کہ اس کے قریب جو گلہ رہتا تھا اس کو اس نے بڑی چالاکی

سے چرایا تھا۔

[فلارنس کے پانچ چور اور ان کا شکلیں بدلنا] اور اسی وجہ سے اس کی چوری

اور بدکرداری کا ہرقلیس کے گرز سے خاتمہ ہوا۔ ہرقلیس نے اسے کوئی

سو ضربیں لگائیں جن میں سے پہلی دس ضربوں کو اس نے محسوس بھی

---

[1] Maremma [2] قنطوروں کا آدھا جسم (اوپری حصہ) انسانوں کا سا تھا اور باقی نصف جسم گھوڑوں کا سا [3] کاکو Caco یا Cacus دراصل قنطور نہیں بلکہ ایک طرح کا دیو تھا جو اپنے غار میں وہ بیل چرا لے گیا جنھیں ہرقلیس نے جیریون سے چھینا تھا۔ کاکس کو ہرقلیس نے مارا تھا اس کا ذکر لوی Livy نے اپنی تاریخ میں کیا ہی اور دانتے نے وہیں سے اس کا ذکر مستعار لیا ہی مگر دانتے نے اس کو قنطور بتایا ہی۔ اس غلطی کا ارتکاب غالبًا اس وجہ سے ہوا ہی کہ ورجل نے اسے اپنی نظم میں "نیم انسان کاکس" لکھا تھا۔

[4] Aventino [5] جہنم میں قنطوروں کی اصلی خدمت خون کی ندی کے گنہ گاروں (ظالموں اور قاتلوں) کی نگرانی تھی۔ ملاحظہ ہو بارھواں قطعہ

نہیں کیا ۔"

جب وہ یہ کہہ رہا تھا تو قنطور ہمارے سامنے سے دوڑتا ہوا گزرا اور پھر ہمارے قریب تین روحیں آئیں جنھیں (اب تک) نہ میں نے دیکھا تھا نہ میرے رہبر نے ۔

یہاں تک کہ ان روحوں نے پکار کے کہا "تم کون ہو؟" ہماری (قنطور والی) کہانی رُک گئی اور اب ہم ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوے ۔

میں ان کو نہیں جانتا تھا لیکن کچھ اتفاق ایسا ہوا جیسا اکثر اتفاق ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو مخاطب کرتے ہوے یوں کسی کا نام لیا ۔

"چیان فا[1] کہاں رہ گیا؟" اس پر اس لیے کہ میرا رہبر توجہ سے کھڑا ہو کے سنے، میں نے اپنی انگلی ٹھڈی سے لے کر ناک تک رکھی ۔

اے ناظر! میں اب جو بیان کرنے والا ہوں اگر تو اس پر آسانی سے یقین نہ کرے تو کوئی تعجب کی بات نہیں؛ کیوں کہ میں نے خود یہ (واقعہ) دیکھا پھر بھی مجھے یقین نہیں آتا ۔

[چیان فا] جب میں ان لوگوں کی طرف غور سے دیکھ رہا تھا تو ایک چھ فٹ

[چیان فا اور آنے لو مل کر لمبا سانپ[2] لپکا اور ان میں سے ایک[3] (آنیلو) سے

ایک جسم بن جاتے ہیں] لپٹ گیا ۔

اپنے بیچ کے پیروں سے اس کا پیٹ پکڑا، سامنے کے حصے سے

---

[1] Cianfa فلارنس کے پانچ معزز چوروں میں سے ایک [2] عذاب کی وجہ سے یہ سانپ بنا تھا اور پھر دانتے نے اس کے اور آنیلو کے یک جسم ہونے کا قصہ بیان کیا ہے [3] Agnello اس چور کا تعلق گی بے لین جماعت سے تھا۔ اس کے سوا ساتھ کے باقی دو چور جو پہلے دانتے اور ورجل کو نظر آئے وہ (باقی صفحہ ۲۵۴ پر)

اس کے دونوں بازو اپنے قابو میں کیے اور اس کے دونوں گالوں پر اپنے دانت جمائے۔

اپنے پیچھے کے پیر اس نے اس کی رانوں پر جمائے اور دونوں رانوں کے بیچ اپنی دُم رکھی اور اس کے پُٹھے پر اپنی دُم جمائی۔

کسی درخت پر کوئی بیل کبھی اتنی مضبوطی سے نہیں چڑھی، جتنی مضبوطی سے اس بھیانک موذی جانور نے اس دوسرے آدمی کے جسم کے گرد اپنے آپ کو لپیٹا۔

دونوں اسی طرح جمے رہے، گویا دونوں پگھلے ہوے موم کے بنے ہوے تھے۔ ان کے رنگ ایک دوسرے سے ملنے لگے۔ نہ پہلا اور نہ دوسرا اب بالکل وہی معلوم ہوتا تھا جو وہ پہلے تھا۔

جس طرح جلتے ہوئے کاغذ پر شعلے سے آگے آگے ایک بھورا رنگ پھیلتا جاتا ہے جس میں سفید رنگ ختم ہوجاتا ہے مگر جو کالا بھی نہیں ہوتا۔

باقی دونوں (چور) دیکھتے رہے اور ہر ایک نے چلّا کے کہا۔ آہ یہ کیا آنیلو تو کس طرح بدل رہا ہے! ابھی سے تو نہ ایک ہے نہ دو۔

اب دونوں سَر مل کے ایک ہوگئے تھے، دونوں کی صورتیں اب ہمیں ایک ہی چہرے میں نظر آتی تھیں۔ اس چہرے میں دونوں صورتیں مل کے ایک ہوگئی تھیں۔

اور اسی طرح دونوں ہاتھ بنے اور اس سانپ کے پچھلے حصے سے مل کے ٹانگیں پھر سے بنیں اور پیٹ اور سینہ اب ایسے اعضا بن گئے جو اس سے پہلے کسی نے نہ دیکھے تھے۔

(بقیہ صفحہ ۲۶۳) Buoso اور Puccio تھے۔

ان دونوں کی پرانی شکلیں بالکل محو ہوگئیں اور یہ خلافِ عقل شکل جو اب
بنی ان دونوں میں سے کسی ایک کی نہ تھی ۔ اور یہ نئی شکل مریل رفتار
سے چل دی ۔

[فرانچسکو] جیسے چھپکلی عذاب کے دنوں میں ایک جھاڑی سے دوسری جھاڑی کو
جاتی ہوئی بجلی کی چمک کی طرح کوندتی ہی
اسی طرح ایک چھوٹا سا سانپ[1] غصّے سے تمتماتا ہوا اور فلفل کے دانے کی
طرح سیاہ اور نیلگوں باقی دونوں کے شکم کی طرف آیا ۔

[بووسو اور فرانچسکو ایک دوسرے کے جسم میں منتقل ہو جاتے ہیں ۔] اور ان میں سے ایک[2] کے جسم کا وہ
حصّہ چھیدا جس سے ہم کو سب سے
پہلے غذا ملتی ہی ۔ پھر اس کے سامنے سیدھا سیدھا گر پڑا ۔
چھدے ہوئے چور نے اس کی طرف دیکھا اور سانپ نے اس کی
طرف ایک کے زخم سے اور دوسرے کے منہ سے بڑی شدت سے دھنواں
نکلا اور یہ دھنواں مل کے جمع ہونے لگا

[لکانو[3] جس نے سابے لو اور ناسی دو[4] کا قصّہ بیان کیا ہی ۔ اب
خاموش ہو جائے اور دھیان دھر کے وہ سنے جو میں بیان کرنے والا ہوں ۔

---

[1] فرانچسکو Francesco یہ کاول کانتی خاندان کا فرد تھا ۔ جہنم میں اسے پہلے سزا
ملتی ہی اور سانپ بن جاتا ہی اور پھر دانتے نے بیان کیا ہی کہ یہ اور بووسو جسم بدلتے ہیں ۔

[2] Buoso بووسو [3] Lucano (Lucan) مشہور رومی مصنّف
جس نے [4] Nasidius اور Sabellus کا قصّہ لکھا ہی ۔ یہ دونوں
رومی سپاہی لی بیا کے ریگ زار سے گزر رہے تھے ۔ زہریلے سانپوں کے کاٹنے سے ان میں سے
ایک کا جسم چھوٹا ہو گیا اور دوسرے کا جسم اتنا پھولا کہ زرہ بکتر بھی ٹوٹ گئی ۔

اووڈ[1] اب کادمو اور ارے توآز[1] کا ذکر چھوڑ دیے کیوں کہ اگر وہ اپنی شاعری کے ذریعے ان میں سے ایک کو سانپ بنا دیتا ہے اور دوسرے کو چشمہ تو مجھے اس پر رشک نہیں آتا۔

کیوں کہ کبھی اس نے دو شکلوں کو ایک دوسرے کے آمنے سامنے ایک دوسرے سے نہیں بدلا کہ دونوں شکلیں ایک دوسرے کا ہیولیٰ اختیار کرنے کو تیار ہو جاتیں]

دونوں نے ایک دوسرے کا اس قدر ساتھ دیا کہ سانپ کی دُم بھٹ کے کانٹے کی طرح دو پہلوؤں والی ہوگئی اور زخمی روح نے اپنے دونوں پیر جوڑ لیے۔

رانیں اور پیرا اس قدر جُڑ گئے کہ کوئی نشان ایسا باقی نہ رہا جس سے معلوم ہوتا کہ دونوں پیر پہلے الگ الگ تھے۔

اور سانپ کی دُم (جو پھٹ کے) دو ٹکڑے ہوگئی تھی، وہ (ٹانگوں کی) شکل اختیار کرنے لگی۔ جو شکل اُس دوسرے شخص کی ٹانگوں سے مٹ گئی تھی۔ سانپ کا چمڑا نرم ہونے لگا۔ اور دوسرے (آدمی) کا چمڑا سانپ کی طرح) سخت۔

میں نے بغل سے اس سانپ کے ہاتھ نکلتے دیکھے اور پیر جو چھوٹے

---

[1] Ovid مشہور رومی عشقیہ شاعر جس نے Cadmo (Cadmus) اور ارے توآز (Aretusa) کی شکلیں بدلنے کا قصہ لکھا ہے۔ ان میں سے ایک کی شکل جیسا کہ دانتے نے حوالہ دیا ہے، سانپ کی ہوگئی اور دوسرا چشمہ بن گیا۔ اووڈ اس طرح کی تبدیلِ شکل کی داستانیں لکھنے میں اپنا جواب نہیں رکھتا تھا۔ اور اس پورے قطعے میں دانتے پر اس کا اثر بہت نمایاں ہے۔

چھوٹے تھے لمبے ہونے لگے ۔

اور سانپ کے پچھلے حصے کے دو پیر جیسے عضو وہ اعضا بن گئے جن کو انسان چھپاتے ہیں اور اُس بدنصیب (انسان) کے وہی اعضا رینگنے والے پیروں کے سے ہوگئے ۔

دھنواں اب ایک نیا رنگ بدل کے اُن دونوں پر نقاب سی ڈالے تھا اس دھنویں سے ایک کے بال بنے اور دوسرے کے بال غائب ہوگئے ۔

ایک (جو سانپ تھا ، آدمی کی طرح) اُٹھ کھڑا ہوا اور دوسرا (جو آدمی کی طرح کھڑا تھا) سانپ بن کے زمین پر گر پڑا ۔ وہ بداعمالی کی روشنی (دھنواں) انھوں نے بجھائی نہیں ۔ کیوں کہ اسی روشنی میں دونوں نے آپس میں چہرے بدلے ۔

وہ جو اب سیدھا کھڑا ہوگیا ، اس نے پیشانی کی طرف اپنا چہرہ کھینچا اور چوں کہ بہت مادہ وہاں کھینچ کر چلا گیا تھا اس لیے اس کے (سانپ جیسے) صاف شفاف گالوں سے کان پھوٹ نکلے ۔

جو حصّہ باقی رہ گیا تھا ، اُس سے ناک بنی اور ہونٹ موٹے موٹے ہوگئے ۔

وہ جو اب زمین پر گر پڑا تھا ، اس نے اپنا سُتواں سا چہرہ اوپر اُٹھایا ، اس کے کان اس کے سر میں اس طرح گھس گئے جیسے گھونگا اپنے سینگ اندر کر لیتا ہے ۔

اور اُس کی زبان جو پہلے جُڑی ہوئی تھی اور بات چیت کرسکتی تھی ، اب پھٹ گئی ۔ دوسرے (کی) زبان جو کانٹے کی طرح پھٹی ہوئی تھی جڑ گئی ، اب دھنواں رفع ہوگیا ۔

وہ روح جو جانور بن گئی تھی، پھنکارتی ہوئی، وادی میں دوڑی اور دوسری
اس کے پیچھے باتیں کرتی اور تھوتھو کرتی ہوئی

پھر اس نے اپنے نئے کاندھے دوسرے کی طرف ہلاکے کہا "اب
اس سڑک پر بوسو رینگتا ہوا چلا کرے گا جیسے پہلے میں چلتا تھا"

اس طرح اس ساتویں خندق میں میں نے لوگوں کو شکلیں بدلتے اور
پھر بدلتے دیکھا اور اگر میری زبان بہک رہی ہو تو میرا عذر یہ ہو کہ یہ منظر
بہت انوکھا تھا۔

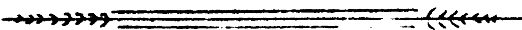
اور اگرچہ کہ میری آنکھیں حیران تھیں اور میرا دل اداس تھا۔ پھر بھی
میں نے ان لوگوں (پانچوں چوروں) کو پہچان لیا تھا۔

میں نے پُوچیو شیان کاتو[1] کو بھی پہچان لیا تھا۔ اور اپنے تینوں
ساتھیوں میں جو یہاں پہلے نظر آئے تھے وہی اکیلا تھا جو نہیں بدلا۔

اور وہ دوسرا وہ تھا جس کا اے گاویلے[2] نوماتم کرتا ہو

---

[1] Puccio Sciancato فلارنس کے پانچ معزز چوروں میں یہی اکیلا تھا جس کی شکل نہیں بدلی۔ [2] گاویلے (Gaville) دریائے آرنو کی وادی میں ایک موضع ہو۔ یہاں کے باشندوں نے فرانچسکو کو (وہ معزز چور جو سانپ سے آدمی بنا اور جس کی شکل بوسو نے اختیار کی) قتل کیا تھا۔



چھبیسواں قطعہ

فلارنس ماشاءاللہ سے تو اس قدر عظیم ہو کہ زمین اور سمندر پر تو اپنے پر پھڑپھڑاتا ہو اور تیرا نام جہنم تک پھیلا ہوا ہو۔

چوروں میں میں نے تیرے پانچ شہریوں کو دیکھا۔ مجھے یہ دیکھ کر بڑی شرم آئی۔ ان چوروں کی وجہ سے تیری عزت میں کوئی اضافہ تو نہیں ہوا۔

لیکن اگر وہ خواب سچے ہوتے ہیں جو صبح ہوتے ہوتے دکھائی دیتے ہیں تو بہت جلد تجھ کو وہ پیش آئے گا جس کی پراتو[1] نے اور دوسرے بہت سوں نے تیرے لیے خواہش کی تھی۔

اور اگر وہ وقت (صلح اور امن کا) اب آگیا ہو، تو جلدی نہیں آیا۔

کاش ایسا ہو۔ کیوں کہ ایسا ہونا ضروری ہو۔ کیوں کہ جوں جوں میں بوڑھا ہو رہا ہوں۔ تیرا خیال مجھ پر اور زیادہ حاوی ہو رہا ہو۔

ہم وہاں سے رخصت ہوئے اور مینڈ کے پتھر جن پر سے ہم اترے تھے، اُن پر میرا ہادی پھر سے چڑھا اور مجھے اوپر کھینچ لیا۔

اور چٹان کے ٹکڑوں اور کھردرے پتھروں پر ہم اکیلے اپنے راستے چلے۔

راستہ ایسا ناہموار تھا کہ بغیر ہاتھ کی مدد کے قدم آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔

آٹھواں حلقہ۔ آٹھویں خندق میں نے جو کچھ دیکھا اس پر مجھے اس وقت بھی

---

[1] Cardinal Nicolo di Prato جس نے فلارنس میں امن قائم کرنے کی بڑی کوشش کی۔

افسوس ہوا، اور اب پھر جب میں یاد کرتا ہوں تو افسوس ہوتا ہے اور اس پر
میں اپنی طبیعت کو روکتا ہوں ۔

کہ نیکی جدھر مائل ہونے کی اجازت نہیں دیتی وہ کہیں اس طرف مائل
نہ ہو۔ اس لیے اگر کسی مہربان ستارے یا کسی اور چیز نے نیکی کی طرف میری
رہبری کی تو مجھے اس عنایت پر بُرا نہ ماننا چاہیے ۔

اس وقت جب وہ (آفتاب) جو دنیا کو روشن کرتا ہے، ہم سے اپنا
منہ چھپا لیتا ہے، اور مچھر مکھیوں کی جگہ لے لیتے ہیں۔ اس وقت کسان جو
پہاڑی پہ آرام لیا کرتا ہے،

وادی میں، جہاں وہ انگور جمع کرتا ہے، ہل چلاتا ہے اور بے شمار
جگنوؤں کو دیکھتا ہے ۔

آٹھویں خندق بھی اسی طرح بے شمار شعلوں سے چمک رہی تھی۔ جوں ہی
میں وہاں پہنچا جہاں سے تہ نظر آتی تھی میں نے یہ سماں دیکھا ۔

یا جیسے اُس[1] نے جس کا انتقام ریچھوں نے لیا، الیاس کے رتھ کو
بلند ہوتے ہوئے دیکھا تھا جب کہ سیدھے آسمان کی طرف اڑنے لگے تھے۔

اور اس کی نظریں زیادہ دور تک صاف صاف پیچھا نہ کر سکیں ۔
اور اس نے دیکھا کہ ایک چھوٹے سے بادل کی طرح ایک شعلہ آسمان
کی طرف بلند ہو رہا ہے ۔

[غلط مشورہ دینے والے] اُسی طرح خندق کی نالی میں یہ شعلے بھی حرکت کر رہے

---

[1] ایلیشا نے حضرت الیاس کے رتھ کو آسمان کی طرف بلند ہوتے دیکھا تھا جب کہ ان کی سواری آسمان پر جا رہی تھی۔ کچھ لڑکوں نے اس سے یہ قصہ سن کے اس کی ہنسی اڑائی تو قدرت نے اس کا یہ انتقام لیا کہ بھالوؤں نے ان لڑکوں کو چیر پھاڑ ڈالا (توریت)

تھے۔ ان میں سے کسی (گناہ گار) کی چوری ظاہر نہ تھی کیوں کہ ایک ایک شعلہ ایک ایک گناہ گار کو چرائے لیے جا رہا تھا۔

میں پل پر دیکھنے کے لیے کھڑا ہوا۔ مگر جگہ ایسی تھی کہ اگر میں چٹان کو پکڑ نہ لیتا، تو کسی کے دھکیلے بغیر پھسل کے گر پڑتا۔

اور میرا رہبر، جس نے مجھے اس درجہ متوجہ دیکھا، کہا "ان شعلوں میں روحیں پوشیدہ ہیں۔ ہر روح اُس شے میں لپٹی ہوئی ہے جو اُسے جلا رہی ہے۔"

"آقا" میں نے جواب میں کہا "تجھ سے یہ سن کے مجھے اور بھی یقین ہوگیا۔ لیکن یہ تو میں پہلے بھی سمجھ گیا تھا اور میں تجھ سے یہ کہنا چاہتا تھا۔ کہ جس شعلے کی نوک دو حصوں میں پھٹی ہوئی ہے، اس میں کون ہے؟ گویا یہ شعلہ اس چتا سے بلند ہوا ہے جس میں اے ٹیوکلے[۱] اور اس کے بھائی دونوں کو ساتھ ساتھ رکھا گیا تھا۔"

اس نے مجھے جواب دیا "اس شعلے کے اندر اُولی سے[۲] اور ایومید[۳] کو سزا مِل رہی ہے۔ سزا کے عالم میں بھی وہ دونوں اسی طرح ساتھ ساتھ چل رہے ہیں، جیسے پہلے غصّے کی حالت میں دوڑے تھے۔ اپنے اس شعلے میں لپٹے ہوئے وہ اس گھوڑے[۴] کی وجہ سے افسوس

۱؎ Eteocle (Eteocles) اور اس کے بھائی Polynices میں تھیبس کے تخت کے لیے سخت لڑائی ہوئی اور تھیبس کے خلاف سات کی لڑائی کی کہانی اس معرکے کی کہانی ہے۔ دونوں نے ایک دوسرے کو قتل کیا اور مرنے کے بعد ایک ہی چتا پر رکھے گئے تو ان کے جلنے سے شعلے بھی الگ الگ بلند ہوئے ۲؎ Ulisse (Uiysses) اور ۳؎ Diomed دونوں یونانی ہیرو ہیں جنھوں نے ٹرائے کی جنگ میں بڑا حصّہ لیا ۴؎ کسی طرح سے ٹرائے

(باقی صفحہ ۲۶۲ پر)

کررہے ہیں جس کی خاطر وہ دروازہ کھُلا جس سے اہلِ روما کے مورثِ اعلیٰ[1]
بیج باہر نکلا۔

اس شعلے کے اندر وہ اپنی اس ترکیب پر بھی افسوس کررہے ہیں جس کی
وجہ سے دے ئی دامیا[2] مرنے کے بعد بھی اکی لے (اکی لیز) کے فراق
میں رنجیدہ ہو۔ اور پالادیو[3] کی وجہ سے بھی وہ سزا بھگت رہے ہیں"!
میں نے کہا" اے آقا، اگر ان شعلوں کے اندر بھی وہ بات چیت کرسکتے
ہیں تو میں تیری منت کرتا ہوں اور میری ہر منّت ہزار منتوں کے
برابر ہو گی

کہ مجھے اس وقت تک یہاں ٹھیرنے دے جب تک کہ وہ دوشاخہ
شعلہ یہاں نہ آئے۔ تُو دیکھ رہا ہو کہ میں کیسی تمنّا سے اس طرف جھکا جارہا
ہوں۔"

اور اس نے مجھ سے کہا" تیری درخواست بڑی تعریف کی مستحق ہو۔اس لیے

(بقیہ صفحہ ۲۶۱) فتح نہ ہوتا تھا تو یونانیوں نے ایک بڑا لکڑی کا گھوڑا بنایا اور اس میں منتخب سپاہی چھپا دیے۔ اہلِ ٹرائے نے اس گھوڑے کو فصیل کے اندر کرلیا تو اس کے اندر سے یونانی بہادر نکلے اور ٹرائے کو فتح کرلیا۔ [1] اہلِ روما اور اسی طرح قدیم برطانوی لوگ اپنے آپ کو ٹرائے کے لوگوں کی اولاد سمجھتے تھے [2] Deidamia سیروس کی شہزادی تھی اور اکی لیز (یونانی ہیرو) کے عشق میں مبتلا تھی اس سے اس کے ایک لڑکا بھی ہوا۔ لیکن یولی سیز پٹّی پڑھا کے اکی لیز کو جنگ شریک ہونے کے لیے ٹرائے لے گیا اور دے ئی دامیا نے رنجِ فراق میں جان دی [3] Palladio Palladium ایک مجسمہ تھا جس کے متعلق یہ مشہور تھا کہ شہر ٹرائے کی قسمت کا انحصار اس پر ہی۔ اس لیے یولی سیز نے یہ مجسمہ چرا لیا تھا۔

میں اسے قبول کرتا ہوں لیکن تو بات نہ کر

اور مجھے بات کرنے دے۔ کیوں کہ تیری اصل خواہش میں سمجھ گیا۔

تو اس لیے (بات نہ کر) کہ یہ روحیں یونانیوں کی ہیں، ممکن ہو کہ تیرے الفاظ[1]

وہ حقارت سے ٹھکرا دیں"۔

جب وہ شعلہ اس جگہ پہنچا جہاں کا موقع اور وقت میرے ہادی کو

مناسب معلوم ہوا تو میں نے اسے یہ کہتے ہوے سنا

" اے تم دونوں جو ایک ہی آگ میں جل رہے ہو، اگر اس وقت میں

تمھارے خیال میں قابلِ تحسین تھا —— اگر میں تمھارے خیال میں زیادہ

یا کم قابلِ تحسین تھا۔

جب میں زندہ تھا اور جب میں دنیا میں اعلیٰ درجے کے شعر لکھتا

تھا تو تم ہلو مت۔ بلکہ تم میں سے ایک (یولی سیز) یہ بیان کرے کہ

راستہ بھٹک جانے کے بعد وہ کہاں جا کے مرا"۔

[یولی سیز کی موت کا قصہ] اس پرانے شعلے کی بڑی شاخ جھونکا کھانے اور

سرسرانے لگی، جیسے کوئی شعلہ ہوا سے مقابلہ کرے۔

پھر اپنی لو کو اِدھر اُدھر ہلا کے گویا وہ لو نہ تھی زبان تھی، اس نے آواز

نکالی اور کہا "جب میں سرچے (سرس)[2] سے جدا ہوا جس نے مجھے ایک

سال تک گے ئتا[3] —— حالاں کہ اس وقت تک اے نیا دلے نیاس)

---

[1] دانتے یونانی زبان نہیں جانتا تھا [2] سرچے یا سرس (Circe) ایک جادوگرنی جو جادو کے زور سے انسانوں کی شکل بدل دیتی تھی۔ اس نے اثنائے سفر میں یولی سیز کو سال بھر روک رکھا۔ (یونانی علم الاصنام اور کہانیاں) [3] Gaeta جنوبی اطالیہ میں ایک قصبہ جس کے متعلق روایت ہو کہ اے نیاس نے اس کا نام اپنی اتا کائی ئے تا Caieta کے نام پر رکھا۔

نے اس کا یہ نام نہیں رکھا تھا ـــــ کے پاس روک رکھا تھا۔

تو نہ پدرانہ شفقت، نہ بوڑھے باپ کی تعظیم، نہ اس واجبی محبت

نے جس سے پے نے لوپی[1] کا دل خوش ہوتا،

میرے اس جوش کو فرو کیا کہ میں دنیا اور انسانی بدی اور نیکی کا اور

تجربہ حاصل کروں۔

میں صرف ایک جہاز لے کے گہرے، کھلے ہوے سمندر پر چل پڑا۔

میرے ساتھی بہت تھوڑے تھے، جنھوں نے میرا ساتھ دیا۔

مراکو اور ہسپانیہ تک میں نے دونوں ساحل دیکھے۔ میں نے

ساردی نیا کو دیکھا، اور کئی جزیروں کو جنھیں سمندر چاروں طرف سے

نہلاتا ہی۔

جب ہم اس تنگ درے (جبل الطارق) تک پہنچے جہاں ہرقلیس

نے اپنی نشانیاں[2] چھوڑی ہیں تو میں اور میرے ساتھی بوڑھے اور سست ہو چکے تھے۔

(ہرقلیس نے یہ نشانیاں اس لیے چھوڑی ہیں) کہ لوگ ان سے آگے

سفر نہ کریں لیکن میں نے اشبیلیا کو پیچھے چھوڑا اور بائیں ہاتھ پر سے تا[3]

کو میں پہلے ہی پیچھے چھوڑ چکا تھا۔

---

[1] Penelope یولی سیز کی بیوی۔ یولی سیز کا باپ جس کا اسی بند میں ذکر ہی،

اس کا نام Laertes تھا اور یولی سیز کے بیٹے کا Telemachus تھا۔

[2] ہرقلیس کی نشانیاں یعنی "ہرقلیس کے ستون" جبل الطارق کی چٹان اور اس کے

مقابل افریقہ میں جو چٹان ہی وہ دونوں "ہرقلیس کے ستون" کہلاتی تھیں اور قدیم یونانی

انھیں دنیا کے انتہا کے نشان سمجھتے تھے [3] Setta (Ceuta)، مراکو کا

وہ شہر جو جبل الطارق کے مقابل ہی۔

'بھائیو' میں نے کہا " ہم ایک لاکھ خطروں سے بچ کے مغرب پہنچے ہیں۔
اب تمھارے حواسوں میں صرف ذراسی جھلملاتی روشنی
باقی رہ گئی ہے۔ اس روشنی کو سورج کے پیچھے کی غیرآباد دنیا کے تجربے
سے محروم نہ کرو۔
سوچو کہ تمھاری اصل کیا ہے۔ تم جانوروں کی طرح رہنے کے لیے نہیں
بنائے گئے، بلکہ نیکی اور علم کی جستجو کے لیے۔
اس مختصر سی تقریر سے میں نے اپنے ساتھیوں کو سفر کے لیے اتنا
بے تاب بنا دیا کہ اگر میں چاہتا بھی تو اُنھیں روک نہ سکتا۔
اور صبح کے وقت جہاز کا دنبالہ موڑ کے اِس بیوقوفی کی اڑان کے لیے
ہم نے اپنے بادبانوں کو پَر بنایا۔ اور برابر بائیں ہاتھ کی طرف چلے۔
رات ہی کو ہمیں دوسرا قطب اور اس کے تمام ستارے نظر آئے۔ اور
ہمارا قطب (شمالی) اس قدر نیچے ہو گیا تھا کہ سمندر کی سطح درمیان حائل آ گئی تھی۔
پانچ بار چاند کی روشنی جلی اور اتنی ہی بار بجھی۔ اور ہم اس سخت
سفر پر چلے جا رہے تھے۔
تب ہمیں دور سے ایک پہاڑ نظر آیا جو دور سے دھندلا معلوم ہوتا تھا۔
اور میں نے جتنے پہاڑ دیکھے تھے ان میں یہ سب سے اونچا معلوم ہوا۔
ہم یہ دیکھ کے خوش ہوئے۔ لیکن جلد ہی ہماری خوشی رنج سے بدل گئی کیوں کہ
اس نئی زمین سے ایک طوفان اٹھا اور ہمارے جہاز کے سامنے کے حصے سے ٹکرایا۔
تین بار اس طوفان میں ہمارا جہاز پانی سمیت گھوما۔ چوتھے چکر میں دنبالہ
اوپر اٹھا۔ سامنے کا حصہ پیچھے جھکا، کیوں کہ اس کی (خدا کی) یہی مرضی تھی۔
اور ہمیں نگل کے سمندر (کی سطح) پھر جُڑ گئی۔

ستائیسواں قطعہ

[آٹھواں حلقہ۔ آٹھویں خندق] اب وہ شعلہ (یولی سیز) اپنی بات ختم کرکے سیدھا کھڑا ہوگیا۔ اور ہمارے پیارے شاعر (ورجل) کی اجازت لے رخصت ہوا۔

پھر ایک اور شعلہ[1] اس کے بعد ہی آیا اور چوں کہ اس کی لو سے مبہم سی آواز نکل رہی تھی اس لیے ہم اس کی طرف متوجہ ہوئے۔

جیسے صقلیہ کا سانڈ[2] (جس میں پہلی آواز جو گونجی اور بجا گونجی)۔ اُسی شخص کی تھی جس نے اسے بنایا تھا،

اُن لوگوں کی آوازوں سے گونجا کرتا تھا جو اس کے اندر عذاب بھگتتے تھے۔ پس اگرچہ کہ سانڈ پیتل کا بنا ہوا تھا، پھر بھی معلوم ہوتا تھا کہ وہ بڑی تکلیف میں مبتلا ہے۔

اسی طرح اس کے (اس گناہ گار کے) الفاظ بھی شروع شروع میں باہر نہ نکل سکے اور شعلے کی آواز بن گئے۔

لیکن کچھ دیر بعد جب یہ الفاظ اس نقطے پر پہنچ گئے جہاں (شعلے سے بھی)

---

[1] یہ شخص Montefeltro کا نواب گویدو (Guido) جو رومانیا کی گی بے لین جماعت کا سردار تھا۔ یہ پورا قطعہ اسی کے لیے وقف ہے

[2] سسلی کا ظالم حکمراں Perillus نے ایک پیتل کا سانڈ بنایا تھا جس کی خصوصیت یہ تھی کہ اس کے اندر آدمیوں کو زندہ تلا جاتا اور جب وہ چیختے تو اُن کی چیخیں اس طرح گونجتیں جیسے سانڈ کی آواز۔ لیکن ہوا یہ کہ سب سے پہلے اس سانڈ کے موجد Perillus ہی کو سانڈ کے اندر تلا گیا۔

اُنھیں وہی اہتزاز حاصل ہوتا ہی جو زبان سے ملا تھا۔

تو ہم نے اُسے یہ کہتے سُنا " اے تو کہ جسے میں اپنی صدا سے مخاطب کر رہا ہوں اور جو لومبارڈی کی زبان میں کہہ رہا تھا کہ جاؤ اب میں تمھیں زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتا۔

اگرچہ کہ میں ذرا دیر میں پہنچا۔ لیکن اگر ناگوار نہ ہو تو ذرا ٹھیرا اور مجھ سے بات کر۔ تو دیکھ رہا ہی کہ میں جل رہا ہوں پھر بھی (تجھ سے بات کرنا) مجھے ناگوار نہیں۔

اگر تو ابھی ابھی اس اندھی نگری میں اس پیاری لاطینی سرزمین سے گرا ہی جہاں سے میں اپنی سب خطائیں ساتھ لایا۔

[روما نیا کا ذکر] تو مجھے بتا کہ روما نیا[1] کے رہنے والے صلح کی حالت میں ہیں یا جنگ کی۔ کیوں کہ میں وہیں کے پہاڑوں کا رہنے والا تھا؛ اس حصّے کا جو اُربی نو[2] اور اُس ہل جیسے علاقے[3] کے درمیان واقع ہی۔ جہاں سے دریائے تے ویرے[4] نکلتا ہی۔

میں شوق سے جھکا نیچے دیکھ رہا تھا کہ میرے سردار نے میرے شانے پر ہاتھ رکھ کر کہا " تو اس سے بات کر کیوں کہ یہ لاطینی ہی "۔

اور میں جو (اس کے سوال کا) جواب سوچ چکا تھا۔ بلا تاخیر اس سے کہنے لگا " اے وہ روح جو وہاں نیچے (شعلے میں) چھپی ہوئی ہی۔

کبھی ایسا نہیں ہوا کہ تیرے روما نیا کے استبداد پسند سرداروں کے

---

[1] روما نیا وہ ملک نہیں جو آج کل روما نیا کہلاتا ہی بلکہ اطالیہ کا ایک شہر Romagna

[2] Urbino [3] Mt. Coronaro [4] Tevere. یا Tiber. وہ دریا جس پر روما واقع ہی۔

سر میں جنگ کا سودا نہ ہو۔ اب بھی ان کو یہی سودا ہے۔ لیکن جب میں
یہاں روانہ ہوا تو اس وقت وہاں کوئی جابر حاکم نہ تھا۔

راوِنّا[1] کا وہی حال ہے جو سالہا سال تک رہا ہے۔ پولن تا[2] کا
عقاب اس پر چھایا ہوا ہے۔ چروِیا[3] بھی اس کے پروں کے سایے میں ہے۔

وہ شہر[4] جس نے اس سے پہلے فرانسیسیوں کے کشتوں کے پشتے
لگائے تھے، اب ہرے پنجوں[5] میں گرفتار ہے۔

وروکیو[6] کا بوڑھا کتا[7] اور نوجوان کتا[8] وہ جس نے مونتانیا[9]
سے بڑے ظلم کا سلوک کیا —— اس شہر کو اپنے دانتوں سے نوچ رہے ہیں
جس کو نوچنے کی انھیں عادت ہے۔

سفید غار والا بچہ شیر[10] لاموتے[11] اور سان ترنو[12] کے شہروں کی

---

[1] راوِنّا Ravenna پر ۱۳۰۰ء میں [2] Polenta کے امیر
گویدو منورے Guido Minore کی حکومت تھی اور اس نے چرویا[3] Cervia
کو بھی مطیع کر لیا تھا جو راوِنّا سے بارہ میل جنوب میں آباد ہے [4] شہر فورلی Forli
یہاں گویدو نے اس فرانسیسی فوج کو شکست دی تھی جو پاپا مارتن چہارم کے اشارے
میں رومانیا کے نواب کی سرکردگی میں حملہ آور ہوئی تھی [5] ۱۳۰۰ء میں فورلی پر
Sinibaldo degli ordelaffi کی حکومت تھی جس کا نشان
سبز شیر ببر تھا [6] وہ قلعہ جس میں Verrucchio شہر ری می نی
Rimini کے نواب رہا کرتے تھے [7] Maltesta di rimini
[8] اس کا بیٹا Maltestino di rimini [9] de parcitati
Montagna جس کو مال تس تی نو نے قتل کر دیا۔ مونتانیا رومانیا کی گی بے لین جماعت کا
سردار تھا [10] Mainardo pagano جس کا نشان سفید غار والا شیر تھا۔ شمال
(بقیہ صفحہ ۲۶۹ پر)

حفاظت کرتا ہے اور گرما سے سرمائی جماعتیں بدلتا جاتا ہے۔

اور وہ شہر[۲] جس کے کناروں کو ساویو[۳] نہلاتی ہے جس طرح وہ میدان اور پہاڑ کے درمیان واقع ہے، اسی طرح ظلم اور آزادی کے درمیان اس کی زندگی گزرتی ہے۔

اب میں تجھ سے یہ درخواست کرتا ہوں ہمیں بتا کہ تو کون ہے۔ وہی نرمی کا سلوک ہم سے بھی کر جو ہم نے تجھ سے کیا تاکہ دنیا میں تیرا نام باقی رہے۔"

کچھ دیر تک اپنی عادت کے مطابق وہ شعلہ ہوا میں گرجا کیا۔ پھر اس نے تیز لو اِدھر اُدھر ہلائی پھر اس کی سانس سے یہ آواز نکلی:۔

گویدو کی سرگزشت | "اگر مجھے یہ خیال ہوتا کہ میں اُسے جواب دے رہا ہوں جو دنیا کو واپس لوٹے گا تو اس شعلے کی لو (زبان) ہرگز حرکت نہ کرتی۔

لیکن چوں کہ اس گہرائی سے کوئی زندہ بچ کے نہیں نکلا ہے ——

کم سے کم میں نے یہی سنا ہے —— اس لیے بدنامی کے ڈر کے بغیر میں تجھے جواب دیتا ہوں۔

میں سپاہی آدمی تھا پھر میں فرانسسکی اخوان میں شامل ہوا۔ اس امید کے ساتھ کہ وہ جو رشتہ باندھا کرتے ہیں اس سے میرے گناہوں کی تلافی ہوگی۔ اور یقیناً میری امید پوری ہوتی۔

(بقیہ صفحہ ۲۶۸) (سرمائی حصے) میں وہ گی بے لین جماعت کا حامی تھا۔ مگر جوب میں یعنی فلارنس میں (گرمائی حصے) میں اس نے گویلف جماعت کا ساتھ دیا[۱] Lamone

[۲] Santerno [۳] شہر چے زے نا Cesena [۴] شہر فورلی اور ری می نی کے درمیان واقع ہے [۵] ندی Savio

لیکن وہ بڑا پادری[1] خدا اُسے سزا دے ، مجھے پھر پہلے گناہوں کی
طرف لوٹا لایا۔ اور میں چاہتا ہوں تو سنے کہ یہ کیوں اور کیوں کر ہوا۔

جب میں ہڈیوں اور گوشت کا وہ جسم تھا جو میری ماں نے جُنا تھا تو
اس وقت میرے کارنامے شیر کے نہیں ، روباہ کے سے تھے۔

تمام چالاکیاں اور پوشیدہ تدبیریں مجھے خوب یاد تھیں۔ اور میں
اس ہنر کو اس خوبی سے انجام دیتا تھا کہ دنیا کے اس سرے سے لے کے
اُس سرے تک میرا شہرہ تھا۔

جب میں نے دیکھا کہ میری عمر کا وہ زمانہ آرہا ہے جب ہر شخص کو
اپنے بادبان جھکانے اور رسّیاں کھینچ لینی چاہییں۔

تو وہ چیزیں جن سے میں پہلے خوش ہوتا تھا۔ اب مجھے ناگوار معلوم
ہونے لگیں اور توبہ واستغفار کرکے میں راہب بن گیا۔ ہائے افسوس
اس سے میری بخشایش ہو بھی جاتی۔

فاریسیوں (ریاکاروں) کا بادشاہ[2] اس زمانے میں لاترانو[3]
کے قریب جنگ کر رہا تھا اور اس کے دشمن عرب یا یہودی نہیں
بلکہ سب کے سب عیسائی تھے۔ اُن میں سے کسی نے عکہ کو دعیسائیوں

---

[1] بونی فاتسیو ہشتم Bonifazio VIII پاپائے اعظم [2] یہ اشارہ بھی بونی فاتسیو
کی طرف ہے [3] Laterano کی لڑائی وہ تھی جو پاپائے اعظم یعنی فاتسیو ہشتم اور
کولونا خاندان کے درمیان ہوئی۔ کولونا والوں نے Palestrina کے مضبوط قلعے میں
پناہ لی تھی۔ بونی فاتسیو نے گویدو سے صلاح لی اور جیسا کہ دانتے نے لکھا ہے اس نے مشورہ
دیا کہ تو ان کو معاف کر دینے کا وعدہ کر لیکن جب یہ قابو میں آجائیں تو ان کا قلع قمع کر دینا۔
بونی فاتسیو نے یہی کیا اور کولونا کی اطاعت قبول کر لینے کے بعد ان کا قلعہ مسمار کرکے زمین کے برابر کر دیا۔

سے) نہیں چھینا تھا اور نہ سلطان کی سرزمین میں تجارت کی تھی۔

اُس نے (بونی فاتسیو) نے اپنے اعلیٰ ترین عہدے کا خیال نہ کیا۔ اور
نہ اپنے مقدس فرائض کا اور نہ میرے اس رشتہ (زُنّار) کا جس کو باندھ کے
لوگ (ریاضت سے) دُبلے ہوتے ہیں۔

بلکہ جس طرح قسطنطین نے سِراتی[1] والے کو اپنے کوڑھ کے علاج
کے لیے طلب کیا تھا۔ اسی طرح اس شخص نے مجھے (سازش کے) فن
کا ماہر سمجھ کے بلایا

کہ میں اس کے تکبر کے بخار کا علاج کروں۔ اس نے مجھ سے
مشورہ لیا اور میں خاموش ہوگیا کیوں کہ اس کے الفاظ مجھے شرابی
کے سے معلوم ہوئے۔

اور تب اس نے مجھ سے کہا "دل میں شک نہ کر۔ میں ابھی تجھے
عقبیٰ میں بخشوائے دیتا ہوں اور تو مجھے کوئی ایسی تدبیر بتا کہ میں پینیسترینو[2]
کو مسمار کردوں۔

تجھے معلوم ہی کہ میں جنت کا دروازہ کھول سکتا اور بند کرسکتا ہوں
کیوں کہ ان دونوں کنجیوں کو میرا پیش رو[3] بھی بہت قابلِ تعظیم نہ سمجھتا تھا۔"

پھر اس کی دلیل اور حجت سے مجبور ہو کے میں سمجھا کہ خاموشی بالکل
نامناسب ہی۔ اور میں نے کہا "مقدس باپ
چوں کہ تو مجھے اس گناہ کی معافی دیتا ہی جس میں میں اب مبتلا

---

[1] پاپائے سلوستر Silvister کو قسطنطین اعظم نے سِراتی Siratti کے پہاڑ سے بلوایا تھا کہ اس کا علاج کرے [2] Penestrino اب اس مقام کو Palestrina کہتے ہیں [3] پاپا Celestine V

ہونے والا ہوں ، میرا مشورہ یہ کہ تو لمبا چوڑا وعدہ کرے اور اُسے ایفا نہ کرے ۔ اس ترکیب سے اس نشستِ اعلیٰ (پاپائی) میں تجھے کام رانی ہو گی ۔

جب میں مرگیا تو سان فرانچسکو[1] میری روح کو اپنے ساتھ (جنت) لے جانے والا آیا ۔ لیکن کالے فرشتوں میں سے ایک نے اس سے کہا " اسے ساتھ لے جاؤ گے تو مجھ پر ظلم ہو گا ۔

اسے میرے نوکروں میں بھرتی ہونے دو ۔ اس نے دغا بازی کا مشورہ دیا تھا ، اس کے بعد سے میں اس کی چٹیا پکڑے ہوں ۔

کیوں کہ وہ جو دل سے تاسف نہیں کرتا ، بخشا نہیں جاتا ۔ یہ بھی ممکن نہیں کہ کوئی شخص تاسف کرتا جائے اور اسی دم وہی گناہ کرنے کی خواہش بھی کرتا رہے ۔ تضاد اس کی اجازت نہیں دیتا ! "

آہ میں بدنصیب ۔ جب اس کالے فرشتے نے یہ کہتے ہوئے مجھے دبوچا ۔ " شاید تو یہ نہ جانتا ہو گا کہ مجھے بھی منطق کبھار ناخوب آتا ہے " تو میں لرز گیا ۔

وہ مجھے می نوس کے پاس لے گیا ۔ جس نے اپنی خوف ناک پیٹھ کے اطراف اپنی دُم کو آٹھ بل دیے اور بڑے طیش کے عالم میں اسے چبایا ۔

اور کہا " یہ گناہ گار دغا بازوں کی آگ کا مستحق ہے " اس لیے میں

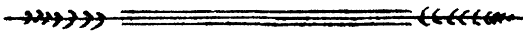
---

[1] San Francisco (St. Francis) فرانسسکی حلقے کے سب سے بڑے بزرگ ۔ چوں کہ گویدو ان کے حلقے میں شامل ہو گیا تھا اس لیے ان کی روح نے گویدو کو بچانا چاہا ۔

یہاں گم ہوں جہاں تو مجھے دیکھ رہا ہے۔ اس طرح ملفوف ہوں اور دل میں پیچ وتاب کھاتا ہوں۔"

جب وہ شعلہ یہ الفاظ کہہ چکا تو رنج کے عالم میں پیچ وتاب کھاتا ہوا اور اپنا تیز سینگ (لو) ہلاتا ہوا رخصت ہوا۔

میں اور میرا ہادی آگے بڑھے، چٹان پر جو بڑھ کے ایک اور کمان تک پہنچتی تھی جو اگلی خندق کا پل بناتی تھی، جہاں ان لوگوں کو انعام ملتا ہے جو مذہبی فرقہ بندی کا بیج بو کے گناہ کا پھل کاٹتے ہیں۔



اٹھائیسواں قطعہ

[آٹھواں حلقہ۔ نویں خندق] الفاظ میں کتنی ہی روانی ہو اور کوئی کتنی ہی
بار کیوں نہ دہرائے مگر کون پوری طرح خون اور زخموں کے اس منظر
کو بیان کر سکتا ہے جو اب میں نے دیکھا۔

ہر زبان اس وجہ سے اس بیان میں ناکام رہے گی کہ ہماری طاقتِ گفتار
اور ہماری یادداشت میں اتنی وسعت نہیں کہ وہ اس منظر پر حاوی ہو سکے۔

[فرقہ بندیاں کرنے والے] اگر وہ تمام لوگ جمع کر دیے جائیں جو پرانے زمانے
میں اپولیا[1] کی منحوس زمین پر اہل ٹرائے کے ہاتھوں
اپنا خون بہنے پر فریاد کرتے تھے، اور طول طویل جنگ[2] کی شکایت
کرتے تھے جس میں اس قدر انگوٹھیاں ہاتھ لگیں، جن کا لوی[3] نے ذکر کیا ہے
جو کبھی غلطی نہیں کرتا۔

وہ لوگ جنھوں نے رابرتو گوِس کاردو[4] کا مقابلہ کر کے مار کھائی
اور تکلیف اٹھائی اور وہ سب جن کی ہڈیاں ابھی تک
چیپرانو[5] میں اکھٹی ہیں، جہاں اپولیا کا ہر باشندہ غدار

---

[1] Apuli پانی پت کی طرح بہت مشہور میدان جنگ ہے جہاں بکثرت لڑائیاں ہوئیں [2] روما اور قرطاجنہ کی جنگ جس میں ہینی بال کے قبضے میں تھیلا بھر طلائی انگوٹھیاں آئیں۔ اس واقعہ کا

[3] رومی مورخ لوی Livy. نے ذکر کیا ہے [4] Roberto guiscards
نے یونانیوں اور عربوں کے خلاف کئی لڑائیاں سسلی اور جنوبی اطالیہ میں لڑیں [5] Ceperano
کا قلعہ Manfred نے اپولیا کے سرداروں کے سپرد کیا تھا لیکن ۱۲۶۶ء میں سب نے غداری کی۔

ثابت ہوا اور اسی طرح تالیاکوتسو[1] والے جن کو بوڑھے الارڈو نے بغیر ہتھیاروں کے شکست دی۔

اور (ان سب لڑائیوں کے زخمیوں میں سے) کوئی اپنے چھدے ہوئے اعضا دکھائے تو کسی جسم کے ٹکڑے کٹے ہوئے نظر آئیں لیکن یہ منظر بھی اس ہولناک کیفیت کے مقابل کچھ نہیں جو نویں خندق میں نظر آئی۔[2]

Gia veggia, per mezzul perdere o lulla
com' io vidi un, cosi—non si pertugia
rotto dal mento infin dove si trulla:

Tra le gambe pendevan le minugia;
la corata pareva, e il triste sacco
che merda fa di quel che si trangugia.

Mentre che tutto in lui veder m'attacco,
guardommi e con le man s'aperse il petto,
dicendo: "Or vedi com io mi dilacco;

---

[1] Tagliacozzo کی جنگ میں Charles of Anjoo کو De valery Erardo کی مدد سے کامیابی ہوئی [2] ان اشعار کا ترجمہ کفر تھا لیکن نقل کفر کفر نہ باشد

Vedi come storpiato e

Dinanzi a me sen va piangendo
fesso nel volto dal mento al civffetto;

e tutti gli altri, che tu vedi qui,
seminator di scandolo e di scisma
fur vivi, e pero son fessi cosi.

Un diavolo e qva dietro che n'accisma
si crudelmente, al taglio della spada
rimettendo ciascun di questa risma,

quando avem volta la dolente strada;
pero che le ferite son richiuse
prima ch' altri dinanzi gli rivada.

Ma tu chi se' che in su lo scoglio muse,
forse per indugiar d'ire alla pena,
ch' e giudicata in su le tue accuse?"

"Ne morte il giunse ancor, ne colpa il mena,"

rispose il mio maestro, "a tormentarlo;
ma per dar lui esperienza piena,

a me, che morto son, convien menarlo
per lo inferno quaggiu di giro in giro;
e questo e ver cosi com, io ti parlo."

Piu fur di cento che, quando l'udiro
s' arrestaron nel fosso ariguardarmi,
per maraviglia obbliando il martiro.

"Or di' a Fra Dolcin dunque che s'armi,
tu che forse vedrai lo solè in breve,
s' egli non vuol guitosto seguitarmi,

Si di vivanda, che stretta di neve
non rechi la vittoria al Noarese,
ch' altrimenti acquistar non saria lieve."

Pio che l'un per girsene sospese,
mi disse esta parola,

indi a partirsi in terra lo distese.

(پیر دیلا میدی چی نا[1]) وہاں ایک اور تھا جس کا حلق چھدا ہوا تھا۔ جس کی ناک بھووں تک کٹی ہوئی تھی اور جس کا ایک ہی کان باقی تھا۔

دوسروں کی طرح ہمیں تعجب سے گھورتا وہ کھڑا ہو گیا۔ سب کے سامنے اس نے اپنا نرخرا کھولا جو ہر طرف بالکل لال لال تھا۔

اور کہا "تو کہ جسے گناہ کی سزا نہیں مل رہی ہے، اور جسے میں نے اس سے پہلے لاطینی سرزمین پر دیکھا ہے — اگر کسی اور سے مشابہت مجھے دھوکا نہیں دے رہی ہے۔

اگر تو پھر واپس ہوا اور اس دل کش میدان[2] کو دیکھے جو ورچی لی[3] سے ڈھلتا ہوا مارکوبو[4] تک جاتا ہے تو پیر دا میدی چی نا کو یاد رکھنا۔

اور فانو[5] کے ان دو معزز ترین افراد میسر گویدو[6] اور آنجیولے لو[7] سے کہنا کہ اگر یہاں ہماری دور بینی غلطی نہیں کرتی۔

تو وہ اپنے جہاز سے باہر نکال کے پھینک دیے جائیں گے اور ایک

---

[1] Pier della medicina جب فریڈرک ثانی نے اس کے خاندان کو رومانیا سے نکالا تو اس نے وہاں کے بڑے بڑے گھرانوں کو ایک دوسرے سے لڑانا شروع کیا اور فرقہ بندی کرا کے بڑی خانہ جنگی کی بنیاد ڈالی [2] Romagna رومانیا کا میدان جو [3] Vercelli سے لے کر [4] Marcabo تک پھیلا ہوا تھا [5] Fano [6]و [7] cassero Guido del اور Angiolello da carignando شہر فانو Fano کے دو بڑے سربرآوردہ امیر تھے۔ ری می نی Rimini کے نواب Malatestino نے انھیں دعوت دے کے ایک جلسے میں شریک ہونے کے لیے۔

خوں خوار ظالم کی غداری کے باعث وہ کاتولی کا[1] کے قریب ڈوبیں گے۔

جزائر سائی پرس اور میجورکا کے درمیان نے تونو[2] نے
کبھی اتنا بڑا گناہ نہیں دیکھا اور نہ ایسا گناہ کبھی بحری قزاقوں سے سرزد
ہوا نہ آرگولی کا[3] والوں سے۔

وہ ظالم[4] جو ایک آنکھ سے دیکھتا ہے اور اس زمین[5] پر حکومت کرتا ہے
جس کے متعلق ایک ایسے شخص کی جو یہاں میرے ساتھ ہے یہ حسرت ہے
اُس نے اُسے کبھی نہ دیکھا ہوتا

وہ ظالم ان دونوں کو گفت وشنید پر آمادہ کرے گا، پھر ایسی تدبیر
کرے گا کہ انھیں فوکارا[6] کی ہوا کے لیے نہ قسم کھانے کی ضرورت
ہوگی نہ دعا کرنے کی۔"

اور میں نے اس سے کہا "اگر تو یہ چاہتا ہے کہ میں تیری دی
ہوئی خبر اوپر پہنچاؤں تو مجھے بتا اور سمجھا کہ وہ کون شخص ہے جو اس
سرزمین کا منظر یاد کرکے رنج کرتا ہے۔"

تب اس نے اپنا ہاتھ اپنے ساتھیوں میں سے ایک کے جبڑے پر
رکھا اور یہ کہتے ہوئے اس کا منہ کھولا "یہی شخص[7] ہے۔ اور یہ بات چیت

---

[1] کاتولی کا Cattolica میں بلایا۔ یہ بحیرہ اڈریاٹک میں ایک بندرگاہ ہے اور
دھوکا دے کے انھیں سمندر میں غرق کرا دیا [2] Nettuno (Neptune)
یونانی اور رومی علم الاصنام میں سمندر کا دیوتا [3] Argolica (Argonauts)
[4] Malatesto di rimini [5] Rimini [6] فوکارا Focara
بحیرہ اڈریاٹک میں ایک بندرگاہ جہاں یہ دونوں غرق کیے گئے تھے یہاں ہمیشہ طوفانی ہوائیں چلا کرتی تھیں
اور ملاح خیریت سے گزرنے کی دعائیں مانگا کرتے [7] Curio

نہیں کرسکتا۔

اس جلاوطن نے یہ یقین دلا کے قیصر[1] کا شک دور کیا تھا کہ اگر کسی بات کا تہیہ کرلیا جائے تو پھر تاخیر سے ہمیشہ نقصان پہنچتا ہے۔"

کیوریو، جس کی زبان جبڑے میں کٹی ہوئی تھی، مجھے بڑا ہی آزردہ معلوم ہوا۔ ایک زمانے میں وہ لن ترانی میں بڑا نڈر تھا۔

[دوسرے پھوٹ ڈالنے والے] ایک اور شخص نے جس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے، اپنے ٹھنٹھ جیسے بازوؤں کو دھندلی ہوا میں یوں بلند کیا کہ اس کے چہرے پر خون کے دھبے پڑ گئے۔

اور کہا "تجھے موسکا[2] بھی یاد ہوگا۔ آہ افسوس وہ کہا کرتا تھا کہ جو کام کیا جائے اسے انجام تک پہنچانا چاہیے۔ اس کے اسی قول نے اہلِ توسکا کے لیے بدی کا بیج بویا۔"

اور میں نے کہا "اسی سے تیرے عزیزوں کو بھی موت آئی" اس پر وہ رنج پر رنج کھا کے آزردہ اور دیوانہ جیسا وہاں سے رخصت ہوا۔

لیکن میں وہیں ٹھیرا اس گروہ کو دیکھتا رہا۔ اور میں نے ایک ایسی چیز دیکھی جسے نقل کرتے ہوئے بھی خوف معلوم ہوتا ہے، کیوں کہ اس کا اور زیادہ ثبوت میرے پاس نہیں

لیکن میرا ضمیر مجھے تسلی دیتا ہے۔ ضمیر ہی وہ صالح ہم نشیں ہے جو انسان کی اس پاک دامنی کی زرہ کے اندر جسے وہ خود محسوس کرتا ہے،

---

[1] جولیس سیزر کا مشیر تھا۔ اسی نے جولیس سیزر کو ری می نی کے قریب ندی پار کرنے کا مشورہ دیا اور اس کے بعد ہی جمہوریت سے جنگ شروع ہوئی [2] موسکا ہی پر ایک حد تک گویلف اور گی بے لین جماعتوں کے باہمی نزاع کی ذمے داری عاید ہوتی ہے۔

اُسے اور زیادہ مسلح کرتا ہے۔

یقیناً میں نے دیکھا اور اب بھی (جب خیال کرتا ہوں تو گویا دیکھتا ہوں کہ ایک تن[1] بغیر سر کے اس محزون بھیڑ میں چلا جا رہا ہے

اور یہ تن، اپنے سر کو، جو جدا تھا، بالوں سے پکڑے ہوئے تھا۔ اور اپنے ہاتھ سے اُسے یوں ہلاتا جاتا جیسے قندیل۔ اس (کٹے ہوئے سر) نے ہمیں دیکھا اور کہا "آہ میں"

اس نے اپنے آپ ہی سے اپنی قندیل بنائی تھی۔ (سر اور تن) دو ٹکڑے تھے مگر ایک ہی جسم کے۔ اور ایک ہی جسم کٹ کے دو ٹکڑے ہو گیا تھا۔ وہ جس کی یہ مشیت تھی اس کو معلوم ہے کہ یہ کیوں کر ممکن ہو سکا۔

جب یہ تن ہمارے پُل کے سرے پر پہنچا تو اس نے اپنا وہ ہاتھ اوپر اٹھایا جو سر کو پکڑے ہوئے تھا۔ اس طرح اس نے سر کو ہم سے قریب کیا کہ ہم اس کے الفاظ سن سکیں۔

اُس کے الفاظ یہ تھے "اے تو جو سانس لیتا ہوا مُردوں کا منظر دیکھتا جا رہا ہے، اس عذابِ شدید کو دیکھ، دیکھ تو نے اس سے بڑا عذاب کبھی نہ دیکھا ہوگا

اور اس لیے کہ تو دُنیا کو میری خبر پہنچائے، یہ جان کہ میں برترام دال بورنیو[2]

---

[1] De born Bertran جنوبی فرانس Provence کا مشہور شاعر۔ اس کے متعلق لوگوں کا خیال یہ تھا کہ اس نے ہنری ثانی شاہ انگلستان کے بیٹے کو اس کے خلاف بغاوت کی ترغیب دی تھی

[2] Bertram dal bornio   Bertran de Born کے نام کی اطالوی شکل

ہوں۔ جس نے نوجوان شہریار[1] کو غلط مشورے دیے۔

میں نے باپ اور بیٹے کو ایک دوسرے کے خلاف بھڑکایا۔

اکی توفیل[2] نے بھی اپنی مفسدانہ سازشوں سے انسالونے[3] اور داؤد

کے ساتھ اتنی برائی نہ کی ہوگی

چوں کہ میں نے باپ بیٹے کو یوں ایک دوسرے سے جدا کیا

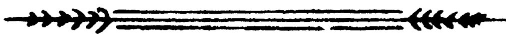
اس لیے آہ میں اپنے دماغ کو اس کے سرچشمے (دل) سے جو اس تن میں

ہو جدا اور الگ لیے لیے پھرتا ہوں

اس طرح قانونِ مکافات میری ہیئت سے ظاہر ہوتا ہے"۔

---

[1] شہزادہ ہنری۔ ہنری دوم شاہِ انگلستان کا بیٹا [2] Aeitophe و [3] Ansalone؛ Absalom نے حضرت داؤد کے بیٹے کو اُن کے خلاف بھڑکا کے بغاوت کرائی تھی۔



اُنتیسواں قطعہ

[آٹھواں حلقہ] اِن بے شمار آدمیوں اور اُن کے طرح طرح کے زخموں کو
دیکھ کر میری آنکھیں اس قدر سرشار ہوگئیں کہ وہ ٹھیر کے رونا چاہتی تھیں۔
لیکن ورجل نے مجھ سے کہا" تو برابر ٹکٹکی باندھے کیا دیکھ رہا ہی۔
تیری نظر نیچے اُن تاریک دست و پا شکستہ روحوں میں کیا ڈھونڈھ
رہی ہی؟۔
دوسری خندقوں میں تو اس طرح نہیں گھورتا رہا۔ اگر تو ان لوگوں کو
گننا چاہتا ہی تو یہ سوچ لے کہ یہ وادی بائیس میل تک چلی گئی ہی۔
اور چاند (غروب ہو کے) ہمارے پیروں کے نیچے پہنچ چکا ہی۔ ہمیں
جو وقت دیا گیا ہی وہ مختصر ہی اور تو جو دیکھ رہا ہی، اس کے سوا اور بھی
چیزیں دیکھنی ہیں"!
اس پر میں نے جواب دیا" اگر تونے اس وجہ کا خیال کیا ہوتا جس
وجہ سے میں برابر ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا ہوں تو شاید تو مجھے ٹھیرنے کی
اجازت دیتا"۔
اس درمیان میں میرے رہبر نے آگے بڑھنا شروع کر دیا تھا۔ میں
اس کے پیچھے پیچھے چلا۔ جواب دیا اور کہنے لگا" اس خندق میں
جہاں میں دیکھ رہا تھا، میں سمجھتا ہوں کہ ایک ایسی روح بھی ہی
جس کا خون مجھ سے ملا ہی۔ اور جو اسی خطا پر فریاد و نالہ ری کرتی ہوگی جس کا
یہاں اتنا خمیازہ بھگتنا پڑتا ہی"!

آقا نے کہا "اُس کی وجہ سے اپنی توجہ مت بٹنے دے اور کسی چیز کا خیال کر اور اسے یہیں چھوڑ

کیوں کہ میں نے اسے دیکھا۔ وہ چھوٹے سے پُل کے نیچے تیری طرف اشارہ کر رہا تھا اور اپنی انگلی سے بڑے زور سے تجھے دھمکا رہا تھا۔ میں نے سنا کہ لوگ اُسے جیری دل بیلو[۵] کہہ کے مخاطب کر رہے تھے۔

اُس وقت تو اُس سے ـــــ جو کبھی التا فورتے پر قابض تھا۔ باتیں کرنے میں اس قدر محو تھا کہ تو نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔ اور وہ چلا گیا"۔

میں نے کہا" ای میرے ہادی۔ اُس کو اس وجہ سے غصہ ہے کہ اُس کے شرمناک گناہ کے ساتھیوں میں سے کسی نے اس کے قتل کا بدلہ نہیں لیا۔

میں سمجھتا ہوں اسی لیے مجھ سے بات کیے بغیر وہ چل دیا۔ اور اس وجہ سے مجھے اس پر اور زیادہ ترس آتا ہے۔

[آٹھواں حلقہ دسویں خندق] ہم یہ باتیں کرتے ہوئے اس چٹان کے پہلے حصے پر پہنچے جہاں سے اگلی وادی (خندق) نظر آتی ہے۔ اور اگر روشنی زیادہ ہوتی تو تہ تک ہمیں سب نظر آ جاتا۔

جب ہم مالے بولجے کی آخری خانقاہ (خندق) کے اوپر پہنچے اور

---

۵ Geri del bello دانتے کا رشتہ کا چچا تھا۔ اس کے والد کو ساکیتی Sacchetti خاندان کے ایک فرد نے قتل کیا اور اس کے بعد آپس میں قتل و خون کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ جیری خود اس میں قتل ہوا اس کا بدلہ دانتے کی تصنیف کے بہت دنوں بعد اس کے ایک بھتیجے نے لیا۔

اس خانقاہ کے راہب ہمیں نظر آنے لگے

تو طرح طرح کی فریادیں مجھے چھیدنے لگیں۔ گویا وہ تیر تھیں اور رحم تار کی طرح بندھا ہوا تھا۔ اس پر میں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے دونوں کان بند کر لیے

[فریبیوں کی سزا] اگر ایک خندق میں وہ تمام مریض جمع کر دیے جاتے جو جولائی اور ستمبر کے درمیان والدی کیانا[1] اور مارے ما[2] اور ساردی نا کے ہسپتالوں میں بیماریوں میں مبتلا پڑے ہوتے ہیں۔

تو جو حالت اُس خندق کی ہوتی وہی حالت اس کی تھی۔ اور ایسی سڑی بدبو آتی تھی جو بگڑے ہوئے جسموں سے آیا کرتی ہے۔

ہم اس لمبی چٹان کے آخری کنارے پر بائیں جانب پہنچے اور وہاں میری نظر نے صاف صاف دیکھا

کہ نیچے تہ میں عدلِ کامل جو خداوند تعالیٰ کا قاضی ہے، ان فریبیوں کو سزا دیتا ہے جن کا وہ یہاں احتساب کرتا ہے۔

اگر کوئی اجی نا[3] کے تمام باشندوں کو بیمار دیکھتا، جب آب وہوا میں طاعون کا اس قدر اثر تھا کہ ہر جانور یہاں تک کہ چھوٹے چھوٹے کیڑے مر کے گر پڑے اور شعرا یقین کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ اس کے بعد

---

[1] و [2] Valdichiana اور Maremma یہ دونوں مقامات توسکانی (ٹسکنی) کے صوبے میں خرابیِ آب وہوا کے باعث بدنام تھے [3] جزیرہ اجی نا Aegina کے تمام باشندے اس طاعون میں ہلاک ہوگئے جو سب سے بڑی دیوی جونو Juno نے انھیں سزا دینے کے لیے بھیجا تھا۔ اس کے بعد جوپیٹر نے چیونٹیوں کو انسان بنا دیا (یونانی علم الاصنام)

چیونٹیوں کے تخم سے انسان بنائے گئے، تو اس کو وہ سماں دیکھ کے اتنا رنج نہ ہوتا جتنا اس تاریک وادی کے منظر سے، جہاں چھوٹی چھوٹی ٹکڑیوں میں لوگ پڑے سسک رہے تھے۔

کوئی پیٹ کے بل پڑا تھا، کوئی کسی اور کے کاندھوں پر پڑا ہوا تھا، کچھ لوگ تاریک راستے پر رینگ رہے تھے۔

ایک ایک قدم اٹھاتے ہم آگے بڑھے، ہم ان بیماروں کو دیکھتے جاتے اور ان کے کراہنے کی آواز سنتے جو اپنا جسم اٹھا نہ سکتے تھے۔

میں نے دیکھا کہ دو آدمی[1] ایک دوسرے کے سہارے بیٹھے ہیں جیسے گرم کرنے کے لیے تاس کو تاس کے سہارے رکھا جائے۔ سر سے پیر تک اُن کے جسموں پر خارش کے نشان تھے

اور میں نے کبھی کسی اصطبل کے چھوکرے کو اس تیزی سے مالش نہیں کرتے دیکھا جب کہ اس کا آقا انتظار کر رہا ہو،

جس تیزی سے ان دونوں میں سے ہر ایک اپنے آپ کو اپنے ناخونوں سے کھرچ رہا تھا۔ کھجلی اس قدر شدید تھی کہ اس کے سوا کوئی علاج نہ تھا۔

اور ناخن پپڑیوں کو اس طرح نوچ رہے تھے جیسے چاقو سے بوہم یا کسی اور ایسی مچھلی کے بڑے بڑے فلس چھیلے جائیں۔

میرے رہنما نے ان میں سے ایک سے کہا "اے تو کہ تیری انگلیاں تجھے ادھیڑ رہی ہیں اور اکثر تو اُن سے چمٹوں کا کام لیتا ہے،

ہمیں بتا کہ اُن لوگوں میں جو یہاں ہیں کوئی لاطینی بھی ہے؟ خدا کرے تیرے ناخن ابد تک اسی طرح تیرے کام آتے رہیں۔

---

[1] Griffolino اور Capocchio یہ اپنی سرگزشتیں خود بیان کریں گے۔

اس نے روتے ہوے جواب دیا "ہم دونوں جن کی شکل تجھے یہاں
اس قدر بگڑی ہوئی دکھائی دے رہی ہی، لاطینی ہی ہیں۔ لیکن تو کون ہی
جس نے ہم سے یہ پوچھا؟"

اور میرے رہبر نے کہا "میں وہ ہوں جو اس زندہ شخص کے ساتھ
ایک ایک کگوڑا اترتا ہوا نیچے پہنچا ہوں۔ اور اسے جہنّم کی سیر کرانا
چاہتا ہوں۔"

اس پر دونوں نے ایک دوسرے کا سہارا چھوڑا اور ہر ایک کانپتا
ہوا میری طرف مڑا۔ دوسرے جنھوں نے یہ آواز سُنی وہ بھی مجھے دیکھنے لگے۔

میرے مہربان آقا نے میری طرف پوری طرح مخاطب ہو کے کہا
"انھیں بتا کہ تیری کیا خواہش ہی۔" اور اُس کی خواہش کے مطابق میں
نے کہنا شروع کیا:

"اس خاطر کہ تمھاری یاد پہلی دنیا میں لوگوں کے دلوں سے محو نہ ہو،
بلکہ جب تک آفتاب کی گردشیں باقی ہیں، باقی رہے
مجھے بتاؤ کہ تم کون ہو اور کن لوگوں سے ہو۔ اپنی کریہہ اور نفرت انگیز
سزا کی وجہ سے مجھے اپنا حال بتانے سے مت ہچکچاؤ۔"

اُن میں سے ایک[1] نے کہا "میں ارتسو[2] کا رہنے والا تھا۔ سیے نا ولے
آلبیرو نے مجھے جلایا۔ لیکن جس وجہ سے میں جلایا گیا، اسی وجہ سے میں

---

[1] Griffolino اپنی کہانی سناتا ہی اس نے سیے نا کے اسقفِ اعظم کے بیٹے
آلبیرو Albero کو یقین دلایا کہ وہ اسے ہوا میں اڑنا سکھا سکتا ہی۔ آلبیرو نے بے وقوف
بن کے اپنے باپ اسقف سے شکایت کی جس نے گری فولی نو کو اس بہانے جلوا دیا کہ وہ
کیمیا گری کیا کرتا تھا [2] Arezzo

یہاں (جہنم میں) نہیں بھیجا گیا۔

یہ سچ ہے کہ میں نے اس سے مذاق میں کہا تھا کہ میں ہوا میں اڑ سکتا ہوں، اور جب اس نے (آلبیرو نے) جسے شوقِ فضول بہت تھا اور عقل کم تھی

حکم دیا کہ میں اُسے یہ کرتب کر دکھاؤں اور محض اس لیے کہ میں نے اسے ددالو[۱] کا سا کام نہیں بنا دکھایا، اس نے مجھے اس شخص سے حکم دلا کے جلوا دیا، جس کا وہ بیٹا تھا۔

لیکن می نوس جو کبھی غلطی نہیں کرتا اس نے مجھے دس خندقوں میں سے اس آخری خندق میں سزا کے لیے اس لیے بھجوا دیا کہ دنیا میں میں کیمیاگری[۲] کرتا تھا۔"

اور میں نے شاعر (ورجل) سے کہا "دنیا میں اور بھی کہیں اتنے خود نما لوگ ہوتے ہوں گے جتنے سیے نا[۳] میں ہوتے ہیں۔ فرانسیسی بھی اتنے خود نما نہیں۔"

یہ سُن کر دوسرے جذامی نے میرے الفاظ کے جواب میں کہا

"بجز استری کا[۴] کے جو ز ماشاء اللہ اس قدر اعتدال سے دولت اُڑاتا تھا۔ اور نکلولو[۵] کے جس نے سب سے پہلے لونگ کے بڑے مہنگے کھانوں کو

---

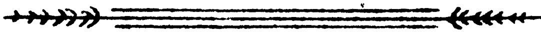
[۱] Dedalo (Daedalus) ایک مشہور یونانی صناع [۲] کیمیاگری عیسائی مذہب کے نقطۂ نظر سے اس زمانے میں گناہ سمجھی جاتی تھی [۳] Sienna [۴] و [۵] [illegible] اور [illegible] وغیرہ ایک عجیب جماعت کے ممبر تھے جو تیرھویں صدی میں سیے نا میں قائم ہوئی۔ یہ جماعت بارہ نوجوانوں نے spendereccia Brigata کے نام سے بنائی تھی۔ اس کا مقصد نت نئے طریقوں سے اپنی اور دوسروں

(باقی صفحہ ۲۸۹ پر)

اُن باغوں میں ایجاد کیا جہاں وہ بڑی کثرت سے پیدا ہوتی تھی ۔

اور بجز اس صحبت کے جہاں کاچیا دِاشیان[۱] اپنے انگوروں کے
باغ اور اپنے بڑے بڑے جنگل لٹاتا تھا ۔ اور ابالیاتو[۲] اپنی ظرافت کا
مظاہرہ کرتا تھا (بس بجز ان کے سیے نا کا کوئی باشندہ خود نما نہیں)
لیکن زرا نظر تیز کرکے مجھے تو پہچان کہ میں سیے نا کے متعلق تیری رائے
کی تائید کر رہا ہوں ۔ میرے چہرے سے تجھے ٹھیک ٹھیک جواب ملے گا
اور تو دیکھے گا کہ میں کاپوکیو[۳] کی روح ہوں جس نے کیمیا سے
دھاتوں کو بدلا ۔ اور اگر میں نے تجھے ٹھیک پہچانا ہے کہ تو کون ہے
تو تجھے یاد ہوگا
کہ میں فطرت کی کیسی اچھی نقل کرتا تھا ۔"

(بقیہ صفحہ ۲۸۸) کی دولت ضائع کرتا تھا [۲] Abbagliato اور Caccia D'Ascian [۱]
بھی اسی مسرف اور عیاش نوجوانوں کے کلب کے ممبر تھے [۳] یہ دوسرا مزاحی Capocchio
فلارنس میں اپنی ظرافت کی وجہ سے مشہور تھا اور دانتے کو جانتا تھا اس کی ظرافت بھی مشہور تھی
اس لیے دانتے نے اس کی زبان سے سیے نا کے نوجوانوں کی تعریف میں یہ طنزیہ جملے کہلوائے
ہیں ۔ یہ بھی کیمیاگری کے الزام میں جلایا گیا ۔



تیسواں قطعہ

[آٹھواں حلقہ۔ دسویں خندق] اُس زمانے میں جب جنو نے[2] کو سے مے لے[3] کی وجہ سے اہلِ تھیبس کے خون سے نفرت تھی اور وہ ایک سے زیادہ مرتبہ اس کا اظہار کر چکی تھی

اور اتا مانتے[4] دیوانہ ہو چکا تھا جہاں چہ یہ دیکھ کر کہ اس کی بیوی اس کے دونوں لڑکوں کو گود میں لیے ہوئے ہے۔

اس نے دیوانگی میں چلّا کے کہا " جال پھیلاؤ کہ میں گھاٹی میں شیرنی اور اس کے دونوں بچّوں کو پکڑوں اور یہ کہہ کے اس نے اپنے بے رحم پنجے بڑھائے

اور اپنے ایک بیٹے کو پکڑا جس کا نام لیارکو[5] تھا، اور اُسے گھما کے چٹان پر اس طرح پھینکا کہ وہ چُور چُور ہو گیا۔ اس پر اس کی بیوی نے دوسرے بیٹے سمیت ڈوب کے جان دے دی۔

---

[1] اس قطعہ کے شروع میں دانتے نے دیوانگی کی چند مشہور روایتیں مثال کے طور پر نقل کی ہیں [2] Giunone (Juno) یونانیوں کی سب سے بڑی دیوی اور جوپٹر کی بیوی [3] Semele یہ تھیبس کے بادشاہ کی بیٹی تھی۔ جو پٹر کو اس سے عشق ہو گیا اور اس کے بطن سے شراب کا دیوتا باکس پیدا ہوا۔ جو پٹر کی بیوی جونو نے رقابت میں شہر تھیبس کے شاہی خاندان پر طرح طرح کی مصیبتیں نازل کیں۔ [4] Atamante (Athamas) سے مے لے کا بہنوئی تھا۔ جونو کے قہر سے پاگل ہو گیا اور اپنے بیٹے [5] Learco کو مار ڈالا۔

تو آزردہ ، بے چین اور گرفتار رائے کیوبا [1] (اپنی بیٹی) پولی سینا [2]
کو قتل ہوتے دیکھ کے اور سمندر کے کنارے (اپنے بیٹے) پولی دوری [3] کی
لاش دیکھ کر

اس کس مپرسی کے عالم میں ایسی دیوانی ہوئی کہ کتے کی طرح بھونکنے
لگی۔ رنج نے اس کی روح کو اس حد تک نچوڑ دیا تھا۔

[عمل سے فریب دینے والے] لیکن نہ تھیبس اور نہ ٹرائے کی قہر کی دیویاں
کسی لحاظ سے اتنی ظالم ہوں گی ——— نہ کاٹنے والے جانور ایسے
ہوں گے، اور انسانی اعضا رکھنے والوں کا تو ذکر ہی کیا ہے۔

جتنا ظالم میں نے ان دو روحوں کو پایا، جو زرد رو اور برہنہ
اس طرح سب کو کاٹتی پھرتی تھیں جیسے وہ بھوکا سور جسے ڈربے سے نکال
باہر کیا جائے۔

ان میں سے ایک روح کاپوکیو کے پاس آئی اور اس کی گردن کے
جوڑ پر اپنے دانت جما کے اُسے گھسیٹا اور اپنے پنجوں سے اس کے پیٹ
کو نوچنا شروع کیا

اور اریزی نے جو کانپ رہا تھا اس نے مجھ سے کہنا شروع
کیا "یہ شریر بدشکل روح جیانی شیاکی [4] کی ہے۔ یوں کتے کی طرح کاٹتا

---

[1] Ecuba (Hecuba) ٹرائے کے بادشاہ پرام کی بیوی تھی۔ ٹرائے کی فتح
کے بعد اسے اسیر کرکے یونان لے گئے۔ اس کی بیٹی [2] پولی سینا Polissena
(Polyxena) کی اس کے سامنے قربانی کی گئی اور [3] اس کے بیٹے Polidoro
(Polydorous) کو اس کے سامنے قتل کیا گیا۔ وہ غم سے دیوانی ہو کے کتے کی طرح
بھونکنے لگی [4] Gianni Schiacchi فلارنس کے ایک معزز گھرانے کا رکن جسے
(باقی صفحہ ۲۹۲ پر)

وہ ہر ایک کے ہاتھ پانو توڑتا پھرتا ہی۔"

میں نے اس سے کہا" اچھا کہیں ایسا نہ ہو کہ دوسری روح اپنے دانت تجھ پر جمائے۔ مہربانی کرکے اس دوسری روح کے جانے سے پہلے بتا کہ وہ کون ہی؟"

اور اس نے مجھ سے کہا" یہ مردود میرا[1] کی پرانی روح ہی، جس نے اپنے باپ سے جائز سے زیادہ محبت کی

وہ بھیس بدل کے اپنے باپ کے ساتھ گناہ کرنے گئی تھی۔ اسی طرح وہ دوسرا (جیانی شیاکی) جو اب جا رہا ہی اس نے یہ ارادہ کیا تھا کہ وہ" سپاہ کی ملکہ"[2] کو حاصل کرے اور اس لیے اس نے بوسو دوناتی کا روپ اختیار کرنا منظور کیا۔ اور اس لیے اس نے ایک عہد نامہ لکھا اور اسے قانونی شکل دی۔"

اور جب وہ دونوں غضب ناک روحیں جنھیں میں نظر جمائے دیکھ رہا تھا چل دیں تو میں دوسری بدنصیب روحوں کو جانچنے لگا۔

میں نے ایک ایسے شخص کو دیکھا جس کا جسم اگر وہاں سے کٹا ہوا ہوتا جہاں سے ٹانگیں شروع ہوتی ہیں تو اس کی بالکل ستار کی سی قطع ہو جاتی۔

(بقیہ صفحہ ۲۹۱) روپ بدلنے میں کمال حاصل تھا اور اس طرح روپ بدل کے وہ دھوکا دیتا تھا۔

[1] Myrrha اس کا مختصر قصہ دانتے نے خود ہی بیان کر دیا ہی [2] 'Donna della torna' یہ ایک گھوڑی کا نام ہی۔ جیانی شیاکی جو نقل کرنے میں کمال رکھتا تھا اسے بوسو دوناتی Buosa Donati کے مرنے کے بعد اس کے بیٹے نے اس کا بھیس بدل کے وصیت نامہ تحریر کرانے کو کہا۔ اس موقع سے فائدہ اٹھا کے شیاکی نے جو بوسو کے روپ میں تھا بہت سی چیزیں اپنے نام لکھوا لیں جن میں یہ گھوڑی بھی شامل تھی [3] Adamo ساکن بریشیا

سخت استسقا سے۔ مزاج کی بدہضمی کی وجہ سے اعضا کی ہیئت ایسی بدل جاتی ہے کہ سر اور توند میں کوئی تناسب نہیں رہتا۔

اُس کے ہونٹ کھلے ہوئے تھے، جیسے تپ شدید کا مریض جس کا ایک ہونٹ پیاس کی شدت سے ٹھڈی کی طرف لٹکتا ہے۔ اور دوسرا اوپر اٹھ جاتا ہے۔

اس نے ہم سے کہا "اے وہ آدمیو، جو معلوم نہیں کیوں، اس عالمِ عذاب میں ہر سزا سے مستثنیٰ ہو۔

مسٹر ادامو کی بدنصیبی کو دیکھو اور عبرت حاصل کرو۔ جب میں زندہ تھا تو جو چاہتا مجھے مل جاتا۔ اور اب افسوس میں پانی کے ایک ننھے سے قطرے کو ترس رہا ہوں۔

وہ چھوٹی چھوٹی ندیاں جو کاسن تی نو[1] کی ہری بھری پہاڑیوں سے اتر کے دریائے آرنو سے ملتی ہیں اور اپنی گزرگاہوں کو خنک اور نم بناتی ہیں،

اب برابر میری نظروں کے سامنے پھرتی ہیں اور بے مقصد نہیں کیوں کہ ان کے تصور سے میں اتنا گھل جاتا ہوں جتنا اِس بیماری سے بھی نہیں جو میرے چہرے سے گوشت پگھلاتی ہے۔

انصافِ شدید میری تلاشی لے کے اس عضو (پیٹ) کو عذاب دیتا ہے جس کے لیے میں نے جرم کیا تھا۔ اس باعث میری آہیں اب تیزی سے اٹھتی ہیں۔

اگر میں گویدو[1] یا الے سندرو[1] یا ان کے بھائی کو یہاں دیکھ پاؤں،

---

[1] Casentino a [1] Guido اور Alessandre رومے نا
(باقی صفحہ ۲۹۴ پر)

تو برانڈا کے چشمے کے عوض بھی اس منظر کو نہ بدلوں (تاکہ ان سے انتقام لے سکوں)

اگر وہ دیوانی روحیں جو ادھر اُدھر ماری ماری پھرتی ہیں سچی ہیں تو اُن میں سے ایک ضرور یہاں آچکا ہے لیکن کیا فائدہ۔ میرے اعضا تو یوں بندھے ہوئے سے ہیں۔

بس میں اتنا ہلکا ہوتا کہ سو سال میں ایک انچ ہل سکتا، تب بھی میں اُن کے تعاقب میں اس سڑک پر روانہ ہو چکا ہوتا

کہ اس کو (گویدو کو) ان بگڑی ہوئی شکلوں کے لوگوں میں ڈھونڈوں اگرچہ کہ اس وادی کا حلقہ گیارہ میل تک جاتا ہے اور آدھے میل سے کم چوڑا نہیں۔

اُن (گویدو اور اس کے بھائیوں) کی وجہ سے میں اس طرح کے مجمع میں ہوں۔ انھوں نے مجھے ترغیب دلائی کہ میں ایسے فلورین (طلائی سکے) بناؤں جن میں تین قیراط کھوٹ ہو"!

[زبان سے فریب دینے والے] اور میں نے اس سے پوچھا" وہ اسفل روحیں کون سی ہیں جو تیری سیدھی جانب ایک دوسرے کے پاس پڑی ہیں اور ان کے منہ سے یوں دھواں نکل رہا ہے جیسے اگر کسی کے ہاتھ کو (گرم پانی سے) موسم سرما میں دھلایا جائے تو نکلتا ہے؟"

(بقیہ صفحہ ۲۹۳) کے نواب تھے۔ یہ تین بھائی تھے۔ ان کے کہنے پر ادام وسٹے جو یہاں اپنا قصہ بیان کر رہا ہے۔ سونے کے جھوٹے سکے بنائے اور اسی جرم میں وہ جہنم بھیجا گیا۔

لے Branda اس نام کے دو خوب صورت چشمے ہیں۔ ایک سینا اور دوسرا رومے نا میں۔ غالباً دانتے کا اشارہ دوسرے چشمے کی طرف ہے جو ان نوابوں کے وطن میں تھا۔

اس نے مجھے جواب دیا "جب سے میں اس باڑے میں بارش کے قطرے کی طرح ٹپکا، میں انھیں یہیں دیکھ رہا ہوں۔ اس وقت سے اب تک انھوں نے کروٹ نہیں بدلی اور میرے خیال میں ابد تک نہ بدلیں گے۔

ان میں سے ایک تو وہ فریبی عورت ہے[1] جس نے (حضرت) یوسف (علیہ السلام) پر بہتان لگایا تھا۔ دوسرا فریبی سی نون ہے[2]۔ ٹرائے والا یونانی۔ شدید تپ کی وجہ سے دونوں کے جسموں سے شدید بدبو نکلتی ہے۔"

[گناہ گاروں کی لڑائی] اور اُن میں سے ایک (سی نون) نے اس حقارت کے ساتھ اپنا ذکر سن کے اس کی (ادامو کی) سخت توند پر ایک گھونسا جمایا۔

اور اس سے ڈھول کی سی آواز آئی، اور میسترو ادامو نے اپنے ہاتھ سے اس کے چہرے پر جو اتنا ہی سخت تھا۔ تھپڑ رسید کیا۔

اور اس سے کہا" اگرچہ کہ اپنے بھاری بھرکم پیٹ کی وجہ سے میں ہل نہیں سکتا۔ لیکن میرا ایک ہاتھ ایسے ضروری موقعوں کے لیے آزاد ہے۔"

اس پر اس نے (سی نون نے) جواب دیا۔" جب تو چِتا کو لے جایا جا رہا تھا تب تو تیرا ہاتھ اتنا آزاد نہ تھا۔ ہاں جب تو (جھوٹے) سکے بناتا تھا تب البتہ تیرا ہاتھ اتنا ہی پھرتیلا تھا۔"

---

[1] عزیز مصر کی بیوی زلیخا [2] Sinon ٹرائے کسی طرح فتح نہ ہوتا تھا Sinon نے اپنے آپ کو اہلِ ٹرائے کے حوالے کیا اور انھیں مشورہ دیا کہ ایک لکڑی کے گھوڑے کو جو فصیل کے باہر تھا اندر لے لیں۔ لیکن اس بڑے سے لکڑی کے گھوڑے میں بہت سے یونانی سورما تھے انھوں نے ٹرائے فتح کر لیا۔

اور استسقا کے مریض نے جواب دیا" یہ تو نے سچ کہا۔ لیکن جب ٹرائے میں تجھ سے سچ کہنے کو کہا گیا تو وہاں تو نے سچائی سے شہادت نہیں دی تھی۔"

سی نون نے جواب دیا "میں نے زبان سے فریب دیا اور تو نے سکوں سے۔ میں یہاں ایک گناہ کی پاداش میں آیا ہوں اور تو نے اتنے گناہ کیے ہیں جتنے کسی اور شیطان نے نہیں کیے۔"

پھولی ہوئی توند والے نے کہا "جھوٹی قسم کھانے والے۔ اس (لکڑی کے) گھوڑے کا تو خیال کر۔ اور خدا کرے یہ خیال تیرے لیے سوہانِ روح ہو کیوں کہ ساری دنیا کو اس قصے کا علم ہے۔"

یونانی نے جواب دیا" تیری پیاس تیرے لیے عذاب ہو جس سے تیری زبان پھٹی جاتی ہے۔" اور وہ گدلا پانی تیرے لیے عذاب ہو جس کی وجہ سے تیری توند پھول کے تیری نظر کا روک بن گئی ہے۔"

اور جھوٹے سکے بنانے والے نے کہا" تیرا جبڑا ابھی تو حسبِ معمول بدزبانی کے لیے کھلا ہوا ہے۔ کیوں کہ اگر میں پیاسا ہوں اور پانی کی وجہ سے پھولتا جاتا ہوں۔

تو جلن تجھے بھی ستاتی ہے اور تیرا سر پھٹا پڑتا ہے۔ اور اگر نارچی سو[1] کا آئینہ (یعنی پانی) کہیں ہو تو کسی کے اصرار کے بغیر ہی تو اُس پر گر کے

---

[1] Nareisso (Nareissus) یونانی علم الاصنام میں ایک نوجوان جو اس قدر حسین تھا کہ پانی کے چشمے میں اپنی صورت دیکھ کے اپنے آپ پر عاشق ہو گیا۔ یہاں "نارچی سو کے آئینے" Specchio di Nareisso سے پانی مراد ہے۔ کیوں کہ پانی ہی میں اس نے اپنی صورت کا عکس دیکھا تھا

اسے چٹیر چٹیر پینے لگے "

(ورجل کی ناراضگی) میں بڑے انہماک سے یہ سب سن رہا تھا کہ میرے آقا نے مجھ سے کہا " اگر تو کچھ دیر اور ان کی لڑائی، اسی طرح دیکھتا رہے گا تو میں تجھ سے لڑ پڑوں گا۔

جب میں نے دیکھا کہ وہ غصّہ سے یہ کہہ رہا ہے تو میں تو اس قدر شرمندہ ہو کے اس کی طرف پلٹا کہ اب بھی جب مجھے اس (اپنی خطا) کا خیال آتا ہے تو شرم آتی ہے۔ اور اس شخص کی طرح جو خواب میں کوئی ایسی چیز دیکھتا ہے جس سے اسے نقصان پہنچ رہا ہے اور خواب ہی میں یہ خواہش کرتا ہے کہ کاش یہ خواب ہو۔ چناں چہ وہ اس بات کی خواہش کرتا ہے جو اسے حاصل ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ حاصل نہیں۔

میرا بھی یہی حال ہوا۔ بات کی سکت کے بغیر میں یہ خواہش کرنے لگا کہ معافی چاہوں۔ اور معافی مجھے مل چکی تھی[1] اور میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں معافی چاہ رہا ہوں۔

" جتنی ندامت تو محسوس کر رہا ہے اس سے کم ندامت سے اس سے بڑی خطا دُھل سکتی ہے " میرے آقا نے کہا۔

بس اپنے رنج کا بوجھ اُتار اور پھر جب کبھی ایسا اتفاق پیش آئے کہ لوگ اس طرح لڑ رہے ہیں تو اس کا خیال رکھنا کہ میں تیرے ساتھ ہوں،

کیوں کہ ایسی درشت کلامی کو سننے کی خواہش اوچھی خواہش ہے "

---

[1] کیوں کہ دانتے کے دل کی بات بھی ورجل کو معلوم ہو جاتی تھی۔ دانتے نے اس کا بارہا ذکر کیا ہے۔

اکتیسواں قطعہ

(نویں حلقے کا راستہ) اُسی زبان نے مجھے ایسی چوٹ لگائی کہ میرے دونوں
گال شرم سے سرخ ہو گئے اور پھر اسی زبان نے اس کا مرہم بھی دیا۔
میں نے سُنا ہے کہ اچی لے (اچی لس) اور اس کے باپ کا نیزہ[1]
پہلے گزند پہنچاتا تھا، پھر اس کا علاج کرتا تھا۔
ہم اس بد نصیب وادی (آٹھویں حلقے کی دسویں خندق) کا کنارہ
چڑھ کے مڑے اور اُسے عبور کرتے وقت ہم نے آپس بات چیت نہ کی۔
اب (ہم جہاں آئے) وہاں نہ دن تھا نہ رات۔ میری نظر آگے دور تک
کام نہ کرتی تھی کہ اتنے میں میں نے قرنا کی اونچی آواز سُنی
جو اس قدر تیز تھی کہ اس کے سامنے بجلی کی کڑک کچھ نہیں۔ اس کی وجہ سے میری
آنکھیں، جو اپنی مرضی کے خلاف دیکھنا چاہتی تھیں ایک مقام پر دیکھنے کو گڑی جا رہی تھیں۔
جب کارلو ماینو[2] کی مقدس اور دلیرانہ مہم ناکام ہوئی، اُس وقت
بھی رولاں[3] نے اِس زور سے قرنا کو نہ بجایا ہوگا۔

---

[1] Achilles کو جو نیزہ اپنے باپ سے ملا تھا اس کی خاصیت یہ تھی کہ اس کی ایک ضرب سے زخم لگتا تو دوسری ضرب سے مندمل بھی ہو جاتا (یونانی علم الاصنام)

[2] Carlo Magno (Charlemagne) مشہور فرنگی شہنشاہ جو ہارون الرشید کا ہم عصر تھا اور جس کی ہسپانوی مسلمانوں سے کئی لڑائیاں ہوئیں

[3] Roland یا اطالوی میں Orlando قرون وسطیٰ میں اس کے متعلق بکثرت نظمیں لکھی گئیں۔ یہ شارلیمین کا بھتیجا تھا ہسپانوی عربوں سے اور اس سے Roncesvalles سخت لڑائی ہوئی شکست کے وقت اس نے اس زور سے قرنا بجایا کہ اس کی آواز شارلیمین کو سنائی دی جو آٹھ میل دور تھا۔

میں تھوڑی دیر اسی طرف رُخ کیے دیکھتا رہا اتنے میں معلوم ہوا کہ میں کئی اونچے اونچے مینار دیکھ رہا ہوں۔ اس پر میں نے کہا "آقا۔ بتا یہ کون سا گانو ہی؟"

اس نے مجھ سے کہا "چوں کہ تو بہت دور سے تاریکی کے پار دیکھ رہا ہی۔ اس لیے قدرتی طور پر تیرا اندازہ غلطی کر رہا ہی۔

جب تو وہاں پہنچے گا تو تجھ پر ظاہر ہوگا کہ مسافت حواس کو کس قدر دھوکا دیتی ہی اس لیے زرا تیز چل"۔

پھر شفقت سے اس نے میرا ہاتھ پکڑا اور کہا "قبل اس کے کہ ہم اور آگے بڑھیں۔ اس خاطر کہ اصلیت تجھے بہت زیادہ عجیب نہ معلوم ہو یہ جان کہ یہ مینار نہیں بلکہ دیو ہیں۔ یہ کنوئیں کے اندر ہیں، اور ان کی ناف سے نیچے کا حصہ کنوئیں میں پوشیدہ ہی۔ یہ ایک حلقہ سا بنائے (کھڑے) ہیں۔"

جیسے جب دھند غائب ہونے لگتی ہی تو آنکھ آہستہ آہستہ پھر سے ان چیزوں کی شکل مقرر کرتی ہی جو ہوا پر مسلط کُہر کی وجہ سے چھپ گئی تھیں، اسی طرح گہری اور تاریکی ہوا کے آر پار دیکھ کے، اور (کنوئیں کے) کنارے کے اور قریب پہنچتے پہنچتے میری نظر کی غلطی رفع ہوئی اور میرا خوف بڑھ گیا

کیوں کہ جس طرح مونتے رے جیونے[1] کی گول فصیل اپنے برجوں کے تاج پہنے ہوئے، اُسی طرح یہ دہشت ناک دیو۔

---

[1] Montereggioni سیے نا سے آٹھ میل کے فاصلے پر ایک قلعہ جس میں بارہ برج تھے۔

جنھیں جیو وے[1] آسمان سے اب بھی اس وقت ڈراتا ہے جب بجلی چمکتی ہے، اپنے اوپر کے دھڑوں سے گویا اس کنوئیں کے کنارے کے برج بنائے کھڑے تھے۔

[نمرود] میں نے اس عرصے میں (ان میں سے) ایک[2] کا چہرہ، کاندھے، سینہ، پیٹ کا اوپری حصہ اور دونوں طرف دونوں ہاتھ صاف صاف دیکھے۔

جب فطرت نے اس قسم کے جانوروں کی تخلیق کا ہنر چھوڑا تو بہت اچھا کیا کیوں کہ مرّیخ[3] اپنے ان جانوروں (کی خدمات) سے محروم ہوگیا۔

اگر کوئی دقیقہ سنجی سے دیکھے تو یہ اندازہ کرے گا کہ فطرت کو ہاتھی اور وھیل مچھلی کے پیدا کرنے میں ندامت نہیں؛ (کیوں کہ ان بے ضرر جانوروں کی تخلیق میں) فطرت انصاف اور احتیاط سے کام لیتی ہے۔

مگر جب دماغ کا آلہ[4] بھی طاقت اور ارادۂ فاسد کا شریک ہوتا ہے تب انسان اس کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔

اُس کا (نمرود کا) چہرہ مجھے ایسا لمبا اور بڑا معلوم ہوا جیسے روما کے کلیسائے سان پطرس میں (برنجی) صنوبر[5] کا درخت اور اس کی دوسری

---

[1] Giove (Jove) جوپیٹر۔ یونانیوں کا سب سے بڑا دیوتا یہاں مراد خدا ہے [2] نمرود [3] مرّیخ، جنگ کا دیوتا [4] زمانۂ قدیم سے روایتیں یہی کہتی آئی ہیں کہ پہلے زمانے کے آدمی دیو ہیکر ہوتے تھے۔ یونانی علم الاصنام میں Titan اور باقی تمام مذہبی روایات میں اس قسم کی مخلوق کا ذکر ہے۔ علم انسانیات کی تحقیقات سے پتا چلتا ہے کہ نیانڈرل تھال کا آدمی موجودہ انسان عاقل کے مقابل دیو ہیکر تھا۔ ممکن ہے اسی کی یاد انسانی ذہن میں باقی رہ گئی ہو [5] یہ برنجی صنوبر جو دانتے کے زمانے میں کلیسائے سان پیترو کے سامنے نصب تھا ساڑھے سات فٹ اونچا تھا۔

ہڈیاں (اس کے چہرے سے) اتنا سب رکھتی تھیں۔
کمر سے نیچے کا حصہ تو کنوئیں کے اندر تھا اور کنواں لنگی کا کام دیتا تھا
مگر اوپر کا دھڑ ہی اتنا اونچا نظر آتا تھا کہ تینوں فِری زون کا یہ دعویٰ کہ وہ
اس کے بالوں تک پہنچے غلط معلوم ہوتا تھا۔
اُس کے وحشی منہ نے چلّانا شروع کیا" رافیل مائی امیک تسابی
آلمی"۔[1] اس وحشی منہ کو کوئی پیارا بھجن بھلا کہاں زیب دیتا۔
اور میرے ہادی نے اس سے کہا" احمق روح۔ اپنی نفیری بجائے جا۔
اور جب غصہ یا کوئی اور جذبہ طاری ہو تو اسی سے بھڑاس نکال۔
اے پراگندہ روح اندرا اپنی گردن پر اس پٹی کو تو ٹٹول جو تجھے مضبوط
باندھے ہے اور اس (قرنا) کو بھی دیکھ جو تیرے بڑے سے سینے پر لٹکی
ہوئی ہے"
پھر اس نے مجھ سے کہا" یہ نمرود ہے یہ اپنے آپ کو الزام دے رہا کہ
اسی کی بدطینتی کی وجہ سے آج دنیا بھر میں ایک ہی زبان رائج نہیں۔
چلو اسے یہیں کھڑا چھوڑیں اور بے کار بک بک نہ کریں۔ کیوں کہ
دنیا میں ہر زبان اس کے لیے ایسی ہی اجنبی ہے جیسی اس کی زبان
اور سب کے لیے جس کو کوئی نہیں سمجھ سکتا"۔
[دوسرے دیو] اس لیے بائیں طرف مڑ کے ہم اور آگے بڑھے۔ اور اتنے
فاصلے پر جتنی دور کمان سے نکل کے تیر جا سکتا ہے۔ ہم نے (ایک اور دیو)[2]

---

[1] یہ جملہ بے معنی ہے۔ نمرود بابل کا بادشاہ تھا اور بابل بولیوں کی کثرت کی وجہ سے بدنام تھا۔
عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ اس سے پہلے عبرانی تمام بنی نوع انسان کی زبان تھی۔[2] Fialte
(Ephialtes) سمندر کے دیوتا Neptune کا دیو پیکر بیٹا جس نے اپنے بھائی
(باقی صفحہ ۳۰۲ پر)

کو پایا جو اس سے بھی زیادہ اونچا اور خوف ناک تھا

معلوم نہیں وہ مالک کون اور کیسا تھا جس نے اسے یہاں لا باندھا تھا۔

لیکن ایک زنجیر اسے گردن سے نیچے تک باندھے تھی۔ اس کے جسم کا جو

حصہ نظر آرہا تھا اس میں اس زنجیر کے پانچ حلقے تھے۔

اسی زنجیر سے اس کا سیدھا ہاتھ اس کے پیچھے بندھا تھا اور بایاں

ہاتھ آگے۔

میرے ہادی نے کہا "اس مغرور روح نے عظیم جیوؔ سے طاقت

آزمائی کرنی چاہی اسی کا اِسے یہ صلہ ملا ہے۔

اس کا نام فیالتے ہے۔ جب دیووں نے دیوتاؤں تک کو ڈرا دیا تھا

تو اس نے بڑے بڑے کرتب دکھائے تھے۔ وہ ہاتھ جو اس نے اس وقت

ہلائے تھے اب ہل نہیں سکتے"

اور میں نے اس سے کہا "اگر ممکن ہو تو میری یہ خواہش ہے کہ میری

آنکھیں قوی ہیکل بریاریو[1] کو دیکھ سکیں"

اِس پر اس نے جواب دیا "آن تیو[2] کو تو تُو قریب ہی دیکھے گا جو

(بقیہ صفحہ ۳۰۱) کے ساتھ مل کے دیوتاؤں سے بغاوت کی اور جسے سورج دیوتا اپالو

نے قتل کیا۔ (یونانی علم الاصنام)

[1] Briareo (Briareus) ایک اور دیو

جس نے اولمپیا کے دیوتاؤں سے بغاوت کی۔ ہومر نے بیان کیا ہے کہ اس کے سو ہاتھ اور

پچاس پیر تھے۔ غالباً اسی لیے دانتے اسے دیکھنا چاہتا تھا (یونانی اور رومی علم الاصنام)

[2] Anteo (Antaeus) اس قوی ہیکل دیو نے دیوتاؤں کے

خلاف بغاوت میں شرکت نہیں کی۔ اسی لیے جہنّم میں یہ زنجیروں سے نہیں جکڑا گیا اور

اسے بات چیت کی اجازت ہے۔

بات چیت بھی کر سکتا ہی اور بندھا ہوا بھی نہیں۔ وہ تجھے تمام گناہوں کی تہہ (جہنم کے سب سے نچلے حصّے) میں اتار دے گا۔

لیکن وہ دوسرا (بریاریو) جسے تو دیکھنا چاہتا ہی یہاں سے بہت دور ہی اور اس (فیالتے) کی طرح بندھا ہوا ہی۔ اسی کا سا ہی۔ فرق صرف اتنا ہی کہ وہ اور زیادہ مہیب دکھائی دیتا ہی"!

کبھی زلزلے سے کوئی مینار اس زور سے نہ لرزا ہوگا جس زور سے فیالتے نے اپنے جسم کو جنبش دی۔

اُس وقت ہمیشہ سے زیادہ مجھے موت سے ڈر معلوم ہوا۔ اس قدر خوف تھا کہ وہی موت کا باعث ہو جاتا اگر میں اس (دیو) کے ہاتھ زنجیر سے بندھے نہ دیکھتا۔

پھر ہم اور آگے بڑھے اور آن تیو کے پاس پہنچے جس کا جسم کنوئیں سے اوپر کوئی پانچ ایلے نظر آرہا تھا اور اس (ناپ) میں اس کا سر شامل نہیں تھا۔

"اے تو کہ جو اس فیصلہ کن وادی[۱] میں جہاں سی پیو[۲] کو انی بال[۳] اور اس کی فوجوں کو پسپائی کے بعد کامرانی نصیب ہوئی۔

پرانے زمانے میں ہزار ہزار شیروں کا شکار کیا کرتا تھا۔ اور اگر تو اپنے بھائیوں کی اس بڑی لڑائی[۴] میں ان کا ساتھ دیتا، تو اب بھی

---

[۱] وادی Zama. [۲] Scipio Africanus روما کا جنرل جس نے قرطاجنہ کو آخری فیصلہ کن شکست دی [۳] Annibal (Hannibal) قرطاجنہ کا سب سے بڑا جنرل اور دنیا کے اولوالعزم ترین فاتحوں میں سے ایک جس نے شمالی افریقہ اسپین سے ہوتے ہوئے آلپ عبور کر کے روما کا محاصرہ کیا تھا۔ لیکن بالآخر Scipio سے شکست کھائی [۴] جب تمام دیوتاؤں نے (باقی صفحہ ۳۰۴ پر)

یہ خیال ہوتا ہی،

کہ دنیا کے فرزند (دیو) اس لڑائی کو جیت لیتے ۔ تو ہمیں نیچے اتار

وہاں جہاں سردی کوچی تو[1] کو منجمد کر دیتی ہی اور اس کام سے نہ شرما ۔

کہ ہمیں تی تسیو[2] یا تی فو[3] کے پاس جانا پڑے ۔ یہ آدمی (دانتے)

وہ (شہرت) دے سکتا ہی جس کی یہاں سب کو آرزو ہی ۔ اس لیے جھک

اور حقارت سے منہ نہ بنا

یہ (دانتے) دُنیا میں پھر سے تجھے نیک نام کر سکتا ہی کیوں کہ

یہ زندہ ہی ۔ اور اگر خدا کی رحمت اسے وقت سے پہلے نہ بلا لے تو اس کی

زندگی بہت باقی ہی "

میرے آقا نے یہ تقریر کی ۔ اور اُس (آن تیو) نے اپنا وہ ہاتھ پھیلایا

جس کا زور اور جس کی طاقت کسی زمانے میں ہرقلیس[4] نے محسوس کی تھی اور

میرے رہبر کو پکڑا ۔

ورجل نے اس کی گرفت محسوس کر کے مجھ سے کہا " اِدھر آ کہ میں تجھے

(بقیہ صفحہ ۳۰۲) اولمپس کے یونانی دیوتاؤں کے خلاف بغاوت کی تھی [1] Cocito

(Cocytus) آٹھویں حلقے کے بیچوں بیچ جو کنواں نظر آ رہا تھا وہ ایک جھیل کے برابر

لمبا چوڑا تھا ۔ اس کی تہ میں ایک جھیل تھی جو سردی کی شدت کی وجہ سے منجمد تھی ۔

یہ جھیل Cocito کہلاتی ہی اور دانتے کے جہنم کا آخری یا نواں حلقہ ہی اس کا

ذکر آئندہ قطعات میں آئے گا [2] و [3] Tizio اور Tifo دو دیو ۔

[4] جب آن تیو Antaeus اور ہرقلیس کا مقابلہ ہوا تو ہرقلیس نے اس کی طاقت

محسوس کی لیکن اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اگر آن تیو کے قدم زمین پر نہ ہوں تو اس کی طاقت

گھٹ جاتی ہی ۔ اس لیے ہرقلیس نے اسے زمین سے اٹھا کے دے مارا اور اسے ہلاک کیا ۔

پکڑلوں"۔ پھر مجھے اور اپنے آپ کو اس نے ایک گٹھری بنایا ۔
اگر کوئی شخص کاری سِندا کے جھکے ہوے مینار کو اُس کے جھکے ہوے حصّے کے نیچے سے اس وقت دیکھے ۔ جب اوپر بادل گزر رہا ہو تو مینار دوسری طرف لٹکتا ہوا معلوم ہوتا ہے ۔
میں کھڑا آن تیو کو دیکھ رہا تھا ۔ جب وہ جھکا تو مجھے ایسا ہی معلوم ہوا اور وہ لمحہ ایسا ہیبت ناک معلوم ہوا کہ میں نے تمنا کی کہ کاش ہم نے کسی اور راستے سفر کیا ہوتا ۔
لیکن آہستہ سے اُس تہ پر جو لوچی فیرو[1] کو جودا[2] سمیت نگلے ہوے ہے، اُس نے ہمیں اُتارا ، اور پھر اسی طرح جھکا نہیں رہا ۔
بلکہ یوں سیدھا ہوگیا جیسے جہاز کا مستول ۔

---

[1] Lucifero (Lucifer) شیطان۔ ابلیس۔ [2] Judas جس نے دھوکا دے کے حضرت عیسیٰ کو اُن کے دشمنوں کے حوالے کرادیا تھا۔ اس کا ذکر آیندہ آئے گا ۔

بتیسواں قطعہ

[نواں حلقہ یا کوچی تو] اگر مجھے سخت یا سنگلاخ قافیے میسر آسکتے تو میں اپنے تخیلات کا رس زیادہ خوبی سے نچوڑ سکتا۔ کیوں کہ یہ قافیے اس تاریک غار کی خصوصیات اچھی طرح بیان کر سکتے ہیں جس پر دوسری تمام چٹانیں آویزاں ہیں اور اپنا بوجھ ڈالتی ہیں۔

لیکن چوں کہ یہ قافیے مجھے میسر نہیں اس لیے اس کام میں میری ہمت ذرا پست ہو رہی ہے

کیوں کہ کائنات بھر کے پیندے کا تخیل پیش کرنا ایسا کام نہیں کہ اسے کھیل سمجھا جا سکے اور نہ یہ ایسی (طفلانہ) زبان کا کام ہے جو اماں بابا پکارتی ہو۔

ہاں اگر وہ دیویاں[1] میری شاعری کی مدد کریں، جنھوں نے آن فیون کے لیے تے بے (تھیبس) کی فصیلیں بنانے کو پتھر جمع کر دیے تو میرے الفاظ واقعات کے بیان سے بھٹکنے نہ پائیں گے۔

اے مجمع صورت حرام، تم سے بدتر کوئی نہیں — تم جو وہاں رہتے ہو جہاں کا ذکر مشکل ہے۔ کاش دنیا میں تم بھیڑ بکریاں ہوتے

جب اس دیو کے قدموں کے پاس، بہت نیچے، ہم اس تاریک غار میں اترے تو میں برابر اونچی دیوار کو گھور گھور کر دیکھ رہا تھا۔

کہ میں نے کسی کو یہ کہتے سنا: "ذرا دیکھ بھال کے چل۔ دیکھ تیرے

---

[1] Muses شاعری اور ادب کی دیویاں۔

قدم تیرے تھکے ماندے بدنصیب بھائیوں کے سر نہ کچلیں "۔

[کوچی تو یا برفانی جھیل] یہ سن کے میں نے نیچے دیکھا تو اپنے سامنے اور اپنے قدموں کے نیچے ایک جھیل دیکھی جو برف کی وجہ سے پانی سے زیادہ شیشے سے مشابہ تھی ۔

(برف کی) اتنی موٹی نقاب نہ آسٹریا میں دریائے ڈینیوب اپنی سرما کی روانی کے لیے بناتی ہے اور نہ دور دراز ڈان جو سرد آسمان کے نیچے بہتی ہے ۔

یہاں کی تہ کہیں زیادہ منجمد تھی ۔ کیوں کہ اگر تام برنک[۱] اور پیترا پانا (پہاڑ) بھی اس کی سطح پر گرتے تو کونے پر بھی ذرا سی دراڑ نہ پڑنے پاتی ۔ جیسے اُس زمانے میں جب دیہاتن یہ خواب دیکھتی ہے کہ خوشے چُن رہی ہے، مینڈک ٹرٹرانے کے لیے پانی کے باہر تھوتنی نکال کے بیٹھتا ہے ۔

اسی طرح شرم گاہ تک برف میں دھنسی ہوئی نیلی نیلی غمگین روحیں یہاں پڑی تھیں اور ان کے دانت اس طرح بج رہے تھے جیسے لق لق کی آواز ہر ایک کا چہرہ جھکا ہوا تھا ۔ ان کے منہ سے سردی کی شدت اور ان کی آنکھوں سے اُن کے دل کا رنج ثابت ہوتا تھا ۔

[نواں حلقہ ۔ کوچی تو پہلا دائرہ ۔ دار القابیل] تھوڑی دیر اِدھر اُدھر دیکھ کے میں نے پھر اپنے قدموں پر نظر ڈالی اور دیکھا کہ دو آدمی ایک دوسرے

Anfion اس نے شعر و نغمے کی دیویوں کی مدد سے اس خوبی سے باجا بجایا کہ ایک پہاڑ کے پتھر کھنچ کھنچ کے نیچے لڑھک آئے اور ان سے شہر تھیبس کی فصیل بن گئی (یونانی علم الاصنام) [۱] Tambernic اور [۲] Pietrapana پہاڑوں کے نام

سے گھٹ گئے ہیں ۔

میں نے کہا "تم دونوں جو ایک دوسرے کے سینے سے اس طرح
لپٹے پڑے ہو، بتاؤ تم کون ہو" ۔ اور ان دونوں[1] نے اپنی گردنیں جھکائیں
اور جب انھوں نے پھر میری طرف اپنے چہرے اٹھائے ۔
تو ان کی آنکھیں جو اندر ہی اندر پہلے ہی سی نم تھیں۔ اُن سے ہونٹوں
کی طرف آنسو ابل پڑے، لیکن ہونٹوں ہی میں سردی کی وجہ سے اُن کے
آنسو برف کی طرح جم گئے اور ان کی آنکھیں بند ہو گئیں ۔
ایسی سخت اینٹھن اور کوئی نہیں ہو سکتی ۔ اس پر دو بکروں کی انھوں نے
ایک دوسرے کو (گویا) سینگ مارنے شروع کیے ۔ ایسا غصہ ان پر
حاوی ہو گیا
ایک اور شخص[3] نے، جس کے دونوں کان سردی سے گل گئے تھے
اُسی طرح سر جھکائے پوچھا "تو ہم کو اس قدر غور سے کیوں دیکھ رہا ہے؟
اگر تو جاننا چاہتا ہے کہ یہ دونوں کون ہیں تو سن کہ وہ وادی جس میں
بی سین تسیو[2] نیچے اترتی ہے، اُن کی اور اُن کے والد البرتو کے قبضے
میں تھی ۔
ایک ہی جسم سے دونوں پیدا ہوئے ۔ اور تو چاہے پورے کا ئنا

---

[1] یہ دونوں Alessandro اور Napoleone نواب البرتو Alberto کے بیٹے تھے۔ ترکے کے جھگڑے میں دونوں نے ایک دوسرے کو قتل کر دیا

اسکی جاگیر [2] وادی بی سین تسیو Val di Bisenzio میں تھی۔ [3] یہ شخص کچھ اشعار کے بعد اپنا نام کامی چیون دے پاتسی Camicion de Pazzi اس نے اپنے عزیز ابرتی نو Ubertino کو قتل کیا تھا۔

دوار الفابیل) کو ڈھونڈ ڈالے تجھے کوئی اور روح ایسی نہ ملے گی جو ان سے
زیادہ یہاں چپکا سے جانے کی سزاوار ہو۔
وہ[1] بھی اتنی سزاوار نہیں جس کے سینے اور سایے کو ایک ہی
ضرب میں شاہ آرتھر نے چھیدا تھا۔ فوکا چیا[2] بھی نہیں۔ اور یہ شخص بھی
نہیں جس کا سر میرے سامنے
یوں حائل ہو کہ میں کچھ بھی دیکھ سکتا۔ یہ ساسول ماسکرونی[3] ہی۔ اگر تو
توسکا کا رہنے والا ہی تو خوب واقف ہوگا کہ یہ کون تھا
اور اس لیے کہ تو مجھ سے اور زیادہ سوال نہ پوچھے یہ جان لے کہ
میرا نام کامی چیون دے پانسی تھا اور میں اس انتظار کر رہا ہوں کہ
وہ مجھے معاف کردے
[نواں حلقہ۔ دوسرا دائرہ انتے نورا] پھر میں نے ہزار چہرے دیکھے جو
سردی کی وجہ سے کتوں کے سے معلوم ہوتے تھے۔ اُن کے خیال سے میں
کانپنے لگتا ہوں، اور جب کبھی میں ان منجمد گھاٹوں کو یاد کروں گا کانپ
اٹھوں گا۔
اور جب ہم بیچوں بیچ اس حصّے کی طرف جانے لگے جہاں سارا

---

[1] یعنی Mordred شاہ آرتھر (انگلستان کے ایک فرضی بادشاہ) کا بیٹا جس نے اپنے باپ کی سلطنت غصب کرنا چاہی اور ہر طرح کی غدّاری کی اس پر آرتھر نے اسے مارا اور اُس نے پلٹ کے وار کیا اور اپنے باپ کا کام تمام کردیا [2] Focaccia شہر پستویا کے Cancellieri خاندان کا فرد جس کی وجہ سے اس شہر میں سیاہ اور سفید گو ملبوں میں آپس میں کشت و خون شروع ہوا اور اس کے اپنے خاندان میں بہت سوں نے ایک دوسرے کو مارا [3] Sassol Mascheroni اس کے حصول جائداد کے لیے اپنے بھتیجے کو قتل کیا تھا۔

وزن مجتمع ہی، اور میں اس ابدی سائے میں سردی سے کانپ رہا تھا۔
[غدّار] تو معلوم نہیں یہ مشیّت تھی یا تقدیر یا اتّفاق کہ سروں کے درمیان چلتے چلتے، ایک چہرے[۱] کو میرے پیر سے بڑے زور کی ٹھوکر لگی۔

رو کر اس نے مجھ سے خطاب کیا "تو کیوں مجھے کچلتا ہی۔ اگر تو مونتاپرتی[۲] کا انتقام بڑھانے کے لیے نہیں آیا تو کیوں مجھے ستاتا ہی؟"

اور میں "میرے استاد۔ زرا یہاں ٹھیرنا کہ میرے دل میں اس کے متعلق جو شک ہی رفع کر لوں۔ اس کے بعد جتنا تیرا دل چاہے اتنی جلدی کر لینا"

میرا استاد ٹھیر گیا اور اس شخص (کی روح) سے جواب تک اسی تلخی سے برا بھلا کہہ رہا تھا، میں نے کہا تو کون ہی جو دوسروں کو اس طرح ملامت کرتا ہی؟"

اُس نے جواب دیا "نہیں تو بتا کہ تو کون ہی جو اس انتے نورا میں دوسروں کے گالوں پر ضرب لگاتا پھرتا ہی؟ اگر تو زندہ ہوتا تو یہ بڑی زیادتی سمجھی جاتی"

اسے جواب ملا "میں زندہ ہوں اور اگر تجھے شہرت کی تمنا ہی تو تجھے اس کی قدر ہوگی کیوں کہ میں دوسرے تذکروں میں تیرا بھی نام شامل کروں گا"

---

[۱] Bocca degli abatti فلارنس کا ایک غدّار جس نے گویلف جماعت کا ساتھ دیا حالاں کہ خود گی بے لین تھا۔ اور پھر ہلِ فلارنس سے غدّاری کی۔ دانتے کو اس سے بڑی نفرت تھی۔
[۲] Montaperti کی لڑائی میں فلارنس کے گویلفوں کو بوکا کی غدّاری کی وجہ سے شکست ہوئی تھی۔

اور اس نے مجھ سے کہا "میری تمنا اس کے برخلاف ہی۔ چل، یہاں سے جا اور مجھے اور زیادہ نہ ستا کیوں کہ تو نہیں جانتا کہ اس برفانی ڈھلاؤ پر خوشامد کیسے کی جاتی ہی۔"

میں نے اس کی گدّی پکڑکے کہا "بہتر یہی ہی کہ تو اپنا نام بتادے ورنہ یہاں ایک بال باقی نہ بچے گا۔"

اس پر اس نے مجھ سے کہا "تو مجھے گنجا کر دے تب بھی میں نہ بتاؤں گا کہ میں کون ہوں۔ ہزار بار تو میرے سر کو نوچے تب بھی میں اپنا نام ظاہر نہ کروں گا۔"

میں اس کے بال اپنی مٹھی میں لے ہی چکا تھا اور گچھّے سے زیادہ نوچ بھی چکا تھا، اور وہ سر جھکاکے بھونکتا جا رہا تھا۔

کہ ایک اور شخص[1] چلایا "بوکا تجھے کیا تکلیف ہی۔ کیا صرف یہی کافی نہیں کہ تیرے دانت بجتے ہیں؟ تو بھونکنا بھی چاہتا ہی؟ کون سا شیطان تجھ پر سوار ہی؟"

میں نے کہا "ملعون غدّار۔ اب اس کی ضرورت نہیں رہی کہ تو مجھے کچھ بتائے۔ تجھے ذلیل کرنے کو میں تیری خبر دنیا تک پہنچاؤں گا۔"

اُس نے جواب دیا "جا اور جو تیرا جی چاہے کہتا پھر۔ لیکن اس شخص کے متعلق بھی خاموش نہ رہنا جس کی زبان ابھی اس تیزی سے چلی۔

یہاں وہ افسوس کرتا ہی کہ اس نے فرانسیسی سے رشوت کیوں لی۔ تو یہ کہ سکتا ہی کہ یہاں میں نے دویرا والے کو دیکھا جو برف میں

---

[1] Buoso da duera جس کے متعلق مشہور تھا کہ اس نے شارل شاہ آن ژو (واقع فرانس) سے رشوت لے کے اپنے آقا مان فرید Manfred سے غدّاری کی تھی۔

دھنسا کھڑا تھا۔

اگر تجھ سے پوچھا جائے کہ اور کون کون یہاں تھے تو دیکھ تیرے پاس
وہ بکیریا[۱] ہے جس کا جبڑا اہلِ فلارنس نے چیرا تھا۔
جیانی دے سول دانیر[۲] میرے خیال میں ذرا آگے ہے اور اس کے
ساتھ گانے لونے[۳] اور تری بال دے نو[۴] ہیں جس نے شہرِ فینزا[۵]
کے دروازے اس وقت کھول دیے جب سارا شہر سو رہا تھا۔"

اس کو چھوڑ کے ہم آگے بڑھے تو ایک سوراخ میں میں نے دو[۶]
آدمیوں کو اس قدر پاس پاس منجمد پایا کہ ایک کا سر دوسرے کی ٹوپی کا کام
دیتا تھا۔

اور جیسے بھوک میں روٹی چبائی جاتی ہے اسی طرح وہ شخص جس کا سر
اوپر تھا دوسرے کی گدی میں وہاں اپنے دانت جمائے تھا۔ جہاں دماغ
گردن سے ملتا ہے۔

جس طرح غصے میں تی دیو[۷] نے مِنالی پو[۸] کی کنپٹیاں چبائی تھیں، اسی طرح

---

[۱] esauro de' Beccheria فلارنس میں اسقف تھا اور غداری کی سزا میں
قتل کیا گیا [۲] Gianni de soldanier گی بے لین جماعت کا رکن تھا مگر
پھر غداری کر کے گوبلنٹ جماعت کا سردار بن گیا [۳] Ganellone فرنگی شہنشاہ شارلیمن
کا غدار مشیر۔ جب رولاں ہسپانیہ میں عربوں اور ان کے حلیفوں میں گھر گیا تو اس نے اس زور سے
بگل بجایا کہ اس کی آواز شہنشاہ تک پہنچی مگر گانے لونے نے ایسا مشورہ دیا کہ وہ اس کا مطلب
غلط سمجھا اور اپنے بھتیجے رولاں کی مدد کو نہ آیا [۴] Tribaldello [۵] Faenza
[۶] یہ دونوں نواب آگولی نو Ugolino اور اسقفِ اعظم روجیری Ruggieri ہیں جن کا
قصہ اس کے بعد کے قصے میں دانتے نے آگولی نو کی زبانی بیان کیا ہے [۷] Tideo [۸]

یہ شخص اس دشمن کی کھوپڑی اور دوسرے حصے چبا رہا تھا۔

میں نے کہا "اے تو کہ اس قدر بہیمانہ انداز سے اس سے اپنی نفرت کا اظہار کر رہا ہے جس کو تو چبا رہا ہے، مجھے بتا کہ کیوں تو اسے کھا رہا ہے۔ اور اس شرط پر کہ تیری شکایت حق بجانب ہو۔

میں یہ معلوم کر کے کہ تو کون ہے اور اس کی خطا کیا ہے اس کا معاوضہ تجھے اوپر کی دنیا میں دوں گا۔

بشرطیکہ میرا کلام جس میں میں تیرا ذکر کروں گا زندہ رہ جائے۔

(بقیہ صفحہ ۳۱۲) (Tydeus) کو تھیبس کے محاصرے کی جنگ میں منالی پو (Menalippus) نے بڑا کاری زخم لگایا لیکن ٹی ڈیس (ٹی ڈیو) نے اسے مار ہی ڈالا۔ اور جب اس کا سر قلم ہو کے اس کے پاس آیا تو اس نے منالی پو کا سر چبانا شروع کیا۔

تینتیسواں قطعہ

[نواں حلقہ۔ کوچی تو دوسرا دائرہ۔ انتے نورا] گناہ گار نے وہ دہشت ناک غذا کھاتے کھاتے اوپر سر اٹھایا اور اس کے بالوں سے اپنا منہ پونچھا جس کو وہ چبا چبا کے اندر سے کھوکھلا کر چکا تھا۔

[اُگولی نو کی سرگزشت] اور پھر اس نے کہنا شروع کیا" تو چاہتا ہی کہ میں پھر سے امید شکن غم کو تازہ کروں۔ جس کا خیال ذکر سے پہلے ہی میرا دل مسوستا ہی۔

لیکن اگر میرے الفاظ بیجوں کا کام دے سکتے ہیں جن سے اُس غدّار کی بدنامی کے پھل پیدا ہوں۔ جسے میں چبا رہا ہوں تو تو دیکھے گا کہ میں بیان بھی کروں گا اور ساتھ ہی ساتھ روتا بھی جاؤں گا۔

میں نہیں جانتا ہوں کہ تو کون ہی اور تو کس طرح یہاں تک آسکا۔ لیکن تیرے لہجے سے مجھے معلوم ہوتا ہی کہ تو فلارنس کا رہنے والا ہی۔

یہ جان لے کہ میں کونتے اُگولی نو[ف] ہوں اور یہ شخص اسقفِ اعظم رُوجیری ہی۔ اب میں تجھے بتاتا ہوں کہ میں حقِ ہمسائیگی اس طرح کیوں ادا کر رہا ہوں۔

یہ کہنا ضروری نہیں کہ مجھے اس پر اعتبار تھا اور اس کی فریب کاریوں کی وجہ سے میں گرفتار ہوا اور مارا گیا۔

لیکن تجھے یہ نہیں معلوم ہوگا کہ مجھے کتنے ظلم سے ستا ستا کے مارا گیا۔ اب تو سارا قصّہ سنے گا ــــ اور تجھے معلوم ہو جائے گا کہ اس نے مجھے ستایا کہ نہیں۔

ف Ugolino

قیدخانے کی وہ تنگ سی کوٹھری جس کا نام میں نے قحط رکھا تھا، اور
جس میں ابھی اور بہت سے لوگ بند کیے جائیں گے ۔
اس میں رہتے رہتے میں چاند کو کئی بار گھٹتے بڑھتے دیکھ چکا تھا کہ
(ایک رات) مجھے اس میں ایسی بری نیند آئی جس میں مستقبل کا پردہ
چاک ہو گیا ۔
میں نے (خواب میں) دیکھا کہ یہ شخص مالک اور آقا بنا بیٹھا ہے، اور
بھیڑیے اور اس کے بچوں کا اس پہاڑ پر شکار کر رہا ہے جس کے حائل
ہونے کی وجہ سے اہل پی سا کو لوکا کی آبادی نظر نہیں آتی ۔
اس کے آگے دبلے، تیز اور چالاک شکاری کتے تھے اور ان کے
ساتھ ساتھ گوالاندی [1] اور سس موندی [2] اور لافرانکی [3]
تھوڑی دیر کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ باپ (بھیڑیا) اور اس کے
بیٹے تھک گئے ہیں اور پھر مجھے خیال پڑتا ہے کہ میں نے یہ دیکھا کہ (شکاری
کتے) ان کی رانوں کا گوشت تیز دانتوں سے نوچ رہے تھے ۔
پو پھٹنے سے پہلے ہی میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ میرے بچے
جو میرے ساتھ ہی تھے، نیند میں رو رہے تھے اور روٹی مانگ رہے تھے۔
تو بڑا ہی ظالم ہے اگر تجھے اس شک پر ہی ترس اور رحم نہیں آتا جو
اب میرے دل میں پیدا ہو رہا تھا، اور اگر تجھے اس پر رونا نہیں آتا تو
پھر کس بات پر آتا ہے ؟
اب لڑکے جاگ اٹھے تھے اور ہماری غذا آنے کا وقت آ چکا تھا ۔

---

[1] [2] [3] دیکھو Ruggieri اور Gualandi اور Sismondi
پی سا کے سربرآوردہ گی بے لین خاندان Lanfranchi

لیکن اس خواب کی وجہ سے ہر ایک پریشان تھا

کہ اتنے میں میں نے اس بُرج (قیدخانے) کے دروازے پر قُفل لگنے کی آواز سُنی۔ اور اس پر بلا ایک لفظ کہے میں اپنے بیٹوں کی صورتیں دیکھنے لگا۔

میں رویا نہیں۔ اندر سے میں پتھرا گیا وہ (بچے) روئے اور میرے ننھے ان سلیمو[1] نے کہا 'ابا۔ آپ ایسے کیوں معلوم ہو رہے ہیں۔ کیا آپ بیمار ہیں؟'

لیکن میں نے نہ آنسو بہایا۔ نہ دن بھر بات کی۔ نہ اگلی رات یہاں تک کہ دنیا پر سورج نکلا۔

اور تب اس بھیانک قیدخانے میں ایک چھوٹی سی کرن پہنچی اور میں نے دیکھا کہ اُن چاروں (بچوں) کے چہروں کا رنگ وہی تھا جو میرا تھا۔ غصّے سے میں نے اپنے دونوں ہاتھ چبا ڈالے اور وہ (بچے) یہ سمجھ کر کہ بھوک کی شدت سے میں اپنے ہاتھ چبا رہا ہوں۔ فوراً اٹھ کھڑے ہوئے۔ اور کہنے لگے "اگر تو ہمیں کھالے تو ہمیں آرام ملے گا۔ یہ بدنصیب گوشت ہمارے جسموں پر تیرا ہی چڑھایا ہوا ہے تو ہی اسے پھر لے لے"۔

میں خاموش ہو گیا کہ ان کو اور زیادہ آزردہ نہ کروں۔ اُس دن اور اگلے دن ہم سب گونگوں کی طرح خاموش رہے۔ آہ سخت زمین تو پھٹی کیوں نہیں؟

جب چوتھا دن آیا تو گادو[2] میرے قدموں پر یہ کہہ کے گر پڑا "ابا میری مدد کیوں نہیں کرتے؟"

---

[1] Anselmo اور [2] Gaddo اگولی نو کے بیٹے

اور وہیں مرگیا اور جس طرح تو اب مجھے دیکھ رہا ہی اسی طرح پانچویں اور چھٹے دن میں نے باقی تینوں کو ایک ایک کرکے گرتے دیکھا۔ اس پر میں اندھا سا ہوگیا اور دو دن تک ایک ایک کی لاش ٹٹولتا اور اسے نام لے لے کے پکارتا رہا۔ اس کے بعد فاقہ کشی رنج پر غالب آگئی"!

جب وہ یہ کہ چکا تو اس کی آنکھوں کی شکل بگڑ سی گئی اور پھر اس نے اپنے دانتوں سے اس بدنصیب کھوپڑی کو اس مضبوطی سے پکڑا جیسے کُتا ہڈی چباتا ہی۔

آہ پی سا تجھ سے اس خوب صورت سرزمین کے لوگوں کی بدنامی ہی جہاں کلمہ Si سنائی[1] دیتا ہی۔ تیرے ہمسائے تجھے سزا دینے میں بڑی سستی کر رہے ہیں۔

کاپرارا[2] اور گورگونا[3] کو حرکت کرنی چاہیے اور چاہیے کہ وہ آرنو کے دہانے پر ایک بند باندھ دیں کہ ہر زندہ شخص جو تجھ میں آباد ہی۔ ڈوب مرے۔

کیوں کہ اگر کونتے اُگولی نو کے متعلق یہ مشہور ہی کہ اس نے تیرے قلعے زیج[4] کے غداری کی تو اس کے بدلے تجھے اس کے بیٹوں کو ایسا عذاب نہ دینا چاہیے تھا۔

کیوں کہ ای جدید تھیبس اُگوچیونے[5] اور بری گاتا[6] (اُگولی نو کے بیٹے)

---

[1] Si اطالوی زبان میں "وہاں" کے معنی رکھتا ہی [2] و [3] Caprara اور Gorgona دو جزائر جو اس زمانے میں پی سا Pisa کے ماتحت تھے [4] ۱۲۸۴ء کی شکست کے بعد اُگولی نو نے چند قلعے فلارنس کی حملہ آور فوجوں کے سپرد کر دیے تھے۔ [5] و [6] Uguccione اور Brigata اُگولی نو کے بیٹے۔

ابھی کم سن تھے اور اس کے باقی دو بیٹوں کے نام میں اپنی نظم میں لے چکا ہوں۔

[نواں حلقہ ۔ تیسرا دائرہ تولومیا] ہم اور آگے بڑھے اور وہاں پہنچے
جہاں برف سختی سے ایک اور قسم کے لوگوں کو لپیٹتی ہے جو جھکے ہوئے نہیں
ہیں بلکہ لیٹے ہیں۔

[دوستوں اور مہمانوں سے غدّاری کرنے والے] رونے ہی کی وجہ سے وہ
رو نہیں سکتے ۔ وہ رنج جو اُن کی آنکھوں تک پہنچ کے رُک جاتا ہے، اندر
پلٹ کے ان کی تکلیف بڑھاتا ہے۔

کیوں کہ اُن کے آنسو فوراً جم جاتے ہیں اور اُن سے وہ خَلا جو
بھوؤں کے نیچے ہے شیشے کی نقاب کی طرح بھر جاتا ہے ۔

اگرچہ کہ سردی کی وجہ سے میرے چہرے میں حس کی قوّت باقی
نہیں رہی تھی، جیسے بعض جلد کی بیماریوں میں ہوتا ہے ۔

پھر بھی مجھے یہ محسوس ہوا کہ ہوا سی لگ رہی ہے۔ اس پر میں نے
پوچھا "اس ہوا کو کون[1] حرکت دیتا ہے ؟ کیا نیچے تمام تر حرارت بجھ نہیں جاتی؟"

اس پر اس نے مجھے جواب دیا " بہت جلد تو وہاں پہنچ جائے گا
جہاں تو اس جھکّڑ کے چلنے کی وجہ خود دیکھ لے گا ۔ اور تجھے جواب مل جائے گا"

اور اتنے میں اس برفانی پپڑی سے ایک بدنصیب روح[2] نے
ہمیں پکار کے کہا "اے روحو جو اتنی شقی ہو کہ سب سے آخری طبقہ تمھارے
لیے تجویز کیا گیا ہے ۔

ان سخت و برفانی نقابوں کو میرے چہرے سے ہٹاؤ تاکہ میں ذرا

---

[1] یہ ہوا جو تھے دائرے میں شیطان کے پروں سے آتی ہے اسی ہوا سے کوچی تو کی جھیل منجمد ہے ۔

[2] Alberigo ایک راہب جس نے اپنے بھائی کو دعوت دے کے بلایا اور دغا سے قتل کرا دیا۔

دل کی بھڑاس نکال لوں، قبل اس کے کہ میرے آنسو پھر سے یخ بستہ ہوں"۔

اس پر میں نے اس سے کہا "اگر تو چاہتا ہی کہ میں تیری مدد کروں تو پہلے یہ بتا کہ تو کون ہی۔ اور اگر اس کے بعد میں برف نہ ہٹاؤں تو اس کی سزا میں مجھے اس برف کی تہ میں بھیجا جائے"۔

اس پر اس نے جواب دیا" میں راہب البری گو ہوں۔ میں وہ ہوں جس کے پاس بُرے باغیچے کے پھل تھے، یہاں مجھے انجیروں کے عوض کھجور مل رہے ہیں"۔

میں نے اس سے کہا" اچھا۔ تو کیا تو مر چکا ہی؟" اور اس نے جواب دیا "مجھے معلوم نہیں کہ اوپر کی دنیا میں میرا جسم کس حالت میں ہی۔

اس دائرہ تولومیا کی یہ خصوصیت ہی کہ اتروپوس[1] کی سعی سے پہلے ہی اکثر یہ ہوتا ہی کہ روح یہاں پہنچ جاتی ہی۔

اور اس [illegible] کہ تو اور بھی رضامندی سے میرے چہرے سے جمے ہوئے آنسوؤں کو ہٹائے یہ جان کہ جونہی روح ایسا (سخت) فریب دیتی ہی جیسا میں نے دیا، ایک ہم زاد دیو اس سے اس کا جسم چھین لیتا ہی اور (موت) کے مقررہ وقت تک اس جسم پر حکومت کرتا ہی۔

اور روح سیدھی اس غار میں آگرتی ہی۔ اور شاید یہ دوسرا سایہ (روح) جو میرے پیچھے یہاں سرما بسر کر رہا ہی۔ اس کا جسم بھی اوپر (زمین پر) نظر آتا ہوگا۔

اور اگر تو ابھی نیچے اترا ہی تو یہ جان کہ یہ سر برانکا دوریا[2] کا ہی اور کئی سال سے وہ یہاں بند ہی۔

---

[1] Atropos قسمت کی وہ دیوی جو رشتۂ حیات کاٹا کرتی ہی (یونانی علم الاصنام)

[2] Branca جنیوا کا ایک رئیس جس نے اپنے خسر کو دعوت دے کے اسی دعوت میں قتل کرادیا۔

میں نے اس سے کہا" میں سمجھتا ہوں کہ تو مجھے دھوکا دے رہا ہی
کیوں کہ برانکا دوریا مرا نہیں وہ اب بھی کھاتا، پیتا، سوتا اور کپڑے پہنتا ہی"!
اُس نے جواب دیا "اُس اوپر کی ماے برانکے والی خندق میں،
جہاں چپکنے والی قیر ابلتی ہی، ابھی میکیل تسانکے[1] پہنچا بھی نہیں تھا۔
کہ اس شخص نے اپنے جسم میں اپنی جگہ ایک ہمزاد دیو کو چھوڑا۔
اور اس کے عزیزوں میں سے ایک کا بھی جس نے اس کے ساتھ مل کے
دغابازی کی تھی، یہی حال ہوا
لیکن اپنا ہاتھ اِدھر بڑھا اور میری آنکھیں کھول"۔ مگر میں نے
اس کی آنکھیں نہیں کھولیں۔ اس سے سرد مہری ہی عین اخلاق تھا[2]
آہ اہلِ جنیوا۔ تم لوگ ہر طرح کے اخلاق سے بیگانہ ہو اور ہر طرح
کا فساد تم میں بھرا ہوا ہی۔ تمھیں تتر بتر کر کے دنیا سے نکال کیوں نہیں دیا
جاتا؟
کیوں کہ میں نے تم میں سے ایک کو رومانیا کی بدترین روح کے
ساتھ پایا، جس کے اعمال کی وجہ سے اس کی روح کوچی تو میں غسل
کرتی ہی۔
لیکن اوپر (دنیا میں) اس کا جسم ابھی زندہ نظر آتا ہی۔

---

[1] Michel Zanche ملاحظہ ہو قطعہ ۲۲۔ یہ برانکا دوریا کا خسر تھا اور اُس کے ہاتھوں قتل ہوا۔ اس جرم میں برانکا دوریا کا شریک اس کا بھتیجا بھی تھا، چناں چہ اس کی طرف بھی دانتے اشارہ کیا ہی [2] کیوں کہ قدرت کا انتقام برحق ہی اور انصاف پر مبنی ہی اور اس میں دخل اندازی نہیں کی جا سکتی۔ اس لیے دانتے کی وعدہ خلافی عیب نہیں۔ ہاں یہ بڑا گناہ ہوتا اگر وہ اس کی سزا ہلکی کر دیتا۔

چونتیسواں قطعہ

[نواں حلقہ۔ کوچی تو VEXILLA REGIS PRODEUNT - ہماری طرف[1] INFERNI] چوتھا دائرہ۔ جودسے کا] اس لیے اپنے سامنے دیکھ" میرے آقا نے کہا "اور بتا تو اسے پہچان سکتا ہی کہ نہیں ؟"

[شیطان] جیسے اُس وقت جب گہری دُھند سانس لیتی ہی یا جب رات ہمارے نصف کرے پر آتی ہی، دور پر ہوا سے چلتی ہوئی چکّی نظر آتے۔

میں نے اب کچھ اسی طرح ایک عمارت سی دیکھی، اور ہوا سے بچنے کو اپنے رہبر کے پیچھے چھپ گیا کیوں کہ وہاں بچاؤ کی کوئی اور جگہ نہ تھی۔

اب میں اُس جگہ آچکا تھا — اور نظم میں اس کا ذکر کرتے ہوئے مجھے ہیبت معلوم ہوتی ہی — جہاں ڈھکی ہوئی روحیں ایسی معلوم ہوتی تھیں جیسے شیشے کے اندر خس وخاشاک۔

کچھ لوگ لیٹے ہوئے تھے، کچھ کھڑے ہوئے تھے۔ کوئی سر کے بل تو کوئی ایڑیوں کے بل اور کسی کا چہرہ پانو کی طرف یوں جھکا ہوا تھا جیسے کمان۔

جب ہم اتنا آگے بڑھ آئے کہ میرے رہبر نے مجھے اُس ہستی (ابلیس) کو دکھانا چاہا جو کبھی بڑی ہی خوب صورت تھی

تو اس نے مجھے اپنے سامنے کھینچا۔ اور یہ کہ کے مجھے روکا۔" ابلیس کو

---

[1] "جہنم کا شاہی جھنڈا بڑھ رہا ہی" یہ لاطینی فقرہ دانتے نے زرا سے مذاقیہ تصرف کے ساتھ Fortunatus کے ایک لاطینی بھجن سے مستعار لیا ہی۔

دیکھ۔ اور وہ مقام دیکھ جہاں تجھے پامردی اور تحمّل سے کام لینا پڑے گا"۔
ای ناظر مجھ سے نہ پوچھ کہ میں کیوں کر برف کی طرح ٹھنڈا پڑ گیا اور میری گھگّی بندھ گئی۔ میں یہ تحریر نہیں کر سکتا کیوں کہ زبان (اس حالت کو) ادا نہیں کر سکتی۔

میں مرا نہیں، میں زندہ نہیں رہا۔ تجھ میں اگر رتی برابر بھی فراست ہے تو خود سوچ کہ اس عالم میں کہ میں زندگی اور موت دونوں سے محروم تھا میری کیا حالت ہو گی۔

تیرہ و تاریک مملکت کا شہنشاہ (شیطان) سینے تک برف میں دھنسا کھڑا تھا۔ باقی حصّہ اوپر تھا۔

دیو اس کے بازوؤں کے مقابل اتنے چھوٹے تھے جتنا میں دیووں کے مقابل۔ اب سوچ اسی تناسب سے اس کا پورا جسم کتنا عظیم ہو گا۔

اگر وہ ایک زمانے میں اتنا ہی حسین تھا، جتنا اب وہ بدشکل ہے، اور اپنی بھویں اپنے خالق کے سامنے بلند کر سکتا تھا، تو ظاہر ہے کہ وہ کتنی کچھ آفات کا باعث نہ ہوا ہو گا۔

اف مجھے وہ منظر کتنا ہیبت ناک معلوم ہوا جب میں نے اس کے سر میں تین چہرے[1] دیکھے۔ ان میں سے سامنے تھا اور آگ کی طرح سرخ۔ دو چہرے اور تھے اور اس سے جڑے ہوئے تھے۔ دونوں چہرے

---

[1] یہ تین چہرے تثلیث کے تین اصول کی ضد ہیں۔ شیطان کے یہ تین چہرے نفرت، بے طاقتی اور جہالت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ تینوں خصوصیات تثلیثِ مقدّس کی خصوصیات کی ضد ہیں۔

کاندھوں کے بیچوں بیچ بلند تھے اور گردن پر آپس میں جڑے ہوئے تھے۔
سیدھے چہرے کا رنگ کچھ سفید کچھ زردی مائل تھا اور بائیں چہرے
کی رنگت اُن لوگوں کی سی (سیاہ) تھی جو اس ملک سے آتے ہیں جہاں
دریائے نیل نیچے اترتا ہے۔
ہر چہرے کے نیچے دو بڑے بڑے پَر تھے۔ جتنی بڑی چڑیا تھی اسی تناسب
سے پَر بھی بڑے تھے۔ میں نے اتنے چوڑے بادبان کبھی نہیں دیکھے۔
یہ پَر چڑیوں کے سے نہیں تھے، بلکہ شکل میں چمگادڑوں کے سے۔
وہ (شیطان) ان پروں کو پھڑپھڑا رہا تھا اور تین ہواؤں (کے جھکڑ) ان سے
نکل رہے تھے
جن کی وجہ سے پوری کوچی تو منجمد تھی۔ چھ آنکھوں سے وہ رو رہا تھا
اور تین ٹھڈّیوں پر آنسو اور خونی جھیں بہہ رہا تھا۔
(مالکوں اور محسنوں سے غدّاری کرنے والے) ہر منہ میں ایک ایک گناہ گار
تھا جس کو وہ گھاس کی طرح چپڑ چپڑ چبا رہا تھا۔ تین گناہ گاروں کو اس طرح
اس نے مبتلائے عذاب کر رکھا تھا۔
ان میں سے جو سامنے (کے منہ میں تھا) اُس کو چبائے جانے سے
اتنی تکلیف نہیں ہو رہی تھی جتنی چیرے پھاڑے جانے سے کیوں کہ
اکثر اس کی پیٹھ پر چمڑی باقی نہ رہتی۔
میرے آقا نے کہا "وہ روح جو وہاں سب سے زیادہ سزا بھگت
رہی ہے جوڈا اِس کا ریوٹو[1] کی ہے۔ اس کا سر اندر ہے اور باہر وہ پانو،

---

[1] Giuda Scariotto (Judas Iscariot) حضرت عیسیٰ
کا صحابی جس نے دغا دے کے انھیں دشمنوں کے ہاتھ قید کرا دیا۔

پٹک رہا ہی۔

باقی دو جن کے سر (شیطان کے جبڑے) نیچے ہیں، اُن میں سے وہ جو سیاہ چہرے سے لٹک رہا ہی بُروتو (بروٹس) ہی۔ دیکھ وہ کس طرح تلملا رہا ہی۔ اور ایک لفظ بھی اس کی زبان سے نہیں نکل رہا ہی۔

اور وہ دوسرا جس کے اعضا اکڑے ہوئے ہیں کاسیو[1] (کاسیس) ہی۔ لیکن رات دوبارہ چھا رہی ہی اور اب ہمیں رخصت ہونا ہی۔ کیوں کہ ہم سب کچھ دیکھ چکے ہیں"۔

[شعرا جہنّم سے رخصت ہوتے ہیں] جیسا اس نے (ورجل نے) حکم دیا تھا میں اس کی گردن سے لپٹ گیا، اور بالوں کی ایک لٹ سے دوسری لٹ پر لٹکتا ہوا، ان بالوں اور برف کی جمی ہوئی تہوں کے درمیان اُترتا گیا۔

جب ہم اِس طرح اُس کی (شیطان) کی ران کے پاس تک اُترے تو میرے رہبر نے بڑی محنت اور بڑی مشکل سے

[مقابل کے نصف کُرے میں دونوں شعرا داخل ہوتے ہیں] اپنا سَر اس طرف الٹایا، جدھر پہلے اس کے پَیر تھے اور اُس کے بالوں کو یوں پکڑ لیا گویا وہ اُن کو پکڑ کے (اُلٹا) چڑھنے والا ہی۔ اور میں یہ سمجھا کہ ہم پھر جہنّم کو واپس ہوں گے

میرے ہادی کی سانس تھکے ماندے آدمی کی طرح پھول رہی تھی، اُس نے کہا "مضبوط پکڑ، کیوں کہ انھی سیڑھیوں کے ذریعے ہمیں اس قدر برائیوں (کے مقام) سے رخصت ہونا ہی"۔

پھر وہ ایک چٹان کے شگاف سے باہر نکلا اور مجھے اس کے سِرے پر

---

[1] Brutus اور Cassius جولیس سیزر کے دوست اور قاتل

بٹھا دیا، پھر ہوشیاری سے میری طرف قدم بڑھایا

میں نے یہ سمجھ کے نظر اٹھائی کہ شیطان کو اسی طرح دیکھوں کا جیسا کہ
میں نے اس کو چھوڑا تھا۔ لیکن اب میں نے دیکھا تو اس کے پیر اوپر دکھائی دیے۔

(دوسرا نصف کرہ) عام لوگ جو یہ نہیں سمجھ پائے کہ میں نے اس موقع پر
کون سا مقام[1] عبور کیا، وہی انصاف کریں کہ مجھے کس قدر استعجاب
ہوا ہوگا۔

میرے آقا نے کہا "اپنے پیروں کے بل اٹھ کھڑا ہو کیوں کہ راستہ
طویل ہے اور سڑک دشوار گزار۔ اور آفتاب وہ کیا دوپہر کا رُخ کر رہا ہے،
ہم جہاں کھڑے تھے وہاں کوئی محل سرا تو تھی نہیں، وہ ایک قدرتی
تہ خانہ تھا جس کا فرش ناخوش گوار تھا اور جس میں روشنی نہیں آتی تھی۔

جب میں اُٹھا تو میں نے کہا "قبل اس کے کہ میں اس خلیج سے
رخصت ہوں، اے آقا مجھ سے بات کر اور میری غلطی رفع کر۔
برف کیا ہوگئی؟ اور یہ (شیطان) الٹا کیسے لٹک رہا ہے۔ اور اتنی
ذرا سی دیر میں رات سے دن کیسے ہو گیا؟"

اور اس نے مجھ سے کہا "تو اب تک یہ سمجھ رہا ہے کہ تو (دُنیا کے)

---

[1] یعنی وہ نقطہ جو زمین کے اندر دنیا کا مرکز ہے۔ اس لحاظ سے دانتے کی جغرافیے کا عام نقشہ یہ ہوا کہ دانتے ورجل کے ساتھ پہلے نصف کرے میں زمین کے اندر جہنم (تحت الثریٰ) میں داخل ہوا۔ جہنم کی یہ تہ وہیں ہے جہاں مدوّری زمین کا مرکز ہے اور ٹھیک اسی نقطے پر شیطان جکڑا ہوا ہے۔ اس نقطے کو پار کرتے ہیں: دونوں شاعر جہنم سے بھی باہر نکل جاتے ہیں اور دوسرے نصف کرے میں بھی داخل ہو جاتے ہیں۔ وہاں جا کے الٹا سیدھا ہو جاتا ہے اور سیدھا اُلٹا۔ کیوں کہ زمین کا مرکز ہی نقطۂ انجذاب بھی ہے اور کشش کے قانون کے مطابق وہی انسان کے پیروں کے نیچے اب بھی رہے گا اسی لیے ورجل اور دانتے

(باقی صفحہ ۳۲۶ پر)

کے دوسری جانب ہے جہاں میں نے اس خبیث کیڑے (شیطان کے) سے جو دنیا چھیدے ہوئے ہے — بال پکڑے تھے۔

جب تک میں نیچے اُتر رہا تھا ہم (مرکز کے) اسی طرف تھے۔ مگر جب میں الٹا ہوا تو اس وقت تو بھی اس نقطے (مرکز) سے ہو کر گزرا جس کی طرف دنیا کی تمام چیزیں کھنچتی ہیں (جو زمین کی کشش کا مرکز ہے)

اور اب تو اس نصف کُرے کے نیچے آپہنچا ہے جو اُس (دوسرے نصف کرے) کے مخالف ہے جو عریض، خشک زمین پر سایہ کیے ہوئے ہے۔

اور جس کی چوٹی کے نیچے انسان کی تکمیل ہوئی جو بے گناہ پیدا ہوا تھا اور (بے گناہ) زندگی بسر کرتا تھا۔ اس وقت تیرے پیر اُس چھوٹے سے حلقے پر ہیں جو جودےکا کا دوسرا رُخ ہے۔

جب یہاں صبح ہوتی ہے تو وہاں شام ہوتی ہے اور یہ شیطان جس کے بالوں نے ہمارے لیے سیڑھی کا کام دیا، اب بھی اسی طرح جکڑا ہوا ہے جیسے پہلے تھا۔

اس رُخ سے وہ آسمان سے نیچے گرا تھا۔ اور پہلے یہاں جو زمین تھی[۱]، اُس نے اس کے خوف سے اپنے آپ کو سمندر میں چھپا لیا

اور ہمارے نصف کُرے میں نمودار ہوئی، اور شاید اس سے بچنے ہی کے لیے وہ حصہ[۲] جس نے یہاں اپنی جگہ خلا چھوڑا ہے، اوپر کی طرف بُلند ہو گیا۔"

(بقیہ صفحہ ۳۲۵) یہاں اُلٹے ہو جاتے ہیں۔ [۱] اس زمانے میں یہ اعتقاد تھا کہ شمالی نصف کرے میں زمین ہے اور جنوبی میں پانی۔ اب دانتے اور ورجل جنوبی نصف کرے میں داخل ہوئے تھے۔ [۲] یعنی "اعراف" کا پہاڑ۔

وہاں نیچے بیل زے بب (ابلیس) سے، اس کی قبر کی لمبائی کے
برابر دور ایک ایسی جگہ ہے جو نظر نہیں آتی۔
مگر جو ایک نالے کی آواز کی وجہ سے پہچانی جا سکتی ہے جو اس میں
گرتا ہے۔ وہ ایک چٹان کی گہرائی میں ہے، اور اس چٹان کو نالے نے اپنی
پیچ دار روانی اور اپنے ہلکے ہلکے سے ڈھلان سے کاٹا ہے۔
میرا رہبر اور میں اس پوشیدہ راستے سے روشن دنیا کو واپس ہونے
چلے۔ اور آرام کی پروا کیے بغیر
ہم چڑھتے چلے گئے، وہ آگے آگے اور میں پیچھے۔ اتنی دور تک کہ
ایک گول سے شگاف سے میں نے اُن حسین چیزوں کو پہچانا جو آسمان پر
روشن ہیں۔
اور وہاں سے باہر نکلے تو ہمیں ستارے نظر آئے۔



کتابیات

(ان کتابوں سے مقدمے کی تحریر میں مدد لی گئی)

1. E Armstrong: Italian Studies. 1934

2. Miguel Asin: Islam and the Divine Comedy. 1926.

3. D'Ancona: I Percursori di Dante. 1874.

4. Dante: Opre Minor; Ed. P.J. Fraticelli. 1855.

5. Dante De Monarchia: Ed. Dr E. Moore. 1916.

6. Dante: La Vita Nuova.

7. T. S. Eliot: Dante. 1929.

8. H. A. L. Fisher: A History of Europe. 1936.

9. Dabitte: La Divine Comedie avant Dante. 1858.

10. V. Nannuci: Manuale della litteratura del primo secolo dellalingua italiana. 1883.

11. J. A. Symondy: Renaissance in Italy.

12 K. Vossler: Die Göttllche Komodie. Entwickelungsgeschichte und-Erklarung. 1909

13. "Firenze" (Medici Series)

مفید عام پریس لاہور میں باہتمام لالہ موتی رام مینجر چھپی
۔ سیّد صلاح الدین جمالی مینجر انجمن ترقی اردو (ہند) نے دہلی سے شائع کی۔